سیرت

امُ المؤمنین

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

مرتب : مولانا محمد عبد الاحد قادری

8-C (محی الدین بلڈنگ) داتا دربار مارکیٹ۔ لاہور
فون: 042-7248657
موبائل: 0300-4505466 - 0300-9467047
Email: záviapublishers@yahoo.com

باراول ____ 2008

۱۰۰۰

ہدیہ ____ روپے

زیراہتمام

نجابت علی تارڑ

لیگل ایڈوائزر

رائے صلاح الدین کھرل ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-7842176
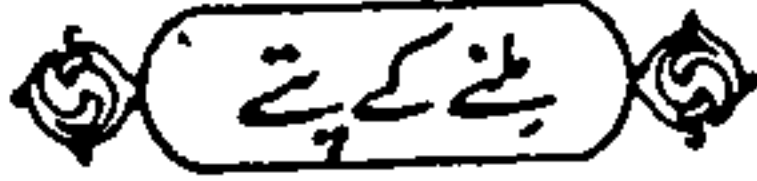
☆ دارالاخلاص ۲۔۴ صدف پلازہ محلہ جنگی قصہ خوانہ بازار۔ پشاور شہر 091-2567539

☆ مکتبہ قادریہ نزد چوک میلاد مصطفی سرکلر روڈ گوجرانوالہ 055-4237699

☆ احمد بک کارپوریشن کمیٹی چوک راولپنڈی 051-5558320

☆ مکتبہ المجاہد دارالعلوم محمدیہ غوثیہ۔ بھیرہ شریف 048-6691763

☆ مکتبۂ فیضان مشتاق نزد بسم اللہ مسجد کھارادر۔ کراچی فون: 0333-3121792

☆ منہاج القرآن اسلامک سیل سنٹر ضیاء مارکیٹ سرگودھا 0483-721630

☆ مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ دارالعلوم احسن البرکات حیدر آباد 0221-780547

☆ عطار اسلامی کتب خانہ بازار کلاں نزد دو دروازہ سیالکوٹ

☆ مکتبہ ضیاء العلوم دوکان نمبر 1345 مین صدر بازار راولپنڈی 051-5585695

حسن ترتیب

فرمان حضرت سیدنا غوث اعظمؒ

ہم حضور نبی کریم ﷺ کی تمام ازواج کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہیں، اور ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ وہ سب امہات المومنین (مسلمانوں کی مائیں) ہیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تمام دنیا کی عورتوں سے افضل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے ذریعہ تہمت تراشوں کے قول سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طہارت کا اظہار فرمایا ہے۔

﴿غنیۃ الطالبین﴾

............☆☆☆☆............

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّہٰتُہُمْ

''یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔''

حضرت عائشہ صدیقہؓ

نام ونسب:

نام حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کنیت، ام عبداللہ، لقب، صدیقہ، خطاب، حمیرا اورعویش وغیرہ تھا۔ باپ کی طرف سے آپ قریشہ تھیں جس کی تفصیل اس طرح ہے:

''حضرت عائشہ بنت صدیق ابوبکر بن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ بن عامر بن عمرو کعب بن سعد بن تمیم بن مرہ بن کعب بن لوی''

والدہ کی طرف سے آپ کنانیہ مشہور ہیں۔ جس کی تفصیل اس طرح ہے:

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بنت حضرت رومان رضی اللہ عنہا بنت عامر بن عویر بن عبد شمس بن عتاب بن اذینہ بن سبیع بن دھمان بن الحارث بن غنم بن مالک بن کنانہ۔''

﴿طبقات ابن سعد﴾

مشہور محقق علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی اور علامہ ابن اثیر تہذیب

التہذیب اور کتاب اسد الغابہ میں یہی بھی نسب لکھتے ہیں اور فرماتے ہیں اس کے علاوہ کچھ اور بھی آپ کے نسب ہیں۔

علامہ ابن عبدالبر کتاب الاستیعاب میں لکھتے ہیں کہ تمیم یا کنانہ تک کوئی اختلاف نہیں ہے جو کچھ جھگڑا نسب میں ہے وہ اس سے پہلے ہے۔

ایک دفعہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے آپ کو بنی ذرس میں شمار کیا تھا اور چونکہ فہر سے پہلے اس سلسلہ میں کے تمام قبائل کنانہ کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے فہر کے بعد یہ سب قریش کہلائے گئے۔ اس لیے آپؓ کے مادری اور پدری نسب میں کوئی فرق نہیں ہے۔ نہ آپؓ کو قریشہ سمجھنے میں کچھ مضائقہ ہے۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (والد عائشہ صدیقہؓ)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے والد محترم کا نام عبداللہ اور کنیت ابوبکر تھی۔ لقب عتیق تھا، بعض لوگوں نے جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا:

''آپ کے والد کو عتیق کیوں کہتے ہیں؟'' تو فرمایا:

''ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا: ''ھذا عتیق اللہ من النار'' (اللہ کا یہ بندہ آگ سے آزاد شدہ ہے۔)

ابوبکر آپ کی کنیت تھی اور عمر بھر اپنی کنیت ہی سے موسوم کیے جاتے رہے۔ قریش قوم کی طرح آپ کا پیشہ تجارت تھا، کپڑے کا کاروبار کرتے تھے، وسیع اور کامیاب تجارت میں آپ کی جاذب نظر شخصیت اور بے نظیر اخلاق کا بھی خاصہ دخل تھا۔ آپ کا رنگ سفید، بدن چھریرا، داڑھی خش خشی، چہرہ شگفتہ، آنکھیں روشن اور پیشانی فراخ تھی، بہترین اخلاق کے مالک، رحم دل اور نرم خو تھے، ہوش وخرد، عاقبت اندیشی اور بلند فکر ونظر کے لحاظ سے مکہ کے بہت کم لوگ آپ کے ہم پلہ تھے۔ قلب سلیم پایا تھا، اس لیے بچپن سے ہی گمراہ کن اعتقادات اور رسوم وعادات سے بالکل الگ رہتے تھے۔

❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''میرے باپ نے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں شراب کا قطرہ تک نہیں چکھا۔''

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی قوم میں بہت ہر دل عزیز تھے، علم الانساب کے بہت بڑے ماہر تھے۔ قریش مکہ کے اہم خاندانوں کے نسب آپ کو ازبر یاد تھے اور ہر قبیلے کے عیوب و نقائص اور محاسن و اوصاف سے بخوبی واقف تھے، اس وصف میں قریش یا کوئی فرد آپ کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔ آپ خلیق، ایماندار اور ملنسار تاجر تھے، قوم کے تمام لوگ آپ کے اعلیٰ اخلاق اور برتاؤ کے معترف تھے اور انہیں فضائل کے باعث آپ سے بے حد محبت کرتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چار شادیاں کی تھیں، پہلی زوجہ قتیلہ بنت العزیٰ تھیں، ان سے سیدنا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور سیدہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا تھیں، جن کا لقب ذات النطاقین تھا۔

حضرت اُم رومان (والدہ عائشہ صدیقہؓ)

دوسری زوجہ محترمہ کا نام سیدہ زینب بنت عامر اور کنیت ام رومان رضی اللہ عنہا تھیں، ان سے سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ آپ کی والدہ محترمہ کے بارے میں ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا:

''اگر کوئی شخص حورانِ جنت میں سے کسی عورت کو دیکھنا پسند کرتا ہے تو وہ اُم رومان رضی اللہ عنہا کو دیکھ لے۔''

✿ اور جب ٦ ہجری میں ان کا وصال ہوا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر میں اترے اور فرمایا:

''یا رب العالمین! تجھ سے پوشیدہ نہیں کہ ام رومان (رضی اللہ عنہا) نے تیرے لیے اور تیرے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کیلئے کیا کچھ برداشت کیا ہے۔''

سیدنا حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے بیٹے سیدنا محمد ابی عتیق بھی صحابی رسول تھے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے والد کی تیسری زوجہ سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا تھیں جن سے حضرت سیدنا محمد رضی اللہ عنہ صحابی تھے اور چوتھی بیوی سیدہ حبیبہ انصاریہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد سیدنا عثمان ابوقحافہ رضی اللہ عنہ صحابی اور والدہ محترمہ سیدہ سلمیٰ اُم الخیر رضی اللہ عنہا صحابیہ تھیں، اس طرح صدیقی نسل کی چار پشتیں متواتر زمرہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں داخل ہوئیں اور یہ شرف اور کسی کو نصیب نہیں ہوا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ولادت:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پیدائش ہجرت نبوی ﷺ سے آٹھ یا نو برس پہلے ظہور میں آئی۔ حساب کی رو سے عیسوی سال ۶۱۳ یا ۶۱۴ تھا۔ صاحب اصابہ کہتے ہیں کہ ہجرت کا چوتھا یا پانچواں سال تھا۔

آپ کی ولادت کا شرف جس محلہ کو حاصل ہوا اس کا نام اب ''مسفلہ یا منقلہ'' ہے۔ اس وقت کون جانتا تھا کہ خلیفہ اوّل کی حرم سرا میں جو لڑکی پیدا ہوئی ہے وہ ام المومنین کا لقب پائے گی۔ حضور نبی کریم ﷺ کی بیوی بننے کا شرف اسے حاصل ہوگا۔ اللہ اور رسول ﷺ اس کے ناز اٹھائیں گے اور خدا کی کتاب اس کی حمایت و بریت کی گواہی دے گی۔

"ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم"

آپ کی پیدائش سے چار سال پہلے ہی آپؓ کے والد ماجد حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دولت اسلام حاصل کر چکے تھے۔ اس لیے آپ نے آنکھ کھولتے ہی اسلام کی روشنی دیکھی۔ سب سے پہلے "اللہ اکبر" کی آواز آپ کے کانوں میں گونجی اور اس کے بعد "محمد الرسول اللہ" (ﷺ) کا مقدس اور متبرک کلمہ آپ نے سنا۔

عربی رسم و رواج کے موافق آپ کو غسل دیا گیا کپڑے پہنائے گئے۔ ماں کی گود بھر گئی اور نام ''عائشہ'' رکھا گیا۔

زمانہ رضاعت اور بچپن

ماں باپ نے دودھ پلانے کیلئے ابوقعیس کی بیوی کا انتخاب کیا اور وہی ان کو دودھ پلاتی رہیں۔ زمانہ رضاعت ختم ہونے کے بعد آپ پھر اپنے ماں باپ کے سپرد کر دی گئیں، اگرچہ آپ اکلوتی بیٹی نہ تھیں تاہم آپ کے آثار اور بچپن کی عظمتیں دیکھ کر ماں باپ دل و جان سے آپ پر نثار ہوتے تھے، اور اپنے دوسرے بچوں سے زیادہ چاہتے تھے۔ ماں اگر کلیجہ کا ٹکڑا سمجھتی تھی تو باپ آنکھوں کا تارا سمجھتا تھا۔ دوسرے بچوں کے مقابلہ میں آپؓ کی نازبرداری بھی زیادہ ہوتی تھی۔ بچپن پھر بھی بچپن ہے مگر بچپن کی تمام ادائیں متانت کا رنگ لیے ہوئے تھیں۔ آئندہ زمانہ میں جو کچھ ہونے والا تھا، اس کے آثار آپؓ کے مقدس چہرہ سے نمایاں تھے اور آپؓ کی عظمت وعفت کا نور پیشانی سے ٹپک رہا تھا۔

ہر کام میں نفاست، ہر بات میں لطافت، کھیل کود کے دن تھے مگر کھیل کود بھی سرداران قریش کے بچوں کی طرح ایک شان لیے ہوئے تھا۔ ماں باپ نے احتیاط کے ساتھ پالا۔ قدرت نے امتیاز کے ساتھ پروان چڑھایا جسم اور ہاتھ پاؤں قدرتاً مضبوط اور توانا ہونے لگے اور آپؓ کا اٹھان دوسرے بچوں کی نسبت سے کہیں زیادہ ہوتا تھا۔ جو دیکھتا تھا صدقے ہو کر دعائے خیر دیتا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنی ہجولیوں سے قد و قامت عقل و دانائی اور صورت و سیرت کے لحاظ سے ہمیشہ ممتاز رہتی تھیں اور قبیلہ کی تمام چھوٹی لڑکیاں عموماً آپ ہی کے پاس کھیلنے کیلئے جایا کرتی تھیں۔ آپؓ کو گڑیوں سے بے حد شوق تھا اور آپؓ نے اس قدر گڑیاں جمع کر لی تھیں کہ اتنی تمام قبیلے کی لڑکیوں کے پاس نہ

تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ تمام قبیلہ کی لڑکیاں آپ کو اپنا سرگروہ مانتی تھیں۔

ماں باپ بھی اپنی ہونہار لڑکی کی ہر ادا کو محبت اور پیار کی نظر سے دیکھتے تھے۔ آپؓ کے بچپن کے مشغلوں میں بھی بلند خیالی اور عالی ہمتی کے تمام آثار پائے جاتے تھے۔

بچپن میں سنہرا خواب:

ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خواب دیکھا کہ تین چاند ٹوٹ کر ان کی گود میں آ پڑے ہیں۔ صبح اٹھ کر یہ خواب اپنے باپ سے بیان کیا۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خواب کی تعبیر بیان کرنے میں کامل مہارت رکھتے تھے۔ اس خواب کے سنتے ہی جان گئے کہ بیٹی دنیا کی عورتوں میں ایک ممتاز اور اعلیٰ مرتبہ حاصل کرے گی۔ دل میں ان کی وقعت و عزت اور بھی زیادہ ہوگئی اور آپ کی تعلیم و تربیت کی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ فرمانے لگے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جس وقت پانچ یا چھ سال کی عمر کو پہنچیں اس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بڑے زور شور کے ساتھ تبلیغ اسلام میں مصروف تھے۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہر وقت آپ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے، مگر یہ زمانہ نہایت سختی اور مشکلوں کا زمانہ تھا۔ کفار ان قریش کی سختیاں روز بروز بڑھتی جا رہی تھیں، جو لوگ مسلمان ہو چکے تھے ان پر اس قدر ظلم و ستم کیے جاتے تھے کہ، الامان و الحفیظ کان سن نہیں سکتے۔ آنکھ دیکھ نہیں سکتی۔ دل کانپتا ہے، کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے مشورے جابجا ہو رہے تھے۔ غریب مسلمانوں کو جلتی ہوئی ریت پر لٹا کر کہا جاتا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کلمہ نہ پڑھو، لات

اور عزیٰ کو اپنا خدا سمجھو، جو اپنے بدن سے مکھی تک نہیں اڑا سکتے انہیں اپنا معبود بناؤ، جو اپنی جگہ سے ایک قدم بھی نہیں چل سکتے، انہیں سجدہ کرو خدا اور خدا کے رسول ﷺ کا نام نہ لو۔ حضور نبی کریم ﷺ پر پتھر پھینکے جاتے تھے، کوڑا کرکٹ ڈالا جاتا تھا مگر آپ ﷺ آسمان کی طرف دیکھ کر خاموش ہو جاتے تھے، اور کافروں کی ان تمام سختیوں پر صبر کرتے تھے۔

ادھر تو یہ شور اور دشمنوں کا اتنا زور تھا، ادھر قدرت کو امتحان صبر منظور تھا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا بھی اسی زمانہ میں انتقال ہو گیا اور ان کے انتقال نے آپ کے دل کو اور بھی پریشان کر دیا۔ آپ ﷺ کے چچا ابوطالب بھی انتقال کر چکے تھے۔ اس کا کیا کم صدمہ تھا کہ اب ایسی بیوی بھی نگاہوں سے چھپ گئی جو درد و مصیبت اور مشکلات کے زمانہ میں سب سے بہتر رفیق و انیس ثابت ہوئی تھیں، آپ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی غمخواری، امداد اور دلداری کو یاد فرمایا کرتے تھے اور تنہائی کی گھڑیوں میں اس محبت و عصمت کی پتلی کو ڈھونڈا کرتے تھے جو سخت سے سخت مشکل اور مصیبت کے وقت میں بھی خلوص و محبت اور ہمدردی کی بہترین تصویر تھی۔

اگر آپ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے حالات مقدس پڑھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے شمع جمال پر کس طرح پروانہ تھیں اور آپؓ نے اپنے شوہر پر کیا کیا احسانات کیے تھے۔ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نہ صرف آپؐ کی بیوی تھیں بلکہ محسنہ تھیں، محبوبہ تھیں اور وہ تھیں جو کوئی نہیں ہو سکتا۔

حضور نبی کریم ﷺ کو آپؓ کی وفات سے بے حد ملال ہوا، مگر کیا کرتے، تسلیم و رضا کی منزل کے خضر تو آپ ﷺ ہی تھے، رضا بقضا صابر و شاکر رہے، لیکن دل صدمہ مفارقت سے مجبور ضرور رہا، اور ہے بھی انصاف کی بات، پہلی بیوی، بیوی نہیں بلکہ محسنہ ہمدم تھیں، اسے اپنے ہاتھ سے مٹی میں دبائیں، اپنے ہاتھ سے خاک میں

ملائیں، دل بے تاب نہ ہو تو کیا کرے۔ صبر کیا مگر ایک حد تک، دل کو بہلایا مگر پھر بھی دل کو قرار نہ آیا تھا،، بشریت نے اگر زیادہ صبر آزمائی کی تو نبوت نے مشکل کشائی کی رسالت نے ہمت فزائی کی، پھر بھی آپ ایک ایسی مونس و ہمدم بیوی کے مر جانے سے متردد ضرور رہے۔

حضرت خولہ بنت حکیم کے ذریعہ پیغام نکاح:

ایک دن حضور نبی کریم ﷺ کو دشمنوں نے غیر معمولی تکلیفیں پہنچائیں، آپ ﷺ گھر پر آئے، گھر خالی تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تو تھیں نہیں کہ دلداری و غمخواری کرتیں، مشورہ دیتیں، اپنے اقبال وعظمت کے رعب و داب سے کفار، قریش کو دباتیں اور آپ کی تسلی و تشفی کرتیں، عالم تنہائی کا آپ ﷺ کے دل پر گہرا اثر ہوا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی حقیقی غمخواری وغمگساری یاد آنے لگی اور آپ ﷺ رات بھر افسردہ خاطر رہے۔ صبح ہوئی تو حکیم بن الاوقص کی بیٹی عثمان بن مطعون مشہور و معروف صحابی کی بیوی جن کا نام خولہ تھا، حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئیں اور آپ ﷺ کی حالت سے متاثر ہو کر عرض کرنے لگیں: یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ ﷺ دوسرا نکاح کیوں نہیں کر لیتے۔ خواہ مخواہ تنہائی میں جان ہلکان ہوتی ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: خولہ! خدیجۃ الکبریٰ جیسی نیک نہاد، وفادار، غمگسار، ہمدرد اور سچی خادمہ اب مجھے نہیں مل سکتی، حضرت خولہ بولیں نہیں یا رسول اللہ ﷺ ابھی مکہ میں ایسی لڑکیاں اور عورتیں موجود ہیں جن میں کچھ ان اوصاف سے بھی زیادہ اوصاف پائے جاتے ہیں۔ ایک عائشہ ہیں۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی، دوسری سودہ ہیں۔ زمعہ کی بیٹی پہلی لڑکی باکرہ ہے اور دوسری بی بی بیوہ ہیں۔ دونوں کے حالات سے آپ خوب واقف ہیں اور دونوں کا آپ پر کچھ نہ کچھ حق بھی ضرور ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کی یہ

باتیں سن کر پہلے خاموش ہوئے اور پھر فرمایا: اچھا خولہ ان دونوں گھروں میں پیغام لے جاؤ، ہم تمہاری رائے کو رد کرنا نہیں چاہتے۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا سب سے پہلے ہنسی خوشی حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر آئیں، حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ماں سے ملیں اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے بڑی بھلائی اور برکت کا سامان کیا ہے۔اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کیلئے نکاح کا پیغام دیا۔ وہ بولیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دینی بھائی ہیں اور اس لیے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے چچا ہوئے۔ بھلا یہ رشتہ کس طرح جائز ہوسکتا ہے، مگر تم ذرا ٹھہرا۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے باپ باہر گئے ہوئے ہیں آ جائیں تو میں ان سے ذکر کر کے تمہیں جواب دوں گی۔ اتنے میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی آ گئے۔ ان کے سامنے تذکرہ کیا گیا تو انہوں نے بھی وہی کہا جو ان کی بیوی حضرت ام رومان نے کہا تھا۔

یہ سنکر حضرت خولہ رضی اللہ عنہا بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں اور تمام ماجرا بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خولہ، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہو، ہمارے مذہب میں یہ رشتہ جائز ہے۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے دینی اور منہ بولے بھائی ہیں نہ کہ حقیقی۔البتہ حقیقی چچا یا دودھ شریک بھائی کا نکاح بھیجتی یا بہن سے جائز نہیں ہوسکتا۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا پھر حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر آئیں اور انہیں اس رشتہ کے جواز کا اطمینان دلایا۔ یہ سن کر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت اُم رومان رضی اللہ عنہا دونوں راضی ہوگئے اور پیغام عقد کو خوشی سے قبول کر لیا۔

کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس سے پہلے جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف سے منسوب ہو چکی تھیں مگر ابھی شادی بیاہ کے متعلق کوئی انتظام نہ تھا۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام دیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

نے ان لوگوں سے مشورہ کیا۔ انہوں نے بہ طیب خاطر اس دوسرے رشتہ کو منظور کر لیا اور اجازت عقد خوشی سے دیدی۔

﴿طبقات ابن سعد﴾

نکاح اور زمانہ نکاح:

حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر سے رخصت ہو کر خدمت رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئیں۔ تمام باتیں عرض کر دیں۔ آپ ﷺ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور نکاح ہو گیا۔ اس وقت حضور نبی کریم ﷺ کی عمر پچاس (۵۰) سال کے قریب تھی۔

بوقت نکاح حضرت عائشہؓ کی عمر مبارک:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور نبی کریم ﷺ سے میرا نکاح ہوا تو میں چھ برس کی تھیں۔

علامہ ابن عبدالبر اپنی کتاب الاستیعاب میں ابی عبیدہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہجرت سے دو برس پہلے مکہ المکرمہ میں نکاح کیا۔ ان کے علاوہ دوسروں نے تین برس قبل ہجرت بتایا ہے۔ عمر کے متعلق بھی دو روایتیں ہیں۔ یعنی چھ یا سات سال کی عمر تھی۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے تین برس بعد نکاح ہوا اور ان کا انتقال ہجرت سے تین برس پہلے ہوا تھا۔ اس حساب سے ہجرت اور نکاح کا ایک ہی سنہ ہوا۔

مگر بعض کہتے ہیں کہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہجرت سے پانچ یا چار برس پہلے ہو چکا تھا۔

زبیر بن بکار اور ابن شہاب سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے نبوت کے دسویں سال شوال المکرم کے مہینہ میں ہجرت سے تین برس پہلے حضرت عائشہ

85005

صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کیا۔

عبدالوارث، قاسم اصبغ، احمد بن زبیر، موسیٰ بن اسمٰعیل، محاد بن سلمہ، ہشام بن عروہ اور ان کے باپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت سے پہلے دو یا تین برس کے مابین نکاح کیا تھا۔ میری عمر چھ یا سات سال کی تھی۔

حضرت ابوعمر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ کا نکاح شوال میں ہوا تھا۔

حضرت عمرہ بنت عبدالرحمٰن بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمرہ نے کہا میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سنا ہے کہ آپ کہتی تھیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے مجھ سے نبوت کے دسویں سال ہجرت سے تین برس پہلے جبکہ میں سات برس کی تھی نکاح کیا۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ ہجرت فرما کر بروز دوشنبہ بارھویں ربیع الاوّل کو مدینہ منورہ میں داخل ہوئے اور میں ہجرت کے آٹھویں مہینے میں جبکہ میری عمر نو برس کی تھی، مدینہ میں رخصتی ہوئی۔

حق مہر:

حق مہر کے متعلق حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ کی بیویوں کا کتنا مہر بندھا تھا۔ آپؓ نے فرمایا: ''بارہ اوقیہ اور نش'' (اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے) پھر فرمایا: تجھے معلوم ہے کہ نش کیا چیز ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ فرمایا: نش نصف اوقیہ کا ہوتا ہے۔ اس حساب سے پانچ سو درہم ہوئے۔

عطیہ کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مہر پچاس درہم مقرر کیا گیا تھا۔

﴿طبقات ابن سعد﴾

الغرض حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہجرت سے دو یا تین برس پہلے مکہ المکرمہ میں جبکہ آپؓ کی عمر چھ یا سات برس کی تھی ہوا۔ اس کے بعد حضور نبی کریم ﷺ کو ہجرت کا حکم ہوا۔ آپ ﷺ عازمِ ہجرت ہوئے لیکن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بوجہ کمسنی ان کے والدین نے رخصت نہ کیا۔ اور آپؓ اپنے میکے ہی میں رہ گئیں۔

سرکارِ دو عالم ﷺ کی ہجرت

جب کفارانِ مکہ کی شرارتیں حد سے زیادہ بڑھ گئیں اور ان کی سختیاں ضرورت سے زیادہ سخت ہوگئیں تو اللہ نے نبی کریم ﷺ کو مکہ چھوڑ کر مدینہ منورہ جانے کا حکم دیا اور فرمایا: یہ لوگ اس قابل نہیں ہیں کہ خدا کا نور ان میں رہے، اس لیے آپ مکہ چھوڑ دیں اور مدینہ منورہ کو آباد کریں۔ اپنے احباب و انصار کو بھی اپنے ساتھ لے جائیں۔
گو مکہ اس وقت حضور نبی کریم ﷺ کیلئے مصیبتوں کا گھر بنا ہوا تھا، مگر پھر بھی وطن تھا، وطن کی محبت مشہور ہے انسان ہزار مصیبتوں میں مبتلا رہ کر بھی وطن کا چھوڑنا پسند نہیں کرتا، مگر یہاں اللہ تعالیٰ کے حکم سے مجبوری تھی، ہجرت کرنا ہی پڑی۔
ہجرت سے دو تین دن پہلے رسول اللہ ﷺ دوپہر کے وقت حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے۔ دستور کے موافق دروازہ پر دستک دی۔ اجازت کے بعد اندر تشریف لے گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کچھ مشورہ کرنا ہے سب کو ہٹا دو۔ وہ بولے کہ یہاں آپ ﷺ کے حرم کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے ہجرت کا حکم مل چکا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! کیا مجھ کو بھی ہمراہی کا شرف حاصل

ہوگا۔ ارشاد ہوا ہاں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دو اونٹنیاں چار مہینے سے ببول کی پتیاں کھلا کھلا کر تیار کی تھیں۔ عرض کیا کہ ان میں سے ایک آپ پسند فرمائیں۔ محسن عالم ﷺ کو کسی کا احسان لینا گوارا نہ تھا۔ ارشاد ہوا اچھا مگر بقیمت۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجبوراً قبول کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس وقت کمسن تھیں۔ ان کی بڑی بہن حضرت اسما رضی اللہ عنہا نے جو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی ماں تھیں، سفر کا سامان تیار کیا۔ دو تین دن کا کھانا ناشتہ دان میں رکھا اور نطاق جس کو عورتیں بطور ازار کمر سے باندھ لیتی ہیں پھاڑ کر اس سے ناشتہ دان کا منہ باندھا۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک ان کو "ذات النطاقین" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

صاحب اسد الغابہ کلبی کا قول ہجرت کے متعلق یوں نقل کرتے ہیں کہ پہلی ربیع الاوّل کو غار ثور سے نکلے اور بارھویں ربیع الاوّل کو جمعہ کے دن مدینہ میں پہنچے۔

ہجرت پر ابوجہل کا طیش میں آکر حضرت اسماءؓ کو مارنا:

علامہ ابن اثیر تاریخ کامل میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت اسما بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب حضور نبی کریم ﷺ ہجرت کر گئے تو کچھ لوگ قریش کے ہمارے گھر پر آئے جن میں ابوجہل بھی تھا۔ یہ لوگ دروازہ پر آ کر کھڑے ہو گئے اور مجھ سے پوچھنے لگے کہ تیرا باپ کہاں ہے؟ میں نے کہا: مجھے معلوم نہیں۔ ابوجہل یہ سن کر طیش میں آ گیا اور میرے رخسار پر ایک طمانچہ مارا، جس سے میرے کان کا گوشوارہ نکل کر گر پڑا۔ مجھے بہت صدمہ پہنچا۔ ابوجہل بڑا بدکار اور خبیث شخص تھا۔ ہم لوگ سخت غمگین [illegible] اور ہمیں یہ معلوم نہیں تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ کہاں تشر[illegible] لے گئے ہیں؟

اسی پریشانی میں ہم نے سن[illegible] کہ ایک جن کہہ رہا ہے جو مکہ کے اسفل کی طرف سے آیا، لوگ اس کے پیچھے پیچھے چلتے اور آواز سنتے آتے ہیں، مگر وہ جن نظر نہیں آتا، صرف اس کی آواز سنائی دیتی تھی اور وہ جن یہ کہہ رہا تھا:

جزی اللہ رب الناس خیراجزائہ	رفیقین حلاّ خیمتے امہ معبد
ھما نز لا با الھدی دا عیدمابہ	فافکم من اسیٰ رفیق محمد ﷺ
فیالقصی مازوی اللہ عنکحہ	بہ من فعالِ لاتجاری و سودوِ
بنی کعب مکان فتاتھم	و مقعدھا اللمومنین بمرصد

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ جو مخلوق کا پروردگار ہے ان دونوں رفیقوں کو جزائے خیر عطا فرمائے جو ام معبد کے خیمہ میں فروکش ہیں۔ وہ دونوں مقام ہدیٰ میں اترے وہاں صبح کے وقت پہنچے بے شک اسے فلاح نصیب ہوئی جو محمد ﷺ کا دوست بن گیا۔ اے بنی قصی اس، رسول ﷺ کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے تم میں وہ افعال اور سیادت قائم کی جس کی نظیر نہیں ہے۔ اے بنی کعب! تمہیں اپنی جوان عورتوں کی وہ نشست گاہ مبارک ہو جو مومنین کے راستہ میں واقع ہے۔''

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب ہم نے یہ آواز سنی تو ہم جان گئے کہ حضور نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لے گئے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مدینہ میں:

عمرہ بنت عبدالرحمٰن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ اور میرے والد مدینہ کی طرف ہجرت فرما گئے تو ہم لوگ مکہ میں رہ گئے۔ پھر آپ ﷺ نے مدینہ پہنچ کر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ان کے غلام ابو رافع رضی اللہ عنہ کو ہمارے لینے کیلئے بھیجا۔ دو اونٹنیاں دیں اور پانچ سو درہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لے کر دیئے۔ تاکہ ضروری سامان خرید لیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی ان دونوں شخصوں کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن اریقط الدیلی رضی اللہ عنہ کو دو یا تین اونٹنیوں کے ساتھ روانہ کیا اور اپنے بیٹے عبداللہ کو لکھ دیا کہ وہ ہمارے اہل و عیال کو سوار کر کے لے آئے۔ جن میں ایک میری ماں حضرت اُم رومان رضی اللہ عنہا، ایک میری بہن اسماء زوجہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور ایک میں تھی۔ حضرت زید بن

حارثہ رضی اللہ عنہ نے قدید میں آ کر پانچ سو درہم کی تین اونٹنیاں خریدیں اور ہم سب مکہ سے سوار ہو کر مدینہ کی طرف چل پڑے۔

حضرت طلحہ ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بھی ظاہر کیا کہ میں آل ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت کرنا چاہتا ہوں۔ غرضیکہ وہ بھی چل پڑے۔ حضرت زید بن حارثہ، ابو رافع رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ، حضرت ام کلثوم اور حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہن سوار ہوئیں اور حضرت زید نے حضرت ام ایمن اور حضرت اسامہ اپنے لڑکے کو سوار کیا۔

حضرت عبداللہ ابن ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت ام رومان اور اپنی بہنوں کے ساتھ سوار ہوئے، جب ہم مقام بیض میں پہنچے تو ہماری اونٹنی بدک گئی اور ہم گرنے لگے۔ میرے ساتھ میری ماں بھی تھی۔ وہ چلائی: وابنتاہ! واعروساہ!! ہائے میری لڑکی، ہائے میری دلہن، میری بہن گر گئی مگر کہیں چوٹ نہ لگی اللہ تعالیٰ نے سلامت رکھا۔ اونٹنی سنبھل گئی پھر ہم مدینہ پہنچ گئے اور آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معہ اہل بیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس روز مسجد نبوی میں فروکش ہوئے۔

مدینہ میں رہائش اور بخار کا حملہ:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نکاح کے بعد ہم مدینہ آئے اور حارث بن خزاج کے مکان میں فروکش ہوئے، پھر مجھے بخار آنے لگا اور اس نے اس قدر شدت کی کہ میرے سر کے بال گر گئے۔

چنانچہ منجملہ دیگر روایات کے ایک روایت یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عورتوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

"تم میں سے جس عورت کے بال ہوں وہ انہیں سنوار کر رکھے۔"

رخصتی:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن میرے پاس میری والدہ حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا آئیں، میں کھیل میں مشغول تھی اور میرے

ساتھ میری سہیلیاں بھی کھیل رہی تھیں۔ اماں نے مجھے پکارا، میں ان کے پاس چلی گئی۔ مجھے کچھ معلوم نہ تھا کہ وہ مجھے کیوں بلا رہی ہیں۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مجھے ایک گھر کے دروازہ پر کھڑا کر دیا۔ میرا سانس (اس وقت) پھول رہا تھا، جب میرا سانس کچھ ٹھہرا، تو میں نے کچھ پانی اپنے منہ اور سر پر ڈالا، پھر میری ماں نے مجھے اس مکان میں داخل کیا، میں نے دیکھا کہ چند انصار کی عورتیں وہاں بیٹھی ہوئی ہیں۔ انہوں نے مجھے دعا دی: ''خیر و برکت اور نیک فال کے ساتھ کہا آؤ۔'' پھر میری ماں نے مجھے ان کے حوالے کر دیا۔ انہوں نے میرا بناؤ سنگھار کیا، پھر اچانک دو پہر کے وقت حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائے۔ میری ماں نے مجھے آپ ﷺ کے سپرد کر دیا۔ میری عمر اس وقت نو (۹) برس کی تھی۔

عمرہ بنت عبدالرحمٰن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب ہم مکہ سے مدینہ منورہ آئے تو ہم انہی مکانوں میں فروکش ہوئے جو مسجد کے گرد بنائے گئے تھے۔ میں مدینہ آ کر چند روز اپنے باپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر رہی، ایک روز میرے باپ نے حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصت میں کونسا امر مانع ہو رہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس مہر ادا کرنے کیلئے روپیہ نہیں ہے اور یہی امر تاخیر کا باعث ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کو بارہ اوقیہ اور ایک نش دیا۔

مبارک مکان:

حضور نبی کریم ﷺ زر مہر لے کر ہماری طرف آئے اور میں اسی مکان میں دلہن بنا کر رکھی گئی جس میں اب میں رہتی ہوں۔ اسی میں حضور نبی کریم ﷺ نے وفات پائی۔ اس مکان میں مسجد کی طرف جانے کا آپ ﷺ نے ایک دروازہ بھی بنا رکھا تھا جسے ''باب عائشہ'' کہتے تھے۔ (یہ بات آپ ﷺ نے فخریہ بیان کی کیونکہ

دوسرے دروازے بند کر دیئے گئے تھے۔) اسی دروازہ سے آپ مسجد میں آیا جایا کرتے تھے۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے رہنے کا حجرہ بھی مسجد کے ایک پہلو پر واقع تھا۔ (حضور نبی کریم ﷺ کا یہ طرز عمل کہ جب تک آپ ﷺ نے مہر ادا نہیں کر دیا، حضرت عائشہ کو رخصت نہ کرایا۔

فائدہ:

آج کل بے حد قابل توجہ بات ہے کہ مسلمانوں میں رسم نکاح شرع اسلام کے موافق آج تک جاری ہے اور مہر بھی برابر دیتے ہیں گو مہر کا رواج رسماً معیوب سمجھا جانے لگا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اب پابندی قیود کے خیال سے ہزاروں روپیہ کا مہر بنتا ہے اور اسی لیے لوگ اس سے جان چھڑاتے ہیں۔ بہرکیف تھوڑا یا کم مہر دینا ضروری ہے۔ مگر یہ رسم شرعی خیال نہیں کی جاتی، بلکہ اب تو بار معلوم ہوتی ہے، اگر حضور نبی کریم ﷺ کے طرز عمل کے مطابق مہر باندھا جائے تو باعث فلاح اور شریعت اسلام کے موافق ہے لیکن ہم یہاں یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ آج کل مہر باندھنا محض رسمی ہے جس کی ادائیگی کا ذرا بھی خیال نہیں کیا جاتا۔ میاں بیوی دونوں مر جاتے ہیں مگر مہر ادا نہیں ہوتا بلکہ کبھی ذکر بھی نہیں آتا۔

بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم نے اپنی بیوی کو ہزاروں روپیہ کا زیور بنا دیا، اب مہر کیسا مگر یہ بڑی غلطی ہے۔ مہر جب تک مہر کی حیثیت سے اور اسی اندازہ سے ادا نہیں کیا جائے ادا نہیں ہوتا اور اس کا ادا کرنا شریعت کا ایک حکم ہے۔ جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے طرز عمل سے ظاہر ہوا کہ ادھار لے کر جب تک آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مہر ادا نہ کر دیا، ان کا خیال بھی نہ کیا۔ مسلمانوں کو اس بارے میں آپ ﷺ کی تقلید کرنی لازمی ہے۔

تاریخ رخصتی:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رخصتی کے بعد پہلی مرتبہ

حضور نبی کریم ﷺ تنہائی میں میرے پاس بیٹھتے تو مجھے ڈر سا معلوم ہونے لگا۔

﴿صحیح بخاری﴾

جس مہینہ میں میں میکے سے رخصت ہوئی، میرا نکاح بھی اسی مہینہ میں ہوا تھا، یہ شوال کا مبارک مہینہ تھا۔

﴿مشکوٰۃ باب النکاح﴾

زبیر بن بکار اسناد کے ساتھ یہ روایت کرتے ہیں کہ وہ شوال جس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رخصت کی گئی تھیں، ہجرت کا اٹھارھواں مہینہ تھا۔

﴿استیعاب کتاب النسا﴾

واقدی کی روایت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول یوں بیان کیا گیا ہے کہ میں ہجرت کے آٹھویں مہینے میں دلہن بنائی گئی تھی۔

﴿اصابہ کتاب النساء﴾

عبداللہ ابن عمر حضرت عائشہ صدیقہؓ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کہتی تھیں میں اس امر کو پسند کرتی تھی کہ میری رخصتی شوال میں ہو۔

ابو عاصم سے مروی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں شوال میں رخصت ہونا یا رخصت کرنا عرب میں مکروہ خیال کیا جاتا تھا۔ ابو عاصم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مجھ سے مکہ میں سفیان نے ۱۴۶ ہجری میں حسن بن وہب الحمی کے مکان پر بیان کی تھی۔

﴿طبقات ابن سعد﴾

فائدہ:

یہ اختلافات جو بیان ہوئے کچھ اہمیت نہیں رکھتے۔ مختلف راویوں کی وجہ سے روایات کا مختلف ہوجانا، ایک معمولی سی بات ہے، مگر اس میں کسی کو اختلاف نہیں اور یہی قول صحیح بھی ہے کہ آپؓ کی عمر نکاح کے وقت سات برس کی تھی اور رخصت کے وقت آپؓ نویں سال میں تھیں۔ جب حضور نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی ہے تو آپؓ کی عمر اٹھارہ سال کی تھی۔ مکہ میں آپؓ کا نکاح ہوا، مدینہ میں رخصتی ہوئی، باقی

اختلافات کا باعث سال کے بارہ مہینوں کی کسرات ہیں۔

مثلاً یوں سمجھ لیجئے کہ ہجرت سے دو برس پہلے آپ کا نکاح ہوا، اس وقت آپؓ کی عمر سات برس کی تھی۔ نویں برس آپؓ کی رخصت ہوئی تو ہجرت کے پہلے سال میں اختتام سال تک جس وقت بھی آپ رخصت ہوں۔ آپؓ کی عمر نو ہی برس کی شمار کی جائے گی۔ آپ کا نکاح شوال میں ہوا تھا۔ اس وقت آپؓ کی عمر سات برس کی تھی۔ یعنی ساتواں برس لگا تھا۔ دوسرے شوال کی آٹھواں برس شروع ہوا۔ تیسرے شوال کو نواں برس اور چوتھے شوال تک نواں سال ہی رہا، لہٰذا ہجرت سے دو برس پہلے نکاح ہونا اور اٹھارہویں مہینے میں رخصت ہونا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کی عمر نو برس سے زیادہ نہ تھی۔ اس قسم کے دوسرے اختلافات کی تشریح بھی اسی طرح کی جاسکتی ہیں۔

جہیز اور ولیمہ:

دونوں جہان کے سردار محبوب خدا سرور کونین ﷺ کی دلہن رخصت ہوئیں تو انہیں نہ کچھ جہیز ملا، نہ کوئی شان وشوکت کے ساتھ برأت نکلی۔ ماں اٹھی بیٹی کا ہاتھ پکڑا اور شوہر کے حوالے کر دیا۔

گو ابھی ہجرت کو بہت کم زمانہ گزرا تھا مگر مسلمانوں کی کافی تعداد ہو گئی تھی، اگر چاہتے تو دو چار اونٹ ذبح کر سکتے تھے۔ دس پانچ من کھجوریں دس بیس سیر چربی تھوڑا بہت آٹا جمع کر سکتے تھے۔ دو چار جوڑے کپڑے چار پانچ ردائیں تولہ دو تولہ مشک ہڈی کا بنا ہوا ہار، دوسری قسم کے ایک دو زیور بہم پہنچا سکتے تھے پھر دلہن کا باپ کوئی معمولی آدمی نہ تھا۔ ہمیشہ سے عرب میں سردار رہا اور اپنی زندگی آرام اور عزت کے ساتھ گزاری، اس کے گھر میں کسی چیز کی کمی نہ تھی مگر باوجود ان تمام باتوں کے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو جہیز میں کچھ بھی نہ دیا گیا اور سادگی کو اسلام کا زیور سمجھا گیا۔

تنبیہ:

اے اس نبی ﷺ کی امت والو! اے شریعت اسلام کے دعویدارو! شرم کرو حیا

کرو اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نکاح سے سبق حاصل کرو، تم ایک لڑکے یا لڑکی شادی میں تباہ ہو جاتے ہو، اپنی جائیدادیں نیلام کر دیتے ہو، خود بھی برباد ہو جاتے ہو اور اپنی دولت بھی برباد کر دیتے ہو اور پھر تماشہ یہ کہ نہ لڑکے کو فائدہ پہنچتا ہے نہ لڑکی کو، نہ دولہا کو آسانی ہوتی ہے نہ دلہن کو۔ دوست احباب عزیز واقارب شہر اور گاؤں والے آتے ہیں، ناچ رنگ دیکھتے ہیں، کھانے کھاتے ہیں اور موچھوں پر تاؤ دیتے چلے جاتے ہیں، مگر تم سوچو کہ اس سے تمہیں یا تمہارے لڑکے لڑکیوں کو کیا فائدہ ہوا اور کتنا ثواب ملا، اگر تم نے رقص و سرود کی محفلیں منعقد کیں تو گویا ایک گناہ کا ذریعہ خود بنے، نہ تم ایسی محفلیں منعقد کرو نہ اور بیٹھ کر فسق و فجور میں مبتلا ہوں۔ کھانا اچھا پکایا اور ہزاروں کو کھلایا تو کیا تیر مارا۔ تم سمجھتے ہو بڑا نام ہوا مگر کھانے والوں سے پوچھو کہ ڈکاریں لیتے جاتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ "بھئی گھی اچھا نہ تھا، چاول ذرا کچے رہ گئے، کوئی کہتا ہے ارے میاں اس نے کیا کیا فلاں فلاں نے تو ایسا کیا تھا اور ایسا کیا تھا۔ کوئی کہتا ہے سب کچھ تو تھا مگر وہ چیز اور ہوتی تو لطف تھا۔ غرضیکہ جتنے منہ اتنی باتیں، دو چار دن کی دھوم دھام اور شہرت اس کے بعد کچھ بھی نہیں۔

برکت والا نکاح:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: زیادہ برکت والا وہ نکاح ہے جس میں مہر اور روٹی کپڑے کی مقدار کم ہو۔

﴿مشکوٰۃ باب الایمان﴾

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اسی حدیث کے مطابق ہوا۔ رخصتی بھی اس کے مطابق ہوئی کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ کو جو چیز پیاری تھی اس کی ہر ایک چیز عزیز تھی۔ اس لیے آپ ﷺ اس نکاح اور رخصتی کو کس طرح برکت والا نہ بناتے، یہی راز تھا کہ آپ کی شادی میں سادگی برتی گئی۔

روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نہ تو میرے ولیمہ

میں کوئی اونٹ ذبح کیا گیا نہ کوئی بکری، ساری کائنات میں سامان ولیمہ ایک دودھ کا پیالہ تھا، جو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے گھر سے آیا تھا۔

﴿مسلم﴾

دودھ اور کھجوروں سے ضیافت:

علامہ ابن اثیر آپ کی مشاطہ اسماء کا یہ قول لکھتے ہیں کہ ہم رخصتی کے روز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے کہ حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائے۔ آپ ﷺ کے پاس صرف ایک دودھ کا پیالہ اور کچھ کھجوریں تھیں، آپ ﷺ نے وہ ہمارے سامنے رکھ کر کہا کہ کھاؤ پیو، ہم نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہم تو روزہ میں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم بھوک اور جھوٹ دونوں چیزوں کو ایک پیٹ میں جمع نہ کرو، پھر ہم نے دودھ اور کھجوریں کھائیں۔

(سبحان اللہ! کیا شانِ رسالت ﷺ ہے۔)

﴿اسد الغابہ﴾

ہم یہ تو نہیں کہتے کہ بیاہ شادی میں ایک پیسہ بھی خرچ نہ ہو لیکن مقصد یہ ہے کہ جب شادی بیاہ شریعت اسلام کے مطابق کی جاتی ہے تو اس کے تمام ارکان میں شریعت کی مطابقت کا خیال کیوں نہیں رکھا جاتا۔ اپنی مقدرت اور استطاعت کو ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہیے۔ ولیمہ سنت رسول ﷺ ہے۔ اس کا کرنا گناہ نہیں لیکن صرف حسب طاقت، دلہن دلہا کو امداد دینا بہت اچھا کام ہے۔ انہیں حسب حیثیت نقد وجنس دینا چاہیے، تاکہ وہ تمہاری اعانت سے اپنی زندگی خوشگوار اور آسان بنا سکیں، لیکن ایسا نہ کرو کہ ایک سونے کی ہتھکڑی دولہن کے ہاتھوں کے لیے وقف ہو اور ایک چاندی کی بیڑی اسے پابہ زنجیر بنا دے دولہا اس میں تصرف کرنے کا مجال نہ رہے۔ کپڑے سوائے ظاہری نام ونمود کے کسی کام نہ آئیں، تمام عمر رکھے رکھے گل جائیں، ریشم کے کاغذی پیراہن پہنا کر دولہن کو پیکر تصویر نہ بناؤ۔ استعمال کیلئے برتن دو۔ پہننے کیلئے

کپڑے دو۔ کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ اس کی ممانعت نہیں فرمائی۔

حدیث میں آیا ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم نے انماط (ایک قسم کی پوشاک یا بستر وغیرہ ہیں) بنا لیے۔ (شادی میں دینے کیلئے) میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہمیں انماط کہاں میسر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عنقریب (میسر) ہو جائیں گے۔

اسی طرح عزیز واقارب اور احباب کیلئے یہی جائز ہے کہ وہ دلہا اور دلہن کو تحفے دیں اوران کی مدد کریں۔ اس کے علاوہ باقی جس قدر باتیں ہیں، سب بدعت ہیں۔ تعجب ہے کہ شادی تو ہو مسلمان کے گھر اور رسمیں برتی جائیں غیر قوموں کی۔ کیا ہمیں مسلمان ہونے کی حیثیت سے یہ بھی لازم ہے کہ ہم جن قوموں میں ہیں اپنے مراسم میں ان کی تقلید کریں اور اپنے رسول ﷺ، اپنے ہادی، اپنے پیشوا اور اپنے آقا کے نمونہ عمل کو بھلا دیں بلکہ پس پشت ڈال دیں، کچھ پروانہیں اگر زمانہ تمہیں برا کہے، کچھ مضائقہ نہیں اگر خاندان والے تمہارا نام رکھیں، تو تم خدا اور اسکے رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری کرو، ان کے حکم مانو، سب اپنے آپ سیدھے ہو جائیں گے۔

”وہ مہربان ہے تو جہان مہربان ہے۔“

ازدواجی زندگی

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی، رسول اللہ ﷺ کی زوجہ، مسلمانوں کی ماں، اگرچہ سن وسال اور چال ڈھال کے لحاظ سے ابھی ایک بھولی بھالی لڑکی کہلانے کی حقدار ہیں۔ لیکن حقیقتاً آپ کی عمر کا اب دوسرا دور شروع ہو گیا ہے۔ وہ آزادی جو اس سے پہلے حاصل تھی اب کوسوں نظر نہیں آتی، خاوند کے شرعی حقوق، آداب

رسالت کا لحاظ، اپنی حیثیت اور اپنی بساط کے موافق کرنا ہی پڑا۔ ماں باپ کا گھر چھوٹ گیا، مکہ چھوڑ کر مدینہ میں آنا پڑا۔ رسول اللہ ﷺ ہو یا رسول اللہ ﷺ کی امت، خاوند بیوی کے حقوق و مراتب ہر جگہ ایک نئی شان رکھتے ہیں، بلکہ جتنی بڑی سرکار ہو اتنی ہی زیادہ مشکل پڑتی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن میں گھر میں بیٹھی ہوئی تھی اور میرے پاس ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے اور اس شخص کو دیکھ کر آپ ﷺ کے چہرہ مقدس کا رنگ کچھ اس طرح بدل گیا جس سے میں سمجھ گئی کہ آپ ﷺ اس واقعہ سے رنجیدہ ہو گئے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ تو میرا رضاعی بھائی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! دودھ کے رشتے کی اچھی طرح تحقیق کرنا لازم ہے۔ کیونکہ دودھ کا رشتہ اس وقت ثابت ہوتا ہے جبکہ دودھ بچہ کی غذا ہو۔

مطلب یہ ہے کہ رضاعت کے زمانہ کے علاوہ دودھ پینا رشتہ ثابت کرنے کیلئے کافی نہیں ہے۔ اب آپؓ کاشانہ نبوت رسول اللہ ﷺ میں رہتی ہیں۔ جہاں نہ کوئی ساس ہے نہ نند ہے، اس لیے آپؓ اکثر گھر میں تنہا رہتی ہیں اور کم سنی میں تنہائی کی برداشت کچھ آسان نہیں ہے۔

حضرت عائشہؓ کا گڑیوں سے دل بہلانا:

ہاں رخصتی کے وقت آپؓ اپنی گڑیاں ساتھ لیتی آئیں اور انہیں سے اپنا دل بہلایا کرتی تھیں۔

صحیحین کی روایت کے مطابق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول مقبول ﷺ کی حرم سرا میں رہتی تھیں مگر گڑیاں سے کھیلتی تھیں۔ ان مہاجر گڑیوں کو انصاری گڑیوں کی اعانت و امداد نصیب ہوئی۔ اللہ اللہ کیا گڑیاں ہیں۔ خدا جانے ہم سے پہلے بھی کسی محقق نے اس فلسفہ پر نظر ڈالی ہے یا نہیں کہ لڑکے گڑیوں سے کیوں نہیں

کھیلتے اور لڑکیوں کو فطرتاً ان سے اس قدر محبت کیوں ہوتی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میری رخصتی ہوئی تو اپنی سہیلیوں کے ساتھ گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی۔

جس کتاب کی یہ پہلی روایت ہے اسی کی دوسری روایت میں صرف اس قدر زیادہ ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے گھر میں گڑیوں سے کھیلتی تھی۔ تیسری روایت جو اس میں تحریر ہے یہ ہے کہ ایک روز حضور نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور میں گڑیوں سے کھیل رہی تھی۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا؟ عائشہ! یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! حضرت سلیمان علیہ السلام کا گھوڑا ہے۔ اس پر آپ ﷺ کو ہنسی آ گئی پھر آپؓ فرماتی ہیں کہ میں حضور نبی کریم ﷺ کے پاس یعنی آپ ﷺ کے گھر میں رہ کر گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی۔ میری سہیلیاں بھی آجاتی تھیں، جب رسول اللہ ﷺ تشریف لاتے تو وہ چلی جاتیں، جب آپ ﷺ جاتے تو انہیں کھیلنے کیلئے میرے پاس بھیجتے جاتے۔

یہ تمام روایتیں طبقات ابن سعد سے نقل کی گئی ہیں مگر ان کی تائید دوسری کتب احادیث اور اسماء الرجال سے ہوتی ہیں چنانچہ بخاری اور مسلم کی متفق علیہ روایت مشکوٰۃ میں یوں ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے گھر گڑیوں سے کھیلتی تھی اور میرے ساتھ میری سہیلیاں بھی کھیلتی تھیں، جب رسول اللہ ﷺ تشریف لاتے تھے تو وہ لڑکیاں آپ ﷺ سے شرما کر چھپ جاتی تھیں، لیکن جب آپ ﷺ باہر جاتے تو انہیں میرے پاس بھیجتے جاتے اور وہ میرے ساتھ کھیلتی رہتیں۔
﴿مشکوٰۃ﴾

نبی کریم ﷺ کا مسکرانا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ حضور نبی

کریم ﷺ تبوک یا حنین کی لڑائی میں تشریف لائے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ ایک طاق پر پردہ پڑا ہوا ہے، اس میں میری گڑیاں تھیں، ہوا چلی تو پردہ اڑ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے گڑیوں کی طرف دیکھ کر فرمایا: یہ کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا: یہ میری گڑیاں ہیں، ان میں سے آپ ﷺ ایک گھوڑا دیکھ کر جس کے دو پر کپڑے کے لگے ہوئے تھے۔ پوچھا کہ یہ کیا ہے جوان کے بیچ میں مجھے معلوم ہوتا ہے۔

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ گھوڑا ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا اور اس کے اوپر کیا ہے میں نے کہا دو پَر ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا گھوڑے کے بھی پر ہوتے ہیں۔ میں نے کہا: ہاں۔ کیا آپ ﷺ نے نہیں سنا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کے پَر تھے۔ پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ سن کر آپ ﷺ بہت ہنسے۔

﴿ابوداؤد، مشکوۃ﴾

روایات کا سلسلہ بالا اتفاق اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے سامنے اور پیچھے گڑیوں سے کھیلتی تھیں اور حضور نبی کریم ﷺ انہیں منع نہیں فرماتے تھے۔ بظاہر اس کے دو ہی سبب ہو سکتے ہیں۔

ایک تو یہ کہ آپؓ کمسن تھیں، دوسرا یہ کہ آپ ﷺ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی دلدہی منظور تھی۔ اس کے علاوہ گڑیوں کا کھیلنا ویسے بھی معیوب نہیں جو لوگ اس شغل کو عیب بتاتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔

لڑکیوں کیلئے اس سے بہتر کوئی شغل نہیں۔ خصوصاً کم عمری میں جبکہ وہ شرک و کفر کی تعریف سے واقف نہیں ہوتیں، اور کچھ نہیں سمجھتیں کہ شرک کیا ہے اور کفر کسے کہتے ہیں۔

البتہ بڑی عمر میں لڑکیوں کے لئے یہ شغل معیوب ہے کہ اب ان میں پوری سمجھ ہوتی ہے اور اب ان کا یہ شغل تصویر پرستی یا صورت پرستی پر محمول کیا جا سکتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی حضرت عائشہؓ سے محبت اور ناز برداری

ایک طرف تو پاک و ہند میں میاں بیوی کی رنجشوں کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ جدھر دیکھئے یہی قضیئے اور یہی جھگڑے ہیں، دوسری طرف بعض جماعتیں اور چند فرقے رشک سے کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضور نبی کریم ﷺ کو زیادہ دلبستگی کیوں تھی اور ان کو آپ ﷺ دوسری بیویوں سے زیادہ عزیز کیوں سمجھتے تھے۔ لیکن جو حقیقت شناس نگاہیں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے حالات زندگی کا مطالعہ کر چکی ہیں وہ اس راز کو اچھی طرح جانتی ہیں۔ خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سب سے زیادہ رشک مجھے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا پر ہوا کرتا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ جب ان کی تعریف فرماتے تھے تو بہت ہی زیادہ تعریف فرماتے تھے اور تو کیا ان کے خویش و اقارب کی بھی آپ ﷺ کے دل میں بے حد محبت تھی۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد آپ ﷺ نے مستورات کے دو گروہ قائم فرمائے تھے۔ پہلے گروہ میں حضرت آسیہ، حضرت خدیجہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنھن شامل تھیں مگر دوسرے گروہ کی سردار صرف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ جو الفاظ تعریف آپؓ کے لئے استعمال کیے گئے ہیں وہ جداگانہ ہیں۔ نکتہ رس طبیعتیں ان سے بہت کچھ مطالب اخذ کر سکتی ہیں لیکن تمام محققین کی رائے اس بارے میں متفق ہے کہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد حضور نبی کریم ﷺ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کوئی بیوی پیاری نہ تھیں۔ تو کیا یہ بات قابل اعتراض ہے؟ انسان کو دماغ اور دل دیا گیا ہے ان میں

مختلف قوتیں ودیعت کی گئی ہیں۔ بشر ان کے ماتحت کام کرنے پر مجبور ہے۔ کوئی صورت دلفریب ہوتی ہے، کوئی نفرت انگیز، یہ سب خدا کی قدرت کے نمونے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی تعلیم بھی یہی ہے کہ بخلق جہاں آفریں کارکن۔

حضور نبی کریم ﷺ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جس قدر محبت تھی وہ قیس بن عامر اور لیلیٰ کی محبت کا نمونہ، نہ تھی بلکہ حقیقت شناسی پر دال تھی۔

حضور نبی کریم ﷺ عام لوگوں کو یہ تعلیم دیا کرتے تھے کہ وہ اپنی عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں، کیونکہ زمانہ جاہلیت میں عرب کے لوگ عورت کی کچھ بھی حقیقت نہیں سمجھتے تھے، بلکہ عورت کی ذات سے یہاں تک جلتے تھے کہ اکثر لڑکیاں پیدا ہوتے ہی ہلاک کر دی جاتی تھیں۔

جہاں جاہلیت اور جلادی کا اتنا زور ہو وہاں جب تک محبت اور حسن سلوک کا نمونہ نہ بتایا جائے، دوسروں پر کسی طرح بھی اثر نہیں پڑ سکتا۔ حضور نبی کریم ﷺ کی حرم سرا میں جس قدر ازواج مطہرات تھیں، سب کے ساتھ علیٰ قدر مراتب بہتر سلوک کیا جاتا تھا، مگر آپ ﷺ کی طبیعت میں تو مساوات کا رنگ تھا۔ اور خدا کی تعلیم بھی تھی کہ اگر تم اپنی بیویوں میں عدل اور مساوات کو قائم رکھ سکو تو ایک سے زیادہ شادیاں کر لو۔ مساوات کی ایک ادنیٰ مثال یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا جیسی ضعیف العمر عورت کو اجازت دیدی تھی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرح تم بھی گڑیوں سے کھیلا کرو۔

ایمان میں کامل شخص:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ فرماتے تھے کہ تمام مسلمانوں میں باعتبار ایمان وہ شخص کامل ہے جس کی سب سے اچھی عادت ہو، اور جو اپنے گھر والوں پر سب سے زیادہ مہربان ہو۔ یہ حدیث ترمذی نے نقل کی ہے۔
﴿مشکوٰۃ کتاب النکاح﴾

دوسری حدیث میں صرف اس قدر زیادہ ہے کہ میں تم لوگوں کی نسبت اپنے گھر والوں کے ساتھ زیادہ اچھی طرح رہتا ہوں۔

(یہ حدیث ترمذی اور دارمی نے نقل کی ہے اور ابن ماجہ نے ابن عباس سے یہاں تک نقل کی ہے کہ میں اپنے گھر والوں کیلئے اچھا ہوں۔)

﴿مشکوٰۃ کتاب النکاح حسن معاشرت﴾

ناز و انداز:

ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سر مبارک میں درد تھا اور نبی کریم ﷺ کی مرض الموت کی بیماری شروع ہو رہی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم میرے سامنے مرتیں تو میں تم کو اپنے ہاتھوں سے غسل دیتا اور اپنے ہاتھوں سے تمہاری تجہیز و تکفین کرتا اور تمہارے لیے دعا کرتا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ میری موت سناتے ہیں اگر ایسا ہو جائے تو آپ حجرے میں نئی بیوی لے آئیں گے تو حضور نبی کریم ﷺ نے یہ سن کر تبسم فرمایا۔

﴿بخاری﴾

افک کے واقعہ میں جب وحی کے ذریعہ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت ظاہر ہوئی تو آپ کی والدہ حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا نے کہا: بیٹی! اٹھ اور اپنے شوہر کے قدموں کو بوسہ دے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے محبت کے انداز میں بولیں کہ جس اللہ رب العزت نے میری برأت ظاہر فرمائی ہے میں تو اس کا شکر ادا کروں گی کسی اور کا نہیں۔ (واقعہ افک کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔)

نیزہ بازی کا مظاہرہ دیکھنا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ خدا کی قسم! میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ میرے حجرہ کے دروازہ پر کھڑے تھے اور حبشی مسجد میں چھوٹے چھوٹے نیزوں سے کھیل رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے میرے لیے

پردہ کیا، تاکہ میں آپ ﷺ کے کان اور کندھے کے درمیان سے حبشیوں کا تماشہ دیکھ سکوں۔ آپ میری خاطر اتنی دیر تک کھڑے رہے کہ (تھک کر) میں خود ہی ہٹ گئی، پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''تم نوعمر لڑکی کا جو کھیل پر دیوانی ہو اندازہ کرو۔'' (یہ روایت متفق علیہ ہے یعنی اسے مسلم اور بخاری نے بیان کیا ہے۔)

﴿مشکوٰۃ کتاب النکاح حسن معاشرت﴾

اس پچھلی روایت سے بہ آسانی معلوم ہو سکتا ہے کہ جب تک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خود ہی تھک کر نہ چلی گئیں، اس وقت تک رسول اللہ ﷺ کھڑے ہی رہے اور پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی ظاہر ہے کہ ایک کمسن اور کھیل کی شیفتہ لڑکی کا تھکنا اور سیر ہو جانا کوئی آسان بات نہ تھی۔

معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خاطر بہت زیادہ منظور تھی اور وہاں کھڑا رہنا کھیل دیکھنے کی غرض سے نہ تھا بلکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی دلجوئی کی وجہ سے تھا، اگر مسلمان اس واقعہ کو نمونہ بنا کر اپنی بیویوں کی دلجوئی کریں اور ان سے محبت کے ساتھ پیش آئیں تو وہ جھگڑے بکھیرے جو آئے دن ان کے تعلقات میں ہوتے رہتے ہیں کبھی نہ ہوں، اور میاں بیوی ایک خوشگوار زندگی کے مالک و مختار ہو جائیں۔

عورت کو مطیع و مسخر اور ہمخیال بنانے کیلئے تہدید، غصہ، مار پیٹ اور جھڑکیوں کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ان سب کی بجائے اگر صرف ایک حسن سلوک سے کام کیا جائے تو عورت مطیع ہو جائے گی۔ یہی وہ تعلیم ہے جو حضور نبی کریم ﷺ نے دی ہے اور یہی وہ طرز عمل ہے جو آپ ﷺ اپنی بیویوں کے ساتھ ہمیشہ روا رکھتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خوشی اور ناراضگی:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ! جب تو خوش یا ناراض ہوتی ہے تو مجھے معلوم ہو جاتا ہے۔ میں نے

عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ آپ کو کس طرح معلوم ہو جاتا ہے؟ فرمایا: جب تو مجھ سے ناراض ہوتی ہے تو ابراہیم علیہ السلام کے رب کی قسم کھاتی ہے اور جب تو خوش ہوتی ہے تو کہتی ہے ''قسم محمد کے رب کی'' یہ بات ہے یا نہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا ہاں (یونہی ہے) خدا کی قسم! یا رسول اللہ ﷺ میں صرف آپ ﷺ کا نام چھوڑ دیتی ہوں اور آپ ﷺ کی محبت دل میں اسی طرح قائم و باقی رہ جاتی ہے۔

﴿مشکوٰۃ کتاب النکاح، حسن معاشرت﴾

سبحان اللہ! رسول اللہ ﷺ کے خلوت کدہ میں کیا میٹھی اور خوشگوار شکر رنجی ہے۔ کیسی مزیدار بدمزگی ہے وہ مقیاس جس سے اس رنجش کا وزن کیا جاتا ہے۔ ایک پرلطف ادا ہے، اب اہل دل سوچیں اور سمجھیں کہ اگر رسول اللہ ﷺ انہیں نہ چاہیں تو پھر کسے چاہیں۔

اونٹ کے بدکنے پر نبی کریم ﷺ کو بے چینی:

ایک سفر میں ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سواری کا اونٹ بدک گیا اور آپ کو لے کر ایک طرف بھاگا تو حضور نبی کریم ﷺ اس قدر بے قرار ہوئے کہ بے اختیار زبان مبارک سے نکل گیا: واعد و ساہ، یعنی ''ہائے میری بیوی''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیٹی کو نصیحت کرنا:

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا تھا کہ تم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برابری نہ کیا کرو کیونکہ وہ تم سے خوبصورت ہے اور حضور نبی کریم ﷺ کو پیاری ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فقرہ سنا تو تبسم فرمایا۔

﴿بخاری﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بغیر دعوت قبول نہ کرنا:

روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پڑوس میں ایک شخص رہتا

تھا جو کھانا بہت اچھا پکانا جانتا تھا۔ ایک دفعہ اس نے بڑے اہتمام سے بہت ہی اچھا کھانا تیار کیا اور حضور نبی کریم ﷺ سے آ کر عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ ﷺ! آج میرے گھر آپ کی دعوت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ صرف میری ہی دعوت ہے یا عائشہ کو بھی مدعو کیا جائے گا۔ اس نے کہا صرف آپ ﷺ ہی کو دعوت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے منظور نہیں۔ وہ شخص چلا گیا۔ دوسری دفعہ پھر ایسا ہی اتفاق ہوا، پھر آپ ﷺ نے انکار فرما دیا۔ تیسری بار وہ شخص پھر آیا، اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اب آپ کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بھی دعوت ہے۔ قبول فرمائیے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اچھا منظور ہے۔

سچی محبت کرنے والے کوئی اچھی چیز بغیر اپنے دوست کے نہیں کھاتے۔ آپ ﷺ کی بھی یہی حالت تھی کہ لذیذ کھانا بغیر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی معیت کے قبول نہ فرمایا۔ کیونکہ اس دن حضور نبی کریم ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باری کی وجہ سے ان کے ہاں مقیم تھے۔

میں کھانا عائشہؓ کے گھر کھاتا ہوں:

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پہلے فقیر کا یہ طریقہ تھا کہ اگر کھانا پکاتا تو اس کا ثواب حضور نبی کریم ﷺ و حضرت امیر المومنین و حضرت فاطمہ و حضرات حسنین رضی اللہ عنہم کی ارواح مقدسہ کیلئے ہی خاص کرتا تھا اور ازواج مطہرات کا نام شامل نہ کرتا تھا تو

ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ تشریف فرما ہیں۔ فقیر نے آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا تو آپ ﷺ فقیر کی طرف متوجہ نہ ہوئے اور چہرہ انور دوسری طرف پھیر لیا اور فقیر سے فرمایا: کہ میں عائشہ (صدیقہ) کے گھر کھانا کھاتا ہوں، جس کسی نے مجھے کھانا بھیجنا ہو، وہ (حضرت) عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر بھیجا کرے۔ اس وقت معلوم ہوا کہ آپ کے توجہ نہ فرمانے کا سبب یہ تھا کہ

فقیر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو شریک طعام نہ کرتا تھا، اس کے بعد فقیر، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بلکہ تمام ازواج مطہرات کو بلکہ سب اہل بیت کو شریک کیا کرتا اور تمام اہل بیت کو اپنے لیے وسیلہ بنا تا تھا۔

﴿مکتوبات شریف، دفتر دوم، مکتوب نمبر ۳۶﴾

عورتوں کے حق میں رسول اللہ ﷺ کی وصیت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں کے حق میں مجھ سے اچھی وصیتیں حاصل کرو۔ بے شک یہ عورتیں پسلی سے پیدا ہوئی ہیں۔ (یعنی کج خلق ہیں) اور سب سے زیادہ ٹیڑھی اوپر والی پسلی ہوتی ہے، اگر تو اس کو سیدھا کرنا چاہے گا تو سیدھا کرنے کی بجائے تو اس کو توڑ دے گا اور اگر ویسی ہی رہنے دے گا تو ہمیشہ ٹیڑھی ہی رہے گی، تم عورتوں کے حق میں اچھی باتوں کی وصیت (جو میں کیا کروں) قبول کرلیا کرو۔ (یہ روایت مسلم اور بخاری کی متفق علیہ ہے۔)

﴿مشکوٰۃ کتاب النکاح حسن معاشرت﴾

عورت کے ساتھ حسن سلوک کا مقصد یہی ہے کہ زندگی آرام سے بسر ہو، خوشی سے وقت گزرے۔ یہی وجہ تھی کہ حضور نبی کریم ﷺ اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ حسن سلوک کے بہترین نمونے دکھاتے تھے اور دوسروں کو اپنی تقلید کی تعلیم فرماتے تھے۔

دوڑ کا مقابلہ:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میں حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ سفر میں تھی۔ میں اور آپ ﷺ دونوں دوڑے۔ میں آپ ﷺ سے آگے نکل گئی تو گویا آپ ﷺ مجھ سے ہار گئے۔ پھر جب میرے بدن پر گوشت چڑھ گیا (یعنی میں بھاری ہوگئی) آپ ﷺ کے ساتھ پھر دوڑی، تو آپ ﷺ مجھ سے آگے نکل گئے اور فرمایا: یہ تمہارے اس روز کے آگے نکل جانے کا بدلا ہوگیا۔

(یہ روایت ابوداؤد نے نقل کی ہے۔) ﴿مشکوٰۃ کتاب النکاح حسن معاشرت﴾

اس روایت سے یہ نتیجہ نکلا کہ جب عورت ایک لطیف ہستی ہے اور ہم اس کو اپنی درستگی کا ذریعہ تصور کرتے ہیں یا بناتے ہیں تو پھر ہم پر یہ ہی لازم ہے کہ ہم اس کی دلداری میں کوتاہی نہ کریں۔ اسی کا نام انصاف ہے جو ہمارے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خصوصیت امتیازی تھی اور آپ ﷺ اپنے اس قسم کے برتاؤ سے یہ ثابت فرما دیا کرتے تھے کہ ہر شخص سے جو برتاؤ کیا جائے وہ اس کی عقل اور حیثیت کے موافق ہو۔

اب آپ خیال کر سکتے ہیں کہ ایک نازک اور دبلی پتلی کمزور و کمسن عورت کا بھاگ کر آگے نکل جانا اور وہ بھی اس شخصیت سے جس نے رات دن جہاد میں جنگ و جدل میں اور سفر میں اپنی عمر کا زیادہ حصہ گزارا ہو، ماسوائے اس کے کچھ معنی نہیں رکھتا کہ اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر ایسی تھی کہ جس کے مقابلہ میں آپ ﷺ نے اپنا ہار جانا ہی دلداری و دلجوئی سمجھا۔ ممکن تھا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو آپ ﷺ کا آگے نکل جانا اس وقت ناگوار ہوتا، اس لیے آپ ﷺ نے دانستہ اپنی ہار مان لی پھر جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا سن زیادہ ہو گیا اور سمجھ آ گئی تو آپ ﷺ نے ان پر ثابت کر دیا کہ

"الرجال قوامون علی النساء"

یعنی "مرد عورتوں پر باعتبار قوت غالب ہیں۔"

یہ مردوں کی طرف سے عورتوں کی ناز برداری کے متعلق قصے تھے مگر جو حقوق مردوں کے عورتوں پر ہیں ان کے متعلق بھی ہمیں یہاں ضرور کچھ لکھنا ہے تاکہ عورتیں یہ نہ سمجھیں کہ مرد صرف ہماری دلجوئی اور ناز برداری کیلئے پیدا کیے گئے ہیں اور ہم پر ان کے کچھ حقوق نہیں ہیں۔

شوہر کا مقام:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ مہاجرین اور انصار میں رونق افروز تھے، اچانک ایک اونٹ آیا اور اس نے آپ ﷺ کو سجدہ

کیا۔ اصحاب کبار نے یہ دیکھ کر عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! جب آپ کو چوپائے اور درخت تک سجدہ کرتے ہیں تو ہم باعتبار انسان ہونے کے اس کے بہت زیادہ اہل ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں تم صرف اپنے پروردگار ہی کی عبادت کیا کرو اور میری تعظیم کرتے رہو۔ اگر میں کسی کو کسی کیلئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا ہوں تو عورتوں کو حکم دیتا کہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کیا کریں۔ اگر عورت کا خاوند اسے حکم دے کہ تو زرد پہاڑ کی زردی سیاہ پہاڑ پر ڈال اور سیاہ پہاڑ کی سیاہی کو سفید پہاڑ پر ڈال تو اسے یہی مناسب ہے کہ وہ اپنے شوہر کا حکم مانے۔ (یہ روایت امام احمد نے نقل کی ہے۔)

اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو شوہر کی فرمانبرداری کیلئے سختی کے ساتھ توجہ دلائی گئی ہے۔ شوہر کا حکم خواہ ناممکن ہی کیوں نہ ہو مگر اس کی تعمیل میں حکم پاتے ہی عورت کو مصروف ہو جانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے احکام الٰہی کے مقابلہ میں یہی کام کرتے ہیں اور پھر اعلیٰ مرتبے پاتے ہیں۔

ازواج مطہرات میں عدل و مساوات

حضور نبی کریم ﷺ کو اپنی سب بیویوں میں اگرچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بہت زیادہ محبت تھی مگر حسن سلوک آپ ﷺ کا سب کے ساتھ مساوی تھا۔ مثلاً جیسا حجرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا تھا ویسا ہی دوسری ازواج مطہرات کا بھی تھا۔ ہر ایک بیوی کا نان نفقہ برابر تھا، اور سب کے پاس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم برابری کے ساتھ جاتے تھے۔ لیکن قدرت جسے ممتاز کرنا چاہتی ہے، اس کیلئے خود ہی کوئی نہ کوئی ذریعہ امتیاز بھی پیدا کر دیتی ہے تاکہ دنیا والے عبرت و نصیحت حاصل کر سکیں۔

اس کی مثال یہ ہے کہ دوسری ازواج کی ایک ایک باری تھی مگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی دو باریاں مقرر تھیں۔ یہ تقرر رسول اللہ ﷺ کی طرف سے نہ تھا بلکہ اس کا انتظام خود قدرت نے کیا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کیلئے دو باریاں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا جب بوڑھی ہوگئیں تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں اپنی باری حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دیتی ہوں۔ اس لیے حضور نبی کریم ﷺ نے دو باریاں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دے دیں۔

(یہ روایت مسلم اور بخاری کی متفق علیہ ہے۔)

﴿مشکوٰۃ کتاب النکاح﴾

گو حضور نبی کریم ﷺ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بے حد محبت تھی تاہم آپ ﷺ کو عدل و مساوات کا اس درجہ خیال رہتا تھا کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرتے تھے کہ یاالٰہی! مجھ سے کسی کے حق میں ناانصافی نہ ہو۔

ازواج کیلئے باری مقرر کرنا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی بیویوں کی باری مقرر کر رکھی تھی اور (سب میں) برابری کرتے تھے اور یہ دعا کیا کرتے تھے:

اللھم ھذا قسمی فیما املک فلا تلمنی فیما تملک و لا املک

ترجمہ: ''یاالٰہی! یہ میری ان باتوں میں باری مقرر کی ہوئی ہے جن کا میں مالک ہوں لہٰذا تو مجھے ان باتوں میں سرزنش نہ کرنا جو تیرے اختیار میں ہیں اور میں ان کا مالک نہیں ہوں۔''

(یہ حدیث ترمذی، ابوداؤد و نسائی، ابن ماجہ اور دارمی نے نقل کی ہے۔)

﴿مشکوٰۃ کتاب النکاح﴾

صاف ظاہر ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو عدل کا کس طرح اور کس قدر خیال رہا کرتا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی محبت منجانب اللہ تھی۔ اس لیے کہ آگے چل کر رسول اللہ ﷺ کے بعد اس ہستی سے خدا کو بڑے بڑے کام لینے تھے، اگر رسول اللہ ﷺ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس قدر محبت نہ ہوتی تو بہت سی باتیں آپ تک نہ پہنچتیں اور اس طرح شریعت اسلام کی تکمیل میں بڑی مشکل پڑ جاتی۔ خدا کا ہر کام حکمت کے ساتھ ہے۔

سفر کیلئے ازواج کے نام کا قرعہ ڈالنا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ جب سفر میں جانا چاہتے تھے تو اپنی ازواج کے نام کا قرعہ ڈالتے تھے، ان میں سے جس کا نام نکل آتا، اسی کو اپنے ہمراہ لے جاتے۔ (یہ روایت مسلم اور بخاری کی متفق علیہ ہے۔)

﴿مشکوۃ باب النکاح﴾

اس سے زیادہ انصاف و مساوات کی اور کیا نظیر دی جا سکتی ہے، اگرچہ آپ ﷺ کا دل یہ خواہش کرتا ہو کہ ہمیشہ سفر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی ساتھ رہیں مگر آپ ﷺ کا انصاف ہرگز اسے گوارا نہ کرتا تھا۔

"فضلنا بعضکم علی بعض" سے اللہ پاک نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ انسانوں میں بعض کو بعض پر فضیلت اور بزرگی دی گئی ہے، چنانچہ محبت کیلئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مخصوص تھیں، مگر انصاف اور عدل کے مقابلہ میں آپؓ کو دوسری ازواج پر ذرا بھی فوقیت نہ تھی، ہاں اس میں شک نہیں کہ کتاب محبت کا پہلا عنوان آپ ہی کا نام تھا۔

اندازِ محبت:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم نے ایک شور اور لڑکیوں کی آواز سنی، اسی وقت حضور نبی کریم ﷺ

اٹھ کر گئے دیکھا کہ ایک حبشی عورت ناچ رہی ہے اور لڑکے اس کے گرد کھڑے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے پکارا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آؤ تم بھی دیکھ لو۔ میں گئی اور اپنا رخسار حضور نبی کریم ﷺ کے شانہ مبارک پر رکھ کر شانے اور سر کے درمیان سے اس عورت کو دیکھنے لگی (اور دیکھتی رہی) آپ مجھ سے پوچھتے رہے کہ تمہارا پیٹ دیکھنے سے بھرا یا نہیں، اور میں یہ کہتی رہی کہ نہیں، تا کہ میں آپ ﷺ کے نزدیک اپنا مرتبہ دیکھوں (کہ آپ میری کس قدر رعایت اور خاطر فرماتے ہیں) پھر ناگہاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ گئے۔ اسی وقت سب لوگ اس عورت سے جدا جدا ہو گئے اور حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں جنوں اور آدمیوں کے شیطانوں کو دیکھ رہا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وجہ سے سب بھاگ گئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر میں بھی آ گئی۔ (یہ حدیث ترمذی نے نقل کی ہے۔)

﴿مشکوۃ فضائل حضرت عمر﴾

فائدہ:

حضور نبی کریم ﷺ جس طرح علم آخرت میں خاتم الانبیاء تھے۔ اسی طرح طریق معاشرت میں آپ ﷺ سے بہتر کوئی نہ تھا۔ اس لیے آپ ﷺ ہر وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ناز برداری میں لگے رہتے تھے اور اس حقیقت کو سمجھتے تھے کہ روزمرہ کی معمولی باتوں میں جن کا نہ دین سے تعلق ہو نہ دنیا سے گھر میں لڑائی جھگڑا پیدا کرنا بہت بڑی بے اصولی ہے۔

انسان کا فرض ہے کہ گھر میں آ کر پہلے گھر کی ضرورتوں کو سمجھے اور ان کو پورا کرے، پھر اولاد کی طرف متوجہ ہو کہ وہ آرام یا تکلیف کی حالت میں بسر کر رہے ہیں اور دیکھے کہ انہیں کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے، پھر اپنی بیوی کی طرف متوجہ ہو، کیونکہ یہ آدمی کے آرام کا خاص ذریعہ ہے۔ اس کے ساتھ ایسا برتاؤ رکھنا چاہیے کہ وہ خود بخود آرام کا سبب بن جائے، اگر انسان ایسا نہیں کر سکتا تو باہر سے اس کا گھر میں

آنا بالکل فضول سمجھئے۔ اس کو گھر میں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ یہ اپنی عادتوں کی وجہ سے شکارِ تکلیف ہو جائے گا اور دوسروں کو بھی تکلیف پہنچائے گا۔

یہ وہی اصول ہیں جن کی تعلیم حضور نبی کریم ﷺ اپنی امت کو زندگی بھر فرماتے رہے ہیں، اگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کبھی آپ ﷺ سے ترش رو ہو جاتی تھیں، تو آپ ﷺ اس کا جواب خندہ پیشانی سے دیتے تھے، معمولی معمولی باتوں کو بڑھاتے نہ تھے۔ آپ ﷺ جانتے تھے کہ مردوں پر کچھ عورتوں کے حق بھی ہیں، چونکہ آپ ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اپنے آرام کا ذریعہ سمجھتے تھے، اسی لیے ان سے محبت بھی فرماتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اونچی آواز پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی برہمی:

ایک دفعہ کا ذکر ہے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس (گھر میں) آنے کی اجازت مانگی اور اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے زور سے بولنے کی آواز سنی جب اندر گئے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو تھپڑ مارنے کیلئے پکڑ لیا اور فرمایا: یاد رکھ کہ آئندہ میں تجھے نبی کریم ﷺ کے سامنے زور سے بولتے ہوئے نہ سنوں، مگر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو روک دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غصہ ہوتے ہوئے باہر آگئے جب وہ باہر چلے گئے تو حضور نبی کریم ﷺ نے (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے فرمایا: تم نے مجھے دیکھا کہ میں نے تمہیں اس شخص سے کس طرح چھڑا لیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (غصہ کے سبب سے) کئی روز تک (ہمارے گھر) نہ آئے۔

بعد ازاں (ایک دن) اجازت لے کر آئے تو ہمیں صلح سے بیٹھے دیکھا اور فرمایا کہ تم دونوں مجھے بھی اپنی صلح میں شریک کرلو، جیسا کہ آپ نے مجھے اپنی لڑائی میں شریک کرلیا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (کہ بہت اچھا) ہم نے کرلیا، ہم نے

کرلیا۔ (یہ حدیث ابوداؤد رضی اللہ عنہ نے نقل کی ہے۔)

﴿مشکوۃ باب خوش طبعی﴾

نبی کریم ﷺ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے اور تمام انبیاء علیہم السلام کو جو اوصاف اور خوبیاں فرداً فرداً خدا کی طرف سے عنایت ہوئی تھیں، وہ آپ ﷺ کی ذات میں سب مجتمع تھیں، حضرت آدم علیہ السلام کو حضرت حوا علیہا السلام سے جس قدر محبت تھی، اس کا حال کلام الٰہی سے روشن ہے۔ پس اگر آپ ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی محبت میں کامل نہ اترتے تو گویا آپ اس فضیلت میں کامل نہ ہوتے جو حضرت آدم علیہ السلام کو اتحاد باہمی سے حاصل ہوئی تھی، اور ایک وصف خاص آپ ﷺ کی ذات مجتمع صفات سے کم ہو جاتا۔ آپ ﷺ کو جو شریعت دی گئی تھی، اس کی تشریح قرآن شریف میں "ملت ابراھیم حنیفا" کے الفاظ میں کی گئی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دو بیویوں میں سے ایک سے بہت زیادہ محبت تھی، جن کا نام حضرت سارا رضی اللہ عنہا تھا۔ اس لیے آپ اولاد اسمٰعیل میں ہوکر اور شریعت ابراہیم علیہ السلام لے کر اگر اپنے اسلاف کی پیروی نہ کرتے تو نسب کی صحت کا قانون غلط ثابت ہوتا۔

صرف حضور نبی کریم ﷺ ہی کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے محبت نہ تھی بلکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی آپ ﷺ کی پُر خلوص محبت سے بے حد متاثر تھیں، اور درجہ محبت دونوں طرف مساوی تھا۔

دوسری ازواج یقیناً دل و جان سے حضور نبی کریم ﷺ پر فدا تھیں لیکن جس حد تک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے آپ کو حضور نبی کریم ﷺ سے وابستہ کرلیا تھا، اس کی نظیر دوسری ازواج مطہرات میں نہیں پائی جاتی تھی اور جو روحانی اور جسمانی تعلق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا وہ ان کی نسبت دوسری ازواج پاک میں کم پایا جاتا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم ﷺ کی حرکات و سکنات کا بغور جائزہ لیتی رہتیں

تھیں، چنانچہ اس امر کا مشاہدہ مندرجہ ذیل حدیث سے ہو سکتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ ﷺ کی تعریف کرنا:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ کی تعریف کر رہی تھیں اور تعریف کرتے ہوئے یہ فرما رہی تھیں کہ خدا کی قسم! آپ ﷺ ویسے ہی ہیں جیسا کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی شان میں کہا ہے:

متیٰ یبدفی الدجی البھم جبینہ　　یلح مثل مصباح الدجی المتوقد

فمن کان اذمن قد یکون کماحمد　　نظام للحق اونکال لملحد

ترجمہ: ''اندھیری رات میں ان کی پیشانی نظر آتی ہے تو اس طرح چمکتی ہے جیسے روشن چراغ، احمد مجتبیٰ کے جیسا کون تھا اور کون ہوگا حق کا نظام قائم کرنے والا اور ملحدوں کو سراپا عبرت بنانے والا۔''

﴿اسد لغابہ﴾

پسینہ سے نور کا نکلنا:

خطیب، ابن عساکر، ابو نعیم، دیلمی نے دو طریقہ پر محمد بن اسمٰعیل بخاری سے روایت کی ہے۔ اور بخاری سے عمر بن محمد بن جعفر نے ان سے ابو عبیدہ معمر بن المثنیٰ نے ان سے ہشام بن عروہ نے انہوں نے اپنے باپ سے اور ان کے باپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ میں بیٹھی ہوئی سوت کات رہی تھی اور حضور نبی کریم ﷺ اپنا جوتا سی رہے تھے کہ آپ ﷺ کی پیشانی پر عرق آنے لگا اور پسینہ، ایسا نور پیدا کرنے لگا کہ میں مبہوت ہوگئی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے مجھ سے پوچھا تجھ کو کیا ہو گیا تو کیوں مبہوت (بے خود) ہوگئی ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ کی پیشانی عرق آلود ہو رہی ہے اور پسینہ ایسا نور پیدا کر رہا ہے کہ اگر آپ ﷺ کو کبیر الہذلی دیکھ لیتا تو اس کو یہ علم ہو جاتا کہ اس کے شعر کے آپ ﷺ پورے مصداق ہیں یعنی اس کا شعر آپ ﷺ پر پورا پورا

صادق آتا ہے۔ ابو کبیر الھذلی نے جو لکھا ہے وہ یہ ہے:

و مبرا سن کل غیر حیضه و فساد مرضعة وداء مضیل

و اذا نظرت الیٰ الرة وجه برقت بروق العارض المتلل

ترجمہ: ''غلاظت اور ناپاکی حیض سے پاک ہیں اور ان بیماریوں سے جو کسی دایہ میں ہوتی ہے، اور میرا اس مرض سے بھی ہیں محفوظ ہیں بالکل ہلاکت ناگہانی سے جس سے ہو (جس طرح مرگی ہے) خط عارض کو تو دیکھ وہ تو ایسے چمکتے ہیں کہ جیسے ابر باراں میں کوئی بجلی چمکتی ہے۔''

یہ اشعار سن کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ہاتھ میں جو چیز تھی وہ آپ نے رکھ دی اور میری طرف آئے۔ میری دونوں آنکھوں کے درمیان آپ ﷺ نے بوسہ دیا، پھر فرمایا کہ اے عائشہ! تجھ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے، مجھے یاد نہیں کہ تیرے اس کلام سے میں اب جس قدر مسرور ہوا ہوں، مجھے پہلے کبھی بھی ایسی خوشی حاصل ہوئی ہے یا نہیں۔

ابو علی صالح بن محمد البغدادی نے کہا ہے کہ میں یہ نہیں جانتا کہ ابو عبیدہ نے ہشام بن عروہ سے کس چیز کو حدیث کیا ہو مگر پھر اس نے کہا کہ یہ حدیث میرے نزدیک احسن ہے۔ کیونکہ امام محمد بن اسمٰعیل بخاری اس کی تخریج کرتے ہیں۔

﴿بخاری﴾

رسول اللہ ﷺ کی خوبصورتی:

ابو نعیم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ خوبصورتی میں احسن الناس تھے، رنگ میں انسانوں سے زیادہ نورانی تھے، کسی وصف کرنے والے نے آپ کا وصف نہیں کیا مگر آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کو چودھویں رات کے چاند سے ضرور تشبیہ دی ہے۔ یعنی جس نے آپ ﷺ کا وصف بیان کیا، اس نے آپ ﷺ کے چہرہ کو چودھویں رات کے چاند سے ضرور تشبیہ دی۔ آپ ﷺ کے

چہرہ مبارک کا پسینہ موتی کی طرح چمکتا تھا اور خوشبو میں مشک کی نظیر تھا۔

﴿خصائص کبریٰ﴾

چہرہ کی چمک سے سوئی مل گئی:

ابن عساکر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں صبح کے وقت کپڑا سی رہی تھی، میری سوئی گر گئی، میں نے اسے ڈھونڈا مگر اندھیرا ہونے کی وجہ سے نہ ملی۔ اتنے میں حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائے، آپ ﷺ کے چہرہ اقدس کی نورانی ضیا سے وہ سوئی مل گئی۔ میں نے آپ ﷺ کو اس واقعہ سے آگاہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے حمیرا! افسوس ہے، افسوس ہے، افسوس ہے، اس شخص پر جو قیامت کے دن میری زیارت سے محروم رہے گا۔

✿ ناظرین پہلی اور پچھلی روایتوں کو ترتیب دے کر مطالعہ کریں۔

باہمی محبت آپس کی دلداری طرفین میں کس قدر بڑھی ہوئی تھی۔ حضور نبی کریم ﷺ اپنی زوجہ کی ناز برداری میں مصروف ہیں تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے حقیقت شناس شوہر پر نثار ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے دل میں حضور نبی کریم ﷺ کی جو محبت ہے اس کا نمونہ آپ دیکھ چکے ہیں۔ رہے وہ لوگ جو اس محبت پر بھی نکتہ چینی کرتے ہیں، انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینا مناسب ہے۔

کبھی تو معترضین کہتے ہیں کہ یہ محبت کی داستان ہی غلط ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو عداوت تھی۔ کبھی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی اس قدر محبت قابل اعتراض ہے، کبھی کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ زمانہ سازی کرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سچی محبت ان کے دل میں نہ تھی۔

فنعوذ باللہ من ذالک

خوشبو کی چمک:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جو خوشبو مجھے اچھی ملتی تھی وہ

خوشبو میں حضور نبی کریم ﷺ کو لگا دیا کرتی تھی۔ یہاں تک کہ خوشبو کی چمک حضور نبی کریم ﷺ کے سر اور ریش مبارک میں مجھے معلوم ہوا کرتی تھی۔

(یہ روایت مسلم اور بخاری کی متفق علیہ ہے۔)

﴿مشکوٰۃ کتاب لباس﴾

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حضور نبی کریم ﷺ کس درجہ محبوب تھے، آپؓ جس چیز کو زیادہ پسند فرماتی تھیں، وہ رسول اللہ ﷺ کی نذر کر دیتی تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرطِ محبت کے سبب سے حضور نبی کریم ﷺ کے بالوں میں خود ہی کنگھا کر کے مانگ نکالا کرتی تھیں۔ جیسا کہ اس روایت سے ظاہر ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کے بالوں میں کنگھی کرنا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس وقت میں حضور نبی کریم ﷺ کے سر مبارک کے بالوں میں مانگ نکالا کرتی، تو آپ ﷺ کے تالو پر سے مانگ چیرتی اور پیشانی کے بالوں کو دونوں آنکھوں پر چھوڑ دیتی۔

(یہ روایت ابوداؤد رضی اللہ عنہ نے نقل کی ہے۔)

﴿مشکوٰۃ کتاب لباس﴾

مرض الموت میں حضور نبی کریم ﷺ کی خواہش:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس سچی محبت ہی کا اثر تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ آپؓ کی جدائی گوارا نہ فرماتے تھے۔ چنانچہ جب حضور نبی کریم ﷺ کی وفات کا وقت قریب آیا تو مرض الموت میں بھی آپ ﷺ کی یہی خواہش رہی کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہوں، حالانکہ وقت ایسا نہیں ہے جس میں دنیاوی اغراض اور خواہش کا خیال رہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے

جس بیماری میں وفات پائی آپ ﷺ پوچھتے تھے میں کل کہاں رہوں گا۔ میں کل کہاں رہوں گا۔

راوی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی مراد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہنے کی تھی۔ آپ ﷺ کی تمام بیویوں نے آپ ﷺ کو اجازت دیدی۔ آپ ﷺ جہاں چاہیں وہاں رہیں، پھر آپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر وفات پانے تک انہی کے پاس رہے۔ (یہ حدیث بخاری نے نقل کی ہے۔)

﴿مشکوٰۃ کتاب النکاح﴾

عزیز بیوی:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کو مجھ سے زیادہ کوئی بیوی عزیز نہ تھی۔ (یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔)

﴿مشکوٰۃ﴾

رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب:

حضرت ابو عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو ذات السلاسل کے لشکر پر روانہ کیا۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ آپ ﷺ کو سب سے زیادہ کون محبوب ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ۔ میں نے پوچھا: مردوں میں کون ہے؟ آپ نے فرمایا: عائشہ کا باپ۔ میں نے پوچھا ان کے بعد آپ نے فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ۔

﴿صحیح بخاری کتاب النبی﴾

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب بیوی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

شوہر کو بارہ چیزوں میں اعتدال رکھنے کی ضرورت ہے:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب احیاء العلوم کے باب حسن معاشرت میں

تحریر فرمایا ہے کہ شوہر کو بارہ (۱۲) چیزوں میں ادب اور اعتدال رکھنے کی ضرورت ہے:

"(۱) حسن خلق، (۲) خوش طبعی، (۳) نفقہ دینا، (۴) تعلیم، (۵) عدل۔"

باقی سات چیزیں ہماری بحث سے اس وقت خارج ہیں۔ اور نہ یہاں ان کے بیان کی ضرورت ہے۔

امام موصوف فرماتے ہیں کہ عورت کے ساتھ خوش خلق ہو، اگر اس کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچے تو اسے برداشت کرو۔ کیونکہ عورت ناقص العقل ہوتی ہے۔ اس پر رحم کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ عَاشِرُوْ هُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ

ترجمہ: "عورتوں کے ساتھ معقول طریقے پر گزر کرو۔"

✿ اسی طرح ان کے حقوق کی تعلیم دی جاتی ہے:

وَ اَخَذْنَا مِنْكُمْ مِيْثَاقاً غَلِيْظًا

ترجمہ: "وہ تم سے مضبوط یا گہرا عہد لے چکی ہیں۔"

✿ اس کے بعد بتایا گیا ہے:

وَ الصَّاحِب بِالْجَنْبِ

ترجمہ: "برابر کے رفیق سے نیکی کرو۔"

برابر کا رفیق بیوی سے زیادہ اور کون ہوسکتا ہے تو معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی بیوی بھی آپ کی رفیق ہے اور وہ بھی برابر کی۔ اس لیے ہمیں آپ کے معاملات پر اعتراض کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ خصوصاً جبکہ وہ فرمان خدا تعالیٰ کے بالکل مطابق اور فلسفہ اخلاق وحسن معاشرت کے بالکل موافق ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی آخری وصیت:

رسول اللہ ﷺ کی سب سے آخری وصیت جس کو بیان کرنے کے بعد حضور نبی کریم ﷺ کی زبان سے طاقت گویائی جاتی رہی تھی یہ تھی:

اَلصَّلٰوۃُ اَلصَّلٰوۃُ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ لَا تُکَلِّفُوْ ھُمْ مَا لَا یُطِیْقُوْنَ اللّٰہَ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ فِی النِّسَآءِ فَاِنَّ ھُنَّ عَوَانٌ فِیْ اَیْدِیْکُمْ اَخَذْ تُمُوْھُنَّ بِعَھْدِ اللّٰہِ وَ اَسْتَحْلَلْتُمْ وَ جُھُنَّ بِکَلِمَۃِ اللّٰہِ

ترجمہ: ''نماز، نماز (یعنی نماز کو ہرگز ترک نہ کرو) اور جن کے مالک تمہارے ہاتھ ہیں ان کو اس بات کی تکلیف ہرگز نہ دینا جن کی طاقت اللہ کی طرف سے انہیں دی گئی ہے۔ (یعنی لونڈیوں کو ناقابل برداشت تکلیفیں نہ پہنچانا) اور عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، کیونکہ وہ تمہارے ہاتھوں میں اسیر ہیں، تم نے ان پر اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے عہد سے قبضہ کیا ہے۔ (یعنی نکاح) اور تمہیں اللہ تعالیٰ کے کلام پاک سے یہ بات حاصل ہوئی ہے کہ عورتوں سے نکاح تم پر حلال کیا گیا۔''

﴿انسائی، ابن ماجہ﴾

مرتے وقت عموماً انسان کی زبان سے وہ بات نکلتی ہے جسے اس کے خیال نہایت اہم سمجھتے ہیں اور اندازہ کرتے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے وصال کے وقت جو تین باتیں بیان کیں، وہ بھی آپ ﷺ کے خیال میں ضروری تھیں۔ اور آپ ﷺ سمجھتے تھے کہ اہل عرب انہیں تینوں باتوں میں توجہ سے کام نہیں لیتے اور مسلمانوں کو ان کی تکمیل لازمی ہے،

پس جب حضور نبی کریم ﷺ نے وقت وصال بھی (بیویوں) کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی تو اس بارے میں کون زبان اعتراض کھول سکتا ہے۔

بیوی کی بدخلقی پر اجر اور شوہر کی بدمزاجی پر صبر:

ایک دفعہ حضور نبی کریم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنی بیوی کی بدخلقی پر صبر کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اتنا ثواب عطا فرمائے گا، جتنا حضرت ایوب علیہ السلام کو ان کی مصیبت پر عطا فرمایا تھا۔ اسی طرح جو عورت اپنی شوہر کی بدمزاجی پر

صبر کرے گی۔ اللہ تعالیٰ اس کا ثواب اتنا دے گا۔ جیسا کہ آسیہ فرعون کی بیوی کو ملا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ یہاں تک پہنچ کر فرماتے ہیں کہ خوش خلقی کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اپنی بیوی کو کسی برے کام پر بھی تنبیہ نہ کرے، یا ایذا نہ پہنچائے۔ نہیں بلکہ اس قدر ایذا دے کہ اس کیلئے قابل برداشت ہو اور وہ برداشت کر سکے۔ جب کسی کی عورت اپنے شوہر پر غصہ کرے تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی لازم ہے۔ مرد کو ایسے وقت حلم و تحمل اور برداشت سے کام لینا چاہیے۔ مردوں میں برداشت کی قوت اسی لیے عورتوں سے زیادہ رکھی گئی ہے۔

عورتوں کا اچھی باتوں پر ان کا دل خوش ہوتا ہے اور بعض باتوں پر جل بھی جاتا ہے مگر چونکہ ناقص العقل ہیں اور کمزوری ان کی فطرت ہے اس لیے ذرا سی بات میں بھڑک اٹھتی ہیں لیکن اگر مرد عقل سے کام لیں اور برداشت سے کام کریں تو عورتوں سے بنائے رکھنا کوئی دشوار بات نہیں ہے۔

حسن سلوک تو ایسا جادو ہے کہ غیروں کو بھی اپنا بنا دیتا ہے پھر کیا اس کا اثر گھر کی عورت اور ہر وقت کی رفیق بیوی پر نہیں ہوسکتا۔ ہوسکتا ہے اور ضرور ہوسکتا۔

اکثر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت جواب دے بیٹھتی تھیں اور کبھی کبھی کوئی ان میں سے ایک دن رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات نہیں کرتی تھیں، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان باتوں پر عمل فرماتے تھے اور ان پر سختی یا زیادتی نہ کرتے تھے۔

ناز برآں کن کہ خریدار تست

(جب عورت مرد کی ناز برداری کرے گی تو پھر ناخوش کس سے ہوگی۔)

اے حفصہؓ صدیق کی بیٹی کی حرص نہ کرنا: (حضرت عمر رضی اللہ عنہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی نے ایک دفعہ ان کی بات کا جواب دیدیا۔ آپؓ نے فرمایا کہ اے گستاخ! مجھ کو جواب دیتی ہے، اس نے عرض کیا کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دے دیتی ہیں تو کیا آپؓ اس

میں رسول اللہ ﷺ پر بھی فوقیت چاہتے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ آپؓ سے زیادہ بہتر ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر حفصہ نے بھی جواب دیا ہوگا تو اس نے اپنا بڑا نقصان کیا، پھر بیٹی کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ اے حفصہ صدیق کی بیٹی! (عائشہ رضی اللہ عنہا) کی حرص نہ کرنا کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کی پیاری ہے تو کبھی حضور نبی کریم ﷺ کو جواب نہ دینا۔ (یہ آپ ﷺ کی محبت کا تقاضا تھا۔)

پھر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک روایت میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ آپ ﷺ کی ازواج میں سے کسی نے حضور نبی کریم ﷺ کے سینہ مبارک پر ہاتھ رکھ کر آپ ﷺ کو آگے کر دیا۔ اس بیوی کی ماں نے اس کو ڈانٹا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جانے دو کچھ نہ کہو، یہ عورتیں تو اس سے بھی زیادہ حرکتیں کر بیٹھتی ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عائشہؓ کو تھپڑ مارنا:

ایک بار حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے درمیان کچھ گفتگو تھی۔ دونوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو منصف قرار دیا۔ وہ آئے تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ! تم پہلے اپنی شکایت بیان کرلو اگر تمہاری منشاء ہو تو پہلے میں کہہ لوں۔ وہ بولیں کہ پہلے آپ ﷺ ہی کہیں لیکن سچ ہی سچ کہنا (اس فقرہ کا لطف کوئی حقیقت شناس ہی لے سکتا ہے۔) یہ سنتے ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے منہ پر ایک ایسا تھپڑ مارا کہ ان کے منہ سے خون نکلنے لگا۔ (عاشق اپنے محبوب کے مقابلہ میں دوسروں کا حقیقت شناس نہیں ہوتا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے عاشق تھے، انہیں یہ بات نہایت شاق گزری) اور فرمایا: اے دشمن جان! کیا حضور نبی کریم ﷺ کے سچ کے سوا کچھ اور فرمائیں گے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ڈر گئیں اور اپنے حمایتی شوہر (رسول اللہ ﷺ) کے پیچھے بغرض پناہ جا بیٹھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! ہم نے تم کو اس لیے نہیں بلایا تھا اور نہ ہمارا یہ مطلب تھا

کہ تم ایسا کرو۔ (سبحان اللہ کیا پاک محبت تھی اور کس قدر نرمی سے کام لیا جاتا تھا۔)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات پر رسول اللہ ﷺ کا مسرور ہونا:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کسی بات پر غصہ ہوگئیں اور کہنے لگیں کہ آپ ﷺ ہی کہتے ہیں کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ یہ سن کر حضور نبی کریم ﷺ کو ہنسی آگئی۔ آپ ﷺ رنجیدہ نہیں ہوئے بلکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس کلام سے نہایت مسرور ہوئے۔

اسلام میں پہلی دوستی:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسلام میں جو دوستی سب سے پہلے ہوئی، وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور رسول اللہ ﷺ کی دوستی تھی۔ آپ ﷺ اکثر ایسا فرمایا کرتے تھے کہ میں تیرے ساتھ ایسا ہوں جیسا ابو ذرع اپنی بیوی ام ذرع کے ساتھ تھی مگر صرف فرق یہ ہے کہ میں تجھے طلاق نہ دوں گا۔ (ابو ذرع حدیث آگے آئے گی۔)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ عورتوں اور لڑکوں پر بہت ہی زیادہ مہربان تھے (کیونکہ یہ دونوں گروہ نہایت کمزور ہوتے ہیں۔)

بیوی سے خوش طبعی کرنا:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ مزاج کے بارے میں فرماتے ہیں کہ عورتوں کی ایذا برداشت کرنے کے علاوہ ان سے خوش طبعی بھی کرے تاکہ وہ خوش رہیں،

چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ کا دستور تھا کہ آپ ﷺ اپنی ازواج مطہرات سے خوش طبعی بھی فرماتے تھے، اور اعمال و اخلاق میں انہیں کی عقل کے موافق رہتے تھے۔ یعنی ایسی بات یا ایسا کام نہ کرتے تھے جو ان کی عقل سے بالاتر یا باہر ہو۔

(وہ روایت جس میں آپ ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑے تھے اسی قسم کی ہے۔)

حدیث شریف میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ دوسرے لوگوں سے نسبتاً زیادہ ازواج مطہرات سے خوش طبعی فرماتے تھے۔

﴿مسند حسن بن سفیان﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دلجوئی:

جب کبھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روٹھ کر خاموش ہو جایا کرتی تھیں تو حضور نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے: "تکلموا یاحمیرا" بولو جی حمیرا۔ بات کرو جی حمیرا۔ اللہ اللہ! دلجوئی اور دلداری کی اس سے بہتر مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ مرد اپنی وضع کی پابندی کے ساتھ اپنی عورت کا پورا دلدار اور عاشق ہو، جو لوگ حسن معاشرت میں رسول اللہ ﷺ کا اتباع کریں گے۔ وہ خود دیکھ لیں گے کہ ایسا کرنے میں کس قدر آرام ہیں اور زندگی کے دشوار سے دشوار مرحلے کس طرح آسانی سے طے ہو سکتے ہیں۔

فصاحت و بلاغت

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا سراپا کھینچا مقصود نہیں ہے، بلکہ آپ کے اوصاف حمیدہ اور خصائل برگزیدہ کو نمونہ بنا کر دکھانا ہے۔ آپؓ کی عظمت و فضیلت کے نمونے دکھا کر دنیا کی عورتوں اور لڑکیوں کو بہرہ اندوز بنانا ہے۔

اندازِ گفتگو:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے منہ سے بات کرتے ہوئے پھول جھڑا کرتے تھے، فصاحت و بلاغت کا یہ حال تھا کہ دنیا کے سب سے بڑے فصیح یعنی رسول اللہ ﷺ کی یہ حالت تھی کہ جب حضور نبی کریم ﷺ گھر میں تشریف لاتے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے گفتگو فرماتے اور جب حضرت عائشہ صدیقہ

رضی اللہ عنہا سلسلہ کلام شروع کر دیتیں تو آپ ﷺ ذوق گفتار سے مسرور ہو کر بالکل خاموش بیٹھ جاتے اور دل لگا کر باتیں سنا کرتے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا کلام عرب کی فصاحت کا سرپرست بلاغت کا سرچشمہ تھا۔ آپ مسلسل باربط اور معنی خیز کلام کیا کرتی تھیں، جو آپ کی باتیں سنتا تھا محو تقریر ہو جاتا تھا۔ آپؓ کو مشاہیر شعرائے عرب کا کلام بہت یاد تھا اور سخن فہمی کا خاص ملکہ اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو دیا تھا۔

شعروشاعری:

بعض نے لکھا ہے کہ آپؓ شعر بھی کہتی تھیں مگر یہ روایت قابل تسلیم نہیں ہے۔ اہل بیت میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کی بابت یہ کہا جا سکے کہ وہ شعر کہتا تھا ہاں یہ ممکن ہے کہ کسی کے منہ سے کسی وقت کوئی کلام موزوں غیر ارادی طور پر نکل گیا ہو جو شعر کی طرح ملتے ہو اس قسم کے جملے قرآن مجید میں بھی بہت پائے جاتے ہیں، مگر انہیں شعر نہیں کہا جاتا۔ مثلاً ہم بتاتے ہیں:

ثم اقررتم و انتم تشھدون

ثم انتم ھؤ لآءِ تقتلون

لن تنالوا لبر حتیٰ تنفقو

وہ لوگ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرف سے ایک پورا دیوان منسوب کرتے ہیں، حقیقت سے کوسوں دور ہے۔ اسی طرح صحیح روایات میں آیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے بھی کبھی کوئی شعر تصنیف نہیں فرمایا۔ بلکہ کوئی پورا شعر بھی کبھی نہ پڑھا۔

بعض روایات سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ کبھی کبھی آپؐ نے کسی شعر کا ایک مصرع پڑھا ہے۔ ان وجوہات کی موجودگی میں یہ یقین کرنا مشکل ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی شاعری کو اپنا شغل قرار دیا ہو۔

کتب احادیث میں رسالت مآب ﷺ سے چند اشعار منسوب کیے گئے ہیں۔

ایک یہ ہے کہ آپ ﷺ نے غزوۂ حنین میں بطور رجز پڑھا تھا:

انا النبی لا کذب
انا ابن المطلب

ترجمہ: ”میں وہ نبی ہوں جس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، میں ابن عبدالمطلب ہوں۔“

﴿بخاری، مشکوٰۃ﴾

دوسرا شعر یہ ہے جو غزوۂ احد میں اپنی انگلی زخمی ہونے کے وقت پڑھا تھا:

هل انت الا اصبع و میت
و فی سبیل الله ما لقیتها

ترجمہ: ”تو ایک انگلی ہے جو راہِ خدا میں زخمی ہو کر اپنا خون ٹپکا رہی ہے۔“

﴿بخاری﴾

اور بھی چند اشعار ہیں جو آپ ﷺ نے پڑھے ہیں، ان کا تذکرہ بخاری اور مسلم نے کیا ہے۔

اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق کہا جاتا ہے کہ آپؓ نے یہ دو شعر حضور نبی کریم ﷺ کی شان میں موزون فرمائے تھے:

و لو سمعو فی مصرا و صافخده لمایذ لوا فی سوم یوسف من نقد
لورات طاعنات زلیخا نور حسنه لاثرن بالقطع القلوب ایدی

ترجمہ: ”جو وصف اس عارض زیبا کا اہل مصر سن لیتے، تو کسی داموں وہ یوسف کی خریداری نہ کرتے، اگر وہ دیکھتیں جو طعنے دیتی تھیں زلیخا کو بجائے ہاتھ کے دل کو کاٹ لیتیں۔“

مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کی روایتیں ضعیف ہیں۔ اسلام میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ایک شاعر تھے۔ اسلام نے ان کو شاعر تسلیم کیا تھا، تاکہ بارگاہ نبوت کو شعرائے عرب کا مقابلہ آسان ہو مگر شاعری کا اثر ان پر جو کچھ ہوا۔ شاعری نے انہیں

جس درجہ کا مسلمان بنایا وہ ان دو واقعات سے ظاہر ہے۔

پہلا واقعہ یہ ہے کہ آپؓ افک کے اتہام میں شمولیت رکھتے تھے اور بعض روایات کی رو سے ان پر حد شرع جاری ہوئی تھی۔ یعنی تازیانے لگائے گئے تھے۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ غزوۂ خندق میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو عورتوں کے ساتھ ٹیلوں پر محفوظ جگہ بٹھا دیا گیا تھا۔ یہ اس قدر کمزور دل تھے کہ خوف کے مارے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ غزوات میں بھی شریک نہ ہوتے تھے۔

ہمیں عبداللہ بن احمد بن علی بغدادی نے اپنی سند سے یونس بن بکیر تک خبر دی، وہ ابن اسحٰق سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے نقل کر کے بیان کیا کہ وہ کہتے تھے (غزوۂ خندق میں) صفیہ بنت عبدالمطلب ایک بلند مقام پر تھیں، جس کو حسان بن ثابت نے قلعہ کے مانند بنا لیا تھا۔ وہ کہتی تھیں کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی عورتوں اور بچوں کے ساتھ ہمارے ہمراہ اسی قلعہ میں تھے، جہاں رسول اللہ ﷺ نے خندق کھدوائی تھی۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک یہودی کا گزر ہماری طرف ہوا۔ وہ قلعہ کے گرد پھرنے لگا (اسے دیکھ کر) حضرت صفیہ، حسان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ دیکھو! یہ یہودی قلعہ کے گرد پھر رہا ہے مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ وہ ہماری حالت سے ان یہودیوں کو جو ہمارے پیچھے ہیں آگاہ کر دے گا۔ حضور نبی کریم ﷺ اور ان کے اصحاب ہمارے حال سے بے خبر اپنے کام میں مصروف ہیں، لہٰذا تم اترو اور اسے قتل کر دو۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ بولے کہ اے عبدالمطلب کی بیٹی! خدا تمہاری مغفرت کرے، تم جانتی ہو کہ میں اس کام کا نہیں ہوں۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں جب انہوں نے یہ کہا تو میں نے قلعہ میں ایک بھاری لکڑی اٹھا لی پھر میں پیچھے اتر کر اس کے پاس گئی اور اس لکڑی سے اسے مارنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ اسے ہلاک کر دیا۔ پھر میں قلعہ کی طرف واپس آ گئی اور میں نے کہا کہ اے حسان رضی اللہ عنہ! جاؤ اور

اس کا لباس وغیرہ اتار لاؤ۔ (ان سے یہ بھی نہ ہو سکا) حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عبدالمطلب کی بیٹی! مجھے اس کے سامان کی کچھ حاجت نہیں ہے۔ (جان ہے تو جہان ہے، بھاڑ میں جائے وہ سونا جس سے ٹوٹیں کان)

﴿اسد الغابہ جزو ثانی تذکرہ حسان﴾

ناظرین کرام، اس جنگ و جدل کے زمانہ میں جبکہ اسلام کی اشاعت اس بات کی مقتضی تھی کہ مسلمانوں کا خون میدانِ مصاف کی نقش طرازی کرتا رہے، کسی ایسے ہی شخص کو شاعری کی اجازت مل سکتی تھی، جو حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی طرح عرب میں رہ کر عورتوں کو مدمقابل بھی نہ ہو سکے۔

اسی جگہ ہم ایک دوسرا واقعہ اور بھی تحریر کرتے ہیں جو اس بحث پر اچھی طرح روشنی ڈالتا ہے۔

ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا لبید کا ایک شعر پڑھ رہی تھیں چونکہ آپؓ خود بھی فصیح الکلام تھیں، اس لیے آپؓ کو فصحائے عرب کا وہ کلام یاد رہتا تھا جو زیادہ موزوں مناسب اور فصیح ہو۔ وہ شعر یہ تھا:

ذھب الذین یعاش فی اکنافھم
و لقیت فی خلق کجلد الاجوب

ترجمہ: ''وہ لوگ چل بسے جن کے ظلِ حمایت میں ہماری زندگی آرام کے ساتھ بسر ہوتی تھی، اب میں ناکارہ لوگوں کے درمیان ہوں۔''

ناظرین! حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اس شعر کو پڑھنا نہایت حسرت خیز ہے۔ اس درد کا حال کچھ وہی خوب جانے جو کمسنی میں بیوہ ہو جائے۔ سخن فہمی اور ذوق سلیم جو اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو عطا فرمایا تھا۔ اس کی یہ ادنیٰ مثال ہے۔ مگر ہمارے لیے مفید مطلب اس واقعہ میں ایک دوسری بات ہے جو اس امر پر روشنی ڈالتی ہے کہ اسلام کی نظر میں شعر و سخن کی کیا حیثیت تھی۔

لبید ابن ربیعہ بن عامر بن مالک بن جعفر کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صیصعہ الامری ثم الجعفری بڑے نامور شاعر تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئے تھے جبکہ ان کی قوم کے لوگ یعنی بنی جعفر آئے تھے چنانچہ یہ بھی اسلام لائے اور ان کا اسلام لانا بہت ہی اچھا ہوا۔ مسلمان ہونے کے بعد انہوں نے شعر کہنا چھوڑ دیا تھا۔ سوائے ایک شعر کے پھر انہوں نے کوئی شعر نہیں کہا اور اس کی نسبت بھی اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ شعر یہ ہے:

ما اعتب المرء الکریم کنفسه

و المرء یصلح القرین الصالح

ترجمہ: ''کریم النفس اپنے نفس سے زیادہ کسی کیلئے باعث تکلیف نہیں ہوتا اور انسان کو اچھا ہم نشین نیک بنا دیتا ہے۔''

✪ بعض کہتے ہیں وہ آخری شعر یہ ہے:

الحمد لله اذلم یا تنی اجل

حتی اکتسبت من الاسلام سربالا

ترجمہ: ''خدا کا شکر ہے کہ مجھے موت نہ آئی یہاں تک کہ میں نے اسلام کا لباس پہن لیا۔''

✪ بعض کہتے ہیں یہ ہے:

و کل امرءٍ یوماً سیعلم سعیه

اذا کشف عند الا له الحامد

ترجمہ: ''ہر شخص ایک دن اپنے عمل کا نتیجہ دیکھ لے گا جبکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے تمام اعمال کے نتائج ظاہر ہو جائیں گے۔''

• لیکن صحیح روایات سے ثابت ہوتا ہے اور اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ مسلمان ہونے کے بعد انہوں نے ایک شعر بھی نہیں کہا۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ جب حضرت

لبید جیسے مشہور شاعر مسلمان ہونے کے بعد شعر گوئی ترک کر دیں تو اہل بیت رسول اللہ ﷺ اس فن کو کب پسند کر سکتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کلام میں فصاحت و بلاغت کے علاوہ خاص معقولیت بھی ہوتی تھی۔

دفاع رسول اللہ ﷺ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا جواب دینا:

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ امہات المومنین نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو جو رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں، اپنی طرف سے وکیل بنا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ انہوں نے خدمت رسول ﷺ میں آ کر کسی قدر تیز باتیں کرنی شروع کیں اور کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کی بیبیاں عدل و انصاف کی خواہش کرتی ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نہایت عادل اور منصف تھے مگر صاحب غرض بعض دفعہ اپنی خواہش کا پیرو بن کر عدل کو بھی بے انصافی قرار دے لیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی باتیں سن کر خاموش تھے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس وجہ سے خاموش تھیں کہ شاید رسول اللہ ﷺ خود جواب ارشاد فرمائیں گے لیکن جب حضور نبی کریم ﷺ نے کچھ جواب نہ دیا تو خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی باتوں کے جواب میں ایسی تقریر کی کہ وہ خاموش ہوگئیں۔ اور انہوں نے اپنی تقریر واپس لے لی (جب ایسا ہوا تو) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (کیوں نہ ہو آخر تو) عائشہ، ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہے جیسا اس کا باپ دانا اور خوش بیان ہے ویسی ہی خوش بیان اور عقلمند اس کی بیٹی بھی ہے۔

حسن کلام کے علاوہ آپؓ کو علم طب، علم فقہ، علم حدیث میں وہ مہارت حاصل تھی کہ بڑے بڑے جلیل القدر صحابی آپؓ سے استفادہ اور مشورہ کرنے کو اپنا فخر سمجھتے تھے۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور نبی کریم ﷺ کے صحابیوں کو جب کوئی حدیث مشکل معلوم ہوتی تو اسے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت

کرتے، جس حدیث کا مطلب معلوم نہ ہوتا تھا۔ (یہ حدیث ترمذی نے نقل کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔)
﴿مشکوٰۃ فضائل ازواج﴾

حضرت موسیٰ ابن طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ فصیح کوئی نہیں دیکھا۔
(یہ حدیث بھی ترمذی نے حسن صحیح غریب کے الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے۔)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے خطبات:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو زبان پر بھی بے پناہ قدرت حاصل تھی جس وقت وہ تقریر کرنے کھڑے ہوتیں تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کے منہ سے فصاحت و بلاغت کا چشمہ ابل رہا ہے اور تشبیہ و استعارات کا دریا امڈ چلا آ رہا ہے۔ ذیل میں آپؓ کے خطبوں کے چند نمونے دیئے جاتے ہیں جن سے معلوم ہو سکے گا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو زبان پر کس قدر عبور حاصل تھا۔

✿ جنگ جمل کے دوران ایک خطبے میں اپنے والد کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا:

و ابی ثانی اثنین اللہ ثالثھا، و اول من سمی صدیقا، مضی رسول اللہ ﷺ عنہ راض، و قد طوقہ و ھق الامامۃ ثم اضطرب حبل للدین فاخذ بطرفیہ و ربق لکم الثاء ہ فوقذ النفاق و غاض تبع الودۃ و اطفاء ما حشت یھود، وانتم یومئذ حجظ العیون تنتظرون العدوۃ و تسمعون الصیعۃ فراب الشای و ارزم السقاء و امتاح من الھراۃ و احطھر دفن الرواء حتی اعطن الواردواوردہ الصادر۔ و علی الناھل فقبضہ اللہ و اطنا علٰی ھام النفاق مذکیا نا والحرب للمشرکین، فانتظمت طاعتکم بجبلہ فولی امرکم رجلا موعیا اذا رکن علیہ، بعید مابین الابنتین عوکۃ للاذاہ

بجنبه صفر حا عن اذاة الجاهلين يقظان الليل فى نصرة الاسلام

ترجمہ: ''میرا باپ وہ جلیل القدر انسان تھا جسے غار ثور میں رسول اللہ ﷺ کی مصاحبت کا شرف حاصل ہوا، اس وقت میرے باپ کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اگر کوئی اور ذات تھی تو وہ اللہ تعالیٰ کی تھی۔ سب سے پہلے جس شخص کو ''صدیق'' کے خطاب سے سرفراز کیا گیا وہ بھی میرا باپ ہی تھا۔ رسول اللہ ﷺ اپنی وفات کے وقت آپؓ سے بہت خوش تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے بعد امت کی امامت آپؓ کے سپرد کی گئی۔ اس وقت اسلام کے عالی منار میں تزلزل برپا ہو گیا۔ میرا ہی باپ تھا جس نے اسے سنبھالا۔ میرا ہی باپ تھا جس نے نفاق کو بڑھنے سے روکا، ارتداد کا سرچشمہ خشک اور یہودیوں کی سیہ کاری کا قلع قمع کر دیا، تم اس وقت آنکھیں بند کیے فتنہ و فساد کے منتظر تھے، اور شور و غوغا پر گوش برآواز تھے۔ اس وقت صرف اسی کی شخصیت تھی جس نے دین کی دیوار میں پڑے ہوئے رخنوں کو درست کیا۔ گرتوں کو سنبھالا، دلوں کی پوشیدہ بیماریوں کو دور کیا۔ سیراب ہونے والوں کو ان کی منزل مقصود تک پہنچایا، پیاسوں کو گھاٹ پر لا کر سیراب کیا اور جو ایک بار پانی پی چکے تھے، انہیں دوبارہ پانی پلایا۔''

جب اس کے ذریعے نفاق کا سر کچلا جا چکا۔ مشرکین کے مقابلے میں لڑائی کی آگ بھڑکائی جا چکی تو آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس بلا لیا۔ دنیا سے رخصت ہوتے وقت آپ ایسے شخص کو اپنا جانشین بنا گئے جو مسلمانوں کا انتہائی خیر خواہ اور حقیقی طور پر ان کا محافظ تھا۔ مسلمانوں کیلئے آپ کا دل اس قدر کشادہ تھا جیسے دو پہاڑیوں کا درمیانی فاصلہ۔ آپؓ موذی دشمنوں کا سر توڑنے والے اور جاہلوں سے درگزر کرنے والے تھے۔ اسلام کی تائید و نصرت کیلئے راتوں کو جاگنا آپ کا شیوہ بن چکا تھا۔''

✿ ایک اور خطبے میں اپنے والد کے اوصاف بیان کرتے ہوئے کہا:

رحمک الله يا ابت انسلئن اقاموالد نيا لقدأتمت الدين حين و هى شعبه، و تفاقم صدعه، و رجعفة جوانبه، انقبضت عما ليه

اصغو، و شموت فیما عند و نوا، و استصغرت من دنیاک ما
اعظموا، و رغبت بدینک عما اعقلوا، طاعوا عنان الامرو
اقتعدت مطعی الحذر، فلم تهضم دینک و لم تنس عذک
ففاز عندالمساهمة قل حک و خف مما استوذ رواظهرک

ترجمہ: ''ابا جان! اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمتیں اور افضال نازل فرمائے، دوسرے لوگوں نے دنیا کمانے میں اپنی جدوجہد صرف کر دی لیکن آپ ہمہ تن دینی کاموں میں مصروف ہو گئے۔ آپ نے دین کو اس وقت مضبوط بنیادوں پر قائم کیا جب اس میں کمزوری رہ پا چکی تھی۔ اس میں دراڑ پڑ چکی تھی اور اس کی دیواریں پھٹ چکی تھیں، بے راہرو لوگوں نے جن کاموں کی طرف اپنی توجہ مبذول کی آپ نے ان سے کنارہ کشی اختیار کی اور جن امور میں انہوں نے کمزوری دکھائی انہیں سرانجام دینے کیلئے آپ نے کمر ہمت کس لی۔ انہوں نے دنیا کو ترجیح دی مگر آپ نے اسے مضبوطی سے پکڑ لیا۔ وہ شوخی اور شرارت میں بڑھتے چلے گئے مگر آپ نے استغفار کو اپنا ورد اور خوفِ خدا کو حرزِ جان بنا لیا۔ وہ آخرت سے غافل ہو گئے لیکن آپ کے دل میں ہمیشہ خدا کے دربار میں حاضر ہونے کا خیال جاگزین رہا اور آپ ایک لمحہ کیلئے بھی آخرت کو فراموش نہ کر سکے۔ ان کے مقابلے میں آپ ہی کا بول بالا رہا، اور جو بوجھ انہوں نے آپ کی کمر پر ڈال دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اسے ہلکا کر کے آپ کو اطمینان بخشا۔''

والد کی وفات کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان کے مزار پر آئیں اور وہاں کھڑے ہو کر اس طرح ان کی تعریف کی۔

نضر اللہ وجهک و شکر لک صالح سعیک، فقلد کنت
الدنیا مذلاباء عراضک عنها، و للآخرة معزا باقبالک علیها،
و لئن کان اجل العوادث بعد رسول اللہ ﷺ، زروک و اعظم

المصائب بعده فقدک ان کتاب اللہ لیعد و العزاء ک حسن العوض منک، فانا اشجز من اللہ موعوده فیک بالصبر علیک واستعیضه، منک، بالدعاء لک، فانا اللہ وانا الیه راجعون، و علیک السلام و رحمتک اللہ تو ویع غیر قالیة، لعیاتک ولا زواية علی القضاء فیک.

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ آخرت میں آپ کے چہرے کو تروتازہ رکھے اور دین اسلام کے استحکام کیلئے جو عظیم کوششیں آپ نے کیں، ان کا بہترین بدلہ آپ کو دے۔ دنیا سے اعراض کر کے آپ نے اسے ذلیل کر دیا اور آخرت کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف کر کے اس کیلئے عزت کا سامان پیدا کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے دردناک حادثہ آپ کی وفات کا ہے اور آپ کا اس دنیا سے اٹھ جانا حضور نبی کریم ﷺ کے بعد سب سے بڑی مصیبت ہے۔ کتاب اللہ میں مصیبت پر صبر کرنے والوں کیلئے بڑے بڑے انعامات اور افضال کا وعدہ کیا ہے۔ اس لیے میں اس مصیبت عظیم پر صبر کر کے اللہ کے انعامات ااور افضال کی امیدوار ہوں۔ جزع فزع کرنے کی بجائے میں خدا سے دعا کرتی ہوں کہ وہ آپ پر سلامتی اور رحمت نازل فرمائے اور آپ کو اپنی بخشش کی چادر میں ڈھانپ لے۔ ''انا اللہ و انا الیه راجعون......و علیک السلام رحمة اللہ! خدا کے سپرد اے پاک نفس! جس کی زندگی ہمارے لیے مسرت کا موجب تھی اور جس کی جدائی ہمارے لیے عظیم حادثہ کا پیغام لائی ہے۔''

جہاں تک فی البدیہہ خطبات کا تعلق ہے، ایسے موقعوں پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا چھوٹے چھوٹے لیکن دل میں کھب جانے والے فصیح و بلیغ اور مسجع و مقفیٰ دلکش فقرے استعمال کرتی ہیں لیکن جب ازدواجی زندگی کا حال بیان کرتی ہیں تو آسان اور سادہ اسلوب اختیار کرتی ہیں لیکن عبارت میں دل کشی اور فصاحت و بلاغت اس وقت بھی قائم رہتی ہے، چنانچہ اپنی رخصتی کا ذکر ان الفاظ میں کرتی ہیں:

تزوجني رسول الله ﷺ و انا ابنة ست سنين فقد منا المدينة فنزلنا في بني الحارث بن الخزرج فسوعكت فتمزق شعرى خوفي جمعية فاتتني امي ام رومان و انى لفي ارجوحة و معى صوا حب لي و صرخت بى فاتيتها لاادرى ماتريدبي! فاخذتني بيدى حتے أوقفتني على باب الداروانى لانهج حتى سكن بعض نفسي. ثم اخذت شيئا من ماءٍ فمسحت به و جهي ورأسي، ثم ادخلتني الدار فساذ انسوت من الانصار في البيت فقلن على الخير و البركة و على خير طائر فاسلمتني اليهن يصلحن من شاني فلم يرعنى الارسول الله ﷺ ضحى فاسلمتني اليه وأنا يوئذ بنت تسع سنين.

ترجمہ: ''رسول اللہ ﷺ سے میرا نکاح چھ سال کی عمر میں (مکہ میں ہوا تھا) جب ہم ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو بنوالحارث بن خزرج کے محلہ میں اترے۔ وہاں مجھے بخار آنے لگا، جس سے میرے سر کے تمام بال جھڑ گئے۔ سات آٹھ ماہ کے بعد رخصتی کی تقریب عمل میں آئی۔ مجھے پہلے سے کچھ معلوم نہ تھا۔ ایک دن میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھی کہ میری والدہ حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا نے مجھے آواز دی میں ہانپتی ہوئی ان کے پاس پہنچی۔ انہوں نے مجھے ہاتھ سے پکڑ کر گھر کے دروازے میں کھڑا کر دیا، جب میرا سانس ٹھیک ہوگیا تو انہوں نے پانی سے میرا ہاتھ منہ دھویا۔ اس کے بعد مجھے لے کر گھر میں گئیں وہاں انصار کی کچھ عورتیں موجود تھیں۔ انہوں نے دعائیہ فقروں سے میرا خیر مقدم کیا۔ میری والدہ نے مجھے ان کے سپرد کر دیا۔ انہوں نے مجھے دلہن بنایا۔ دن چڑھے رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ میرے والدین نے مجھے ان کے ساتھ رخصت کر دیا۔ اس وقت میری عمر نو برس کی تھی۔''

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو جس خداداد صلاحیت، قابلیت، فہم و فراست سے حصہ ملا تھا اس کا مختصر سا حال اوپر بیان ہو چکا ہے۔ یوں تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ابتدائے عمر ہی سے فہم وفراست فصاحت و بلاغت کا ملکہ ودیعت ہو چکا تھا لیکن حضور نبی کریم ﷺ کی پاک صحبت نے اس فطری ملکہ کو مزید جلا بخشی اور اس کا نتیجہ تھا کہ مروجہ اسلامی اور معاشرتی علوم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جو مقام حاصل کیا، ان کے ہم عصر اس کی گرد کو بھی نہ پہنچ سکے۔

رعب وجلال:

علم وفضل کے سبب سے آپؓ کے رعب و جلال کا یہ حال تھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسی عظمت وشان اور رعب وجلال رکھنے والی ہستی، خلیفہ ثانی جیسا ذی ہیبت اور ذی مرتبہ انسان آپؓ سے مرعوب ہو جاتا تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب آپؓ کے سامنے حاضر ہوتے تھے، تو جھکے جھکے، بدن چرائے، آنکھیں نیچی کیے ہوئے جاتے تھے۔ آپؓ کے سامنے زیادہ دیر نہ بیٹھ سکتے تھے۔ منہ سے بات بمشکل کی جاتی تھی۔ ایک دو کام کی باتیں نہایت ادب کے ساتھ آہستگی سے عرض کر کے عاجزانہ طریقہ پر رخصت طلب کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ یہ وہ پاک ہستی ہے جس کا احترام رسول اللہ ﷺ نے بھی ترک نہ فرمایا، اور ہمیشہ ان کی تکریم کی گئی۔

مسائل فرائض میں مہارت:

مسلم نے مسروق سے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرائض نکالنے میں خاص مہارت رکھتی تھیں اور بڑے بڑے جلیل القدر صحابی فرائض کی نسبت آپؓ سے پوچھا کرتے تھے۔

﴿طبقات ابن سعد﴾

صاحب اسد الغابہ تحریر فرماتے ہیں کہ جس وقت حضرت مسروق حضرت عائشہ

صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کرتے تھے تو سلسلہ کلام یوں شروع کیا کرتے تھے:

حدثنی الصدیقه بنت الصدیق البریبة المبراۃ و کان اکابر الصحابة

''یعنی مجھے صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو بُرائیوں سے پاک اور بری الذمہ تھیں۔''

اور فرائض کی نسبت بڑے بڑے صحابہ آپؓ سے سوال کیا کرتے تھے۔ عطا ابن رباح رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے، تمام لوگوں سے زیادہ فقیہ اور بہتر تھیں۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ میں نے علم فقہ طب اور فن شاعری میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ عالم کوئی نہیں دیکھا۔ (طبقات ابن سعد میں بھی یہی روایات بیان ہوئی ہے۔ جس میں صرف ''حبیبہ محبوب خدا'' کے الفاظ زیادہ ہیں۔)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فہم وفہراست کے لحاظ سے اس قدر ممتاز تھیں کہ اکثر معاملات خانہ داری میں رسول اللہ ﷺ آپؓ سے مشورہ فرماتے اور آپؓ ایسی تدبیر بتاتیں کہ حضور نبی کریم ﷺ بھی اسے پسند فرماتے۔ اب ہم آپ کی فضیلتوں کا ذکر کرتے ہیں جن کا تذکرہ کتب احادیث میں آیا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت

حضرت جبرئیل علیہ السلام کا سلام:

(۱) حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ! جبرئیل علیہ السلام تمہیں سلام کہتے ہیں۔ وہ بولیں کہ ان پر بھی سلام اور خدا کی رحمت ہو اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ حضور نبی کریم ﷺ وہ چیز دیکھتے تھے جو میں نہ دیکھتی تھی۔

(یہی روایت بخاری اور مسلم دونوں کی متفق علیہ ہے۔ اس روایت کو اسماء الرجال کی سب کتابوں میں نقل کیا گیا ہے۔ طبقات ابن سعد میں بھی اس کا تذکرہ موجود ہے۔ اس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام جیسے افضل الملائکہ آپ پر سلام بھیجتے تھے۔)

جنتی ریشمی پارچہ پر تصویر عائشہ:

(۲) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں مجھے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم مجھے خواب مین تین روز تک نظر آئی تھیں۔ ایک فرشتہ تمہاری تصویر ایک ریشمی پارچہ میں لایا تھا، اس نے مجھے کہا کہ یہ تمہاری بیوی ہیں۔ میں نے تمہارے چہرہ سے پردہ اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ تم ہی ہو۔ میں نے کہا اگر یہ خدا کی طرف سے ہوگا تو وہ ضرور پورا کرے گا۔ (یہ روایت مسلم اور بخاری کی متفق علیہ ہے۔)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خصائص الکبریٰ میں بھی اس روایت کو بیان کیا ہے۔ اس روایت سے صرف اتنا بھید ظاہر ہوتا ہے کہ خدا نے جس امر کو چاہا رسول اللہ ﷺ پر ظاہر فرما دیا۔ نہ تو رسول اللہ ﷺ کی یہ خواہش تھی نہ آپ ﷺ نے خدا سے اس قسم کی کوئی دعا کی تھی۔ کوئی اعتراض وارد ہوسکتا ہے تو قدرت پر ہوسکتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس اس سے بالکل پاک ہے مگر حضور نبی کریم ﷺ کے بیان سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ شئے دکھائی جسے دیکھ کر میں نے پسند کیا اور مجھے خواہش ہوئی کہ یہ شے مجھے مل جائے اگر اس خواہش پر بھی کوئی اعتراض کرے تو اس کا اعتراض بالکل نادانی ہے، بہتر عقل وفہم والا انسان ہمیشہ اچھی ہی چیز پسند کرتا ہے۔

تمام عورتوں پر بزرگی:

(۳) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کی بزرگی تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی

بزرگی تمام کھانوں پر مردوں میں سے بہت لوگ کامل ہوئے مگر عورتوں میں صرف مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون کامل ہوئیں۔ (ان کے بعد اگر کوئی عورت فضیلت وعلم میں کامل ہوئی تو وہ صرف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں۔)

﴿صحیح بخاری، کتاب پیدائش انبیاء﴾

فائدہ:

ثرید عرب میں ایک لذیذ کھانے کا نام ہے اور وہ یہ ہے کہ گوشت کے شوربے میں روٹی بھگو کر ثرید بناتے ہیں۔ اس کھانے کو اہل عرب بہت اچھا سمجھتے ہیں۔ یہ حدیث بھی سب نے بیان کی ہے اور نہایت مشہور و معروف ہے۔ اس حدیث سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت اچھی طرح ظاہر ہے۔ گویا رسول اللہ ﷺ کیلئے لذائذ دنیوی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بہتر کوئی شے نہ تھی، جس طرح ثرید جسم کے لذیذ غذا کا نام ہے اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کیلئے روح کی پاکیزہ غذا تھیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے وسیلہ سے آیت تیمّم کا نزول:

(۴) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بیدا کے مقام پر میرا ہار گر گیا۔ گو ہمارا ارادہ مدینہ منورہ آنے کا تھا لیکن حضور نبی کریم ﷺ نے اونٹنی کو وہیں بٹھا دیا اور ٹھہر گئے۔ آپ ﷺ (خیمہ میں) میری ران پر سر رکھ کر سو گئے۔ (اتنے میں) میرے باپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور میرے منہ پر ایک زور سے تھپڑ مارا اور کہا کہ ہار کھو کر سب لوگوں اور تمام لشکر کو یہاں روک دیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے (ایسی چوٹ لگی) کہ مجھے موت کی سی تکلیف ہوئی، چونکہ میری ران پر رسول اللہ ﷺ کا سر مبارک تھا اور حضور نبی کریم ﷺ سو رہے تھے، اس لیے (میں حرکت بھی نہ کر سکی) میرے باپ نے مجھے جھڑکا پھر جب رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے تو صبح ہو گئی تھی۔ آپ ﷺ نے

پانی مانگا۔ (چونکہ پانی ختم ہو چکا تھا) اس لیے نہ ملا۔ تب یہ آیت نازل ہوئی:

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ اِذَا قُمْتُمْ الخ

ترجمہ: ''ایسی حالت میں تیمم جائز ہے۔''

حضرت اسید بن خضیر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اولاد ابوبکر! تم لوگوں کیلئے موجب خیر و برکت ہو، تمہاری وجہ سے یہ (تیمم کی آیت) برکت لوگوں پر نازل ہوئی ہے۔

(جس کے باعث بہت آسانی ہوگئی۔)

﴿صحیح بخاری تفسیر القرآن﴾

بخاری کی دوسری روایت میں صرف اس قدر زیادہ ہے کہ جب میرا اونٹ اگلے روز سفر کیلئے اٹھایا گیا تو ہار بھی مل گیا۔ اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے آل ابوبکر! یہ تمہاری پہلی برکت نہیں ہے۔

(بلکہ اس سے پہلے بھی تم اہل اسلام کو اپنا ممنون بنا چکی ہو۔)

بخاری کی تیسری روایت میں ہے کہ وہ ہار ان لوگوں کو مل گیا تھا جو اس کی تلاش کیلئے بھیجے گئے تھے۔

زمانہ موجودہ کے دنیا پرست عالم اور فلسفہ کے دلدادہ طرح طرح کی باتیں بناتے ہیں۔ معجزات کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ خاص واقعات کو بھی اتفاقات پر محمول کر لیتے ہیں اور پھر قرآن و حدیث کو سمجھنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ کیا اصحاب رسول اللہ ﷺ میں ان کی سی عقل نہ تھی۔ (نعوذ باللہ من ذالک) یاد رکھو جن لوگوں نے اسلام کی اشاعت کی تھی وہی اس کو خوب سمجھتے تھے۔ قدرت جب کوئی احسان کرتی ہے تو کسی برگزیدہ ہستی کے ذریعہ سے شانِ رحمت اختیار کرتی ہے۔ اس کی مثالیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے واقعات میں بکثرت موجود ہیں۔ ان کی طرف حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے اشارہ بھی کیا ہے۔ ہم یہ ضرور تسلیم کرتے ہیں کہ خدائے قدوس آیت تیمم ضرور نازل فرماتا اور کبھی نہ کبھی

مسلمانوں کو ایسا اتفاق ضرور پیش آتا کہ انہیں پانی دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے تیمم کی حاجت ہوتی، لیکن ہم یہ بھی دعوے کے ساتھ کہتے ہیں کہ جب کبھی یہ نعمت عطا ہوتی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے توسل ہی سے عطا ہوتی۔

اس روایت میں جس ہار کا ذکر کیا گیا ہے وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے مانگا تھا جب وہ کھو گیا تو رسول اللہ ﷺ کو آپ کی رنجش گوارا نہ ہوئی اور اس کی تلاش کیلئے حکم دیا۔ تمام لشکر کو وہاں ٹھہرنا پڑا۔ یہ صرف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی دلجوئی اور ان کی برگزیدگی کا ثبوت تھا۔

دوسری روایت میں یہی واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے ہار عاریتاً مانگ لیا تھا۔ وہ کھو گیا تو حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے چند اصحاب کو اس کے ڈھونڈنے کیلئے روانہ کیا۔ اثنائے راہ میں نماز کا وقت ہو گیا تو اصحاب رسول ﷺ نے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی (کیونکہ وہاں پانی نہ ملتا تھا نہ مل سکتا تھا۔) جب وہ واپس آئے تو حضور نبی کریم ﷺ سے شکایت کی۔ اس پر یہ آیت تیمم نازل ہوئی۔

وحی کا نزول صرف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر:

(۵) ہشام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ لوگ اپنے ہدیئے ارادہ کر کے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن بھیجا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ دیگر ازواج مطہرات حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس جمع ہوئیں اور کہا کہ اے ام سلمہ! خدا کی قسم! لوگ اپنے ہدیئے ارادہ کر کے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن بھیجتے ہیں، حالانکہ جس طرح عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مال کی خواہش رکھتی ہیں، اسی طرح ہمیں بھی مال کی خواہش ہے۔ (یہ محاورہ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ہدیئے میں زر و جواہر نہ آتے تھے)

تم رسول اللہ ﷺ سے کہو کہ آپ لوگوں کو حکم دیں کہ جہاں کہیں آپ ﷺ ہوا

کریں، لوگ وہیں آپ ﷺ کے پاس ہدیئے بھیجا کریں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس کا ذکر حضور نبی کریم ﷺ سے کیا۔ آپ ﷺ نے اعراض فرمایا، پھر جب رسول اللہ ﷺ ان کے گھر گئے تو پھر انہوں نے یہی ذکر کیا اور آپ ﷺ نے پھر اعراض فرمایا۔ پھر جب تیسری مرتبہ یہی ذکر آیا تو آپ نے فرمایا کہ اے ام سلمہ! تم مجھے عائشہ کے بارے میں نہ ستاؤ، کیونکہ خدا کی قسم! وحی نازل نہیں ہوتی، جب میں تم میں سے کسی بیوی کے پاس ہوتا ہوں، سوائے عائشہ رضی اللہ عنہا کے۔

فائدہ:

اس روایت سے تین باتیں ظاہر ہوتی ہیں: (۱) حضور نبی کریم ﷺ کو جو محبت اور اُنس حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھا، وہ کسی اور بیوی کے ساتھ نہ تھا، مگر یہ حالت محبت دانستہ نہ تھی بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھی۔ آپ ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وہ قدر و منزلت پہچانتے تھے جو خدا کی طرف سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو عطا کی گئی تھی۔

(۲) یہ کہ خدا کی بارگاہ قدس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو وہ قبولیت حاصل تھی جس کا ذکر پچھلی دو حدیثوں میں گزر چکا ہے۔ یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام آپؓ کو سلام کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؓ کی تصویر رسول اللہ ﷺ کو دکھائی تھی، جب آپؓ اور حضور نبی کریم ﷺ ایک جگہ ہوتے تھے، تب بھی وحی نازل ہو جاتی تھی۔ حالانکہ یہ بات کسی دوسری جگہ نہ ہوتی تھی۔ معلوم ہوا کہ جس طرح حضور نبی کریم ﷺ دنیاوی آلائشوں سے پاک تھے، اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی طاہرہ تھیں، کیونکہ فرشتوں اور وحی کا نزول ہمیشہ پاک مقام اور پاک آدمی پر پاک حالت میں ہوتا ہے۔ فرشتے اس قدر لطیف اور پاک بنائے گئے تھے کہ وہ بدبودار چیزوں کو مطلق پسند نہیں کرتے، چنانچہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

بدبودار چیزیں کبھی نہ کھاتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ قدرت نے ایک نور مجسم اپنے محبوب کی ہم نشینی و دلداری کیلئے عورت کی شکل میں آسمان سے اتارا تھا اور پردہ داری کیلئے حضرت اُم رومان رضی اللہ عنہا کو واسطہ بنالیا گیا تھا۔

(۳) یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی تعلیم اور آپؐ کی صحبت کا فیض ازواج مطہرات پر جو کچھ تھا، وہ حدیث سے ظاہر ہے لوگ خیال کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج آپس میں ایک دوسرے سے رقابت رکھتی تھیں، مگر یہ صرف خیال ہے اور وہ بھی غلط اللہ والوں کی محبت اور عداوت کا ایک خاص رنگ اور ایک خاص معیار ہوتا ہے۔ وہ جائز حقوق طلب کرتے ہیں، ان سے اگر کوئی غلطی ہو جاتی ہے تو اس پر پشیمان ہوتے ہیں، جب وہ اپنی خطا سے خبردار ہوتے ہیں تو توبہ کرتے ہیں۔ خدا سے ڈرتے ہیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اگرچہ اس گروہ میں تھی جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے خلاف تھا مگر حدیث بیان کرنے میں آپؓ اپنے دشمن کی ایسی فضیلت بیان کرتی ہیں کہ اگر کوئی دوست ہوتا تو وہ بھی زیادہ سے زیادہ اتنا ہی بیان کرتا۔ آپؓ اپنی ذات اور تمام ازواج مطہرات کے متعلق یہ حدیث بیان کر کے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کا سکہ بٹھاتی ہیں۔ بے شک رسول اللہ ﷺ کے گھر میں اگر دشمنی کا اظہار بھی ہو تو وہ اسی رنگ میں ہونا چاہیے۔

روایتیں چونکہ مختلف راویوں سے مروی ہوتی ہیں۔ اس لیے بعض اوقات ان کے سمجھنے میں غلطی ہو جایا کرتی ہے۔ یعنی حدیث کا مطلب و مدعا کچھ ہے اور سمجھنے والے نے کچھ سمجھا۔ یہ صرف انسانی عقل کا قصور ہے۔ حدیث کے راوی اور قرآن کے مفسر ہمیشہ نقل کرنے میں اس بات کا لحاظ رکھتے ہیں کہ کوئی لفظ اپنی طرف سے شامل نہ کریں۔ اس لیے جو روایت جن الفاظ میں جس طرح ہوتی ہے وہ اسے اسی طرح بیان کر دیتے ہیں۔ اب مطلب مدعائے حقیقی کا نکال لینا پڑھنے اور دیکھنے

والے کی عقل پر موقوف ہے۔ اور علم تاریخ و تفسیر کی ترتیب کا سب سے اچھا طریقہ یہی ہے۔ اس طرح واقعات بالکل صحیح محفوظ رہتے ہیں، ہر انسان باعتبار عقل و فہم ایک دوسرے سے الگ ہوتے ہیں۔ بہت سے علماء کی تعلیمی حالت ایک سی نہیں ہوتی، اس لیے اگر ایک روایت کو سب اپنی اپنی عقل اور اپنے اپنے علم کے موافق نقل کریں تو کچھ دنوں میں انجیل و توریت کی طرح اس میں اصلیت بدل دینے کو کافی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل اسلام نے اس طریقہ کو پسند نہیں کیا۔ ہر روایت کے الفاظ بجنسہ بیان کر دیئے جاتے ہیں۔ خواہ وہ بھلے ہوں یا برے، اس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ آج چودہ سو برس گزر جانے کے بعد بھی اس کا رنگ پھیکا نہ ہوسکا۔ کسی روایت پر اپنی طرف سے حاشیہ چڑھانا بہت ہی برا ہے۔ ہاں! مدعائے حقیقی سمجھنے کیلئے عقل سلیم طبع رسا، اور پاکیزہ عقائد کی ضرورت ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی ازواج پاک میں کبھی عداوت نہیں پائی گئی، ہاں کبھی کبھی شکر رنجی ہو جاتی تھی۔ جو بشریت کا مقتضا تھا۔ جو روایتیں ایسی نظر آئیں کہ ان سے اہل بیت رسول اللہ ﷺ کی عداوت کا شبہ ہوتا ہو تو یا تو انہیں ضعیف سمجھیں یا ان کا مطلب سمجھنے میں عقل اور طبیعت کی رسائی سے کام لیں۔

دوران نماز رسول اللہ ﷺ کے سامنے تخت پر استراحت:

(۶) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے آگے لیٹی ہوئی تھی اور میرے پاؤں آپ کے قبلہ کی طرف ہوتے تھے۔ جب آپ سجدہ کرتے تھے تو مجھے دبا دیتے تھے اور میں اپنے پاؤں سکیڑ لیتی تھی، جب آپ کھڑے ہو جاتے تھے تو میں پھر پاؤں پھیلا دیتی تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس وقت تک گھروں میں چراغ نہ تھے۔

﴿صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ﴾

اس روایت سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ فضیلت ظاہر ہے کہ آپ کے نماز میں آگے ہونے سے رسول اللہ ﷺ کراہت نہ فرماتے تھے اس روایت پر ہم آگے چل کر روشنی ڈالیں گے۔

(۷) حضرت اسود رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: کیا تم نے ہمیں کتے اور گدھے کے برابر کر دیا۔ بے شک میں نے اپنی ذات کو تخت پر لیٹے ہوئے دیکھا اور نبی کریم ﷺ تشریف لاتے تھے تو تخت پر بیچ میں (کھڑے ہوکر) نماز پڑھتے تھے۔ میں اس بات کو برا جانتی تھی کہ نماز پڑھتے وقت آپ کے سامنے رہوں، پس میں تخت کے پایوں کی طرف سے نکل جاتی یہاں تک کہ اپنے لحاف سے باہر ہو جاتی۔

﴿صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ﴾

(۸) حضرت مسروق رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے سامنے ان چیزوں کا ذکر نکلا جو نماز کو توڑ ڈالتی ہیں تو لوگوں نے بیان کیا کہ کتا اور گدھا اور عورت نماز کو قطع کر دیتی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں کہ بے شک تم لوگوں نے ہمیں کتا بنا دیا۔ بلاشبہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا ہے، اس حالت میں کہ میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان میں ہوتی تھی اور تخت پر بیٹھی ہوئی ہوتی تھی، پھر مجھے کچھ ضرورت ہوتی تو چونکہ میں اس بات کو برا جانتی تھی کہ آپ کے سامنے سے ہوکر نکلوں، اس لیے ایک طرف سے نکل جاتی تھی۔

﴿صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ﴾

(۹) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ تم نے برا کیا جو ہم لوگوں کو کتے اور گدھے کے برابر کر دیا۔ بے شک میں نے اپنی ذات کو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھتے ہوتے تھے اور میں قبلہ کے درمیان لیٹی ہوتی تھی جب آپ ﷺ

سجدہ کرنا چاہتے تو میرے پاؤں کو دبا دیتے، میں ان کو ہٹا لیتی۔

﴿صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ﴾

دنیا اور آخرت میں ہم نشین:

(۱۰) حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق کہا کہ ہم جانتے ہیں وہ رسول اللہ ﷺ کی ایسی زوجہ ہیں جو دنیا میں بھی آپ ﷺ کی ہم نشین تھیں اور جنت میں بھی ساتھ رہیں گی۔

﴿طبقات ابن سعد﴾

جنت میں ساتھ:

(۱۱) حضرت ابی محمد مولی الفصارین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ کی ازواج میں سے وہ کون ہیں جو جنت میں آپ کے ساتھ ہوں گی، حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تو انہی میں سے ہے جو میرے ساتھ جنت میں ہوں گی۔

﴿طبقات ابن سعد﴾

حبیبہ رسول اللہ ﷺ:

(۱۲) مصعب نے سعد کے واسطے سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے امہات المومنین میں سے ہر ایک کا نفقہ دس ہزار درہم مقرر کیا تھا، مگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کیلئے دو ہزار کا اضافہ منظور فرمایا تھا۔ آپ فرماتے تھے: اضافہ کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی حبیبہ ہیں۔

﴿طبقات ابن سعد﴾

جھوٹ سے پاک:

(۱۳) ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ جس وقت حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حضرت

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کوئی حدیث نقل کرتے تھے، تو یہ بھی فرماتے تھے کہ خدا کی قسم! حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے متعلق کوئی جھوٹ بات نہیں کی ہے۔

﴿طبقات ابن سعد﴾

حضور نبی کریم ﷺ کا جبہ مبارک اور اس کی برکات:

(۱۴) حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک طیلسان کسروانی جبہ نکالا (طیلسان ایک قسم کا عجمی کپڑا ہوتا ہے جس کا بانا سیاہ اور تانا صوف کا ہوتا ہے۔ کسروانی، کسریٰ بن نوشیرواں کی طرف منسوب ہے) اس کے گریبان اور دونوں چاکوں پر ریشمی سنجاف لگی ہوئی تھی، پھر حضرت اسماءؓ نے کہا یہ حضور نبی کریم ﷺ کا جبہ ہے، جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا۔ جب (میری بہن) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا تو یہ جبہ میں نے لے لیا تھا، اسے حضور نبی کریم ﷺ کبھی کبھی پہنتے تھے اور ہم بیماروں کیلئے اسے دھو کر پلاتے ہیں۔ (یہ حدیث مسلم نے روایت کی ہے۔)

﴿مشکوٰۃ﴾

چونکہ حضور نبی کریم ﷺ کا جبہ بھی کسی شخص کے پاس ہونا اس شخص کی فضیلت کی دلیل ہے اور اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کا جبہ شریف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا، اس لیے باب فضیلت میں یہ روایت بھی نقل کی گئی ہے۔

حضرت طلحہ بن عبداللہ بن مسافع رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی طرح جو عشرہ مبشرہ میں سے تھے، ان کا نام بھی طلحۃ الخیر تھا۔ یہ وہی ہیں جنہوں نے اپنی خواہش ظاہر کی تھی کہ اگر رسول اللہ ﷺ وفات پائیں تو آپ ﷺ کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے میں نکاح کروں گا۔ اس لیے لوگوں میں اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ میں اکثر شبہ ہو جاتا ہے۔ اب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت

ملاحظہ ہو، جب انہوں نے ایسی خواہش ظاہر کی تو فوراً اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

"وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَا اَنْ تَنْكِحُوْا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا"

﴿سورۃ الاحزاب﴾

ترجمہ: "اور تمہیں نہیں پہنچتا کہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا دو اور نہ یہ کہ ان کے بعد کبھی ان کی بیبیوں سے نکاح کرو۔" (کنزالایمان)

﴿اسدالغابہ﴾

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر انعام خداوندی:

(۱۵) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر جو انعام کیے ہیں، ان میں سے یہ بھی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے ہی گھر اور میری ہی باری کے دن اور میرے ہی سینہ اور ہنسلی کے درمیان وفات پائی ہے اور یہ بھی انہیں نعمتوں میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی وفات کے وقت میرا اور آپ ﷺ کا لعاب جمع کر دیا تھا۔ (اس کی وجہ یہ تھی کہ میرے پاس میرے بھائی) حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ آئے تھے اور ان کے ہاتھ میں مسواک تھی۔ میں رسول اللہ ﷺ کو سہارا دیئے بیٹھی تھی، میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ رہے ہیں، میں سمجھ گئی کہ آپ ﷺ مسواک کو زیادہ پسند کرتے ہیں، اس لیے میں نے پوچھا کہ میں آپ ﷺ کیلئے مسواک لے لوں، آپ ﷺ نے اپنے سر مبارک سے اشارہ کیا کہ ہاں لے لو۔ میں نے کہا: میں نے مسواک لے کر آپ ﷺ کو دیدی لیکن آپ ﷺ کو وہ سخت معلوم ہوئی۔ میں نے کہا کہ میں اسے نرم کر کے دوں، پھر آپ ﷺ نے سر سے اشارہ کیا ہاں چنانچہ میں نے (اپنے دانتوں سے) اسے نرم کر دیا پھر آپ ﷺ نے اپنے دانتوں میں مسواک کی۔

﴿اسی روایت سے ملتی جلتی مندرجہ ذیل دوسری روایت بھی ہے۔﴾

ازواج مطہرات پر فضیلت:

(۱۶) حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں دس باتوں میں حضور نبی کریم ﷺ کی ازواج پر فضیلت رکھتی ہوں۔ حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: یا ام المومنین! وہ کیا کیا ہیں؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: (۱) میرے سوا آپ نے کسی کمسن کنواری لڑکی سے شادی نہیں کی۔ (یعنی رسول اللہ ﷺ کی سب ازواج زیادہ عمر کی اور بیوہ یا مطلقہ تھیں۔) (۲) میرے سوا آپ ﷺ کی ازواج میں کوئی بھی ایسی نہ تھی جس کے ماں باپ دونوں مہاجر ہوں۔ (۳) اللہ تعالیٰ نے افک والے بہتان میں میری صفائی کے متعلق آسمان سے آیات (بریت) نازل فرمائیں۔ (۴) نکاح سے پہلے میری تصویر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حریر پر نقش کی ہوئی حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کی۔ (اور حضور نبی کریم ﷺ نے اس کو پسند کیا۔) (۵) میں اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی برتن سے غسل کیا کرتے تھے، میرے سوا کسی دوسری بیوی کے ساتھ آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا۔ (۶) میں حالت نماز میں آپ ﷺ کے سامنے آجاتی تھی حالانکہ کوئی دوسری بیوی ایسا نہیں کر سکتی تھی۔ (۷) جب میں آپ ﷺ کے پاس ہوتی تھی اس وقت بھی وحی نازل ہو جاتی تھی، میرے سوا کسی دوسری بیوی کے پاس کبھی آپ ﷺ پر وحی نازل نہ ہوئی۔ (۸) آپ ﷺ کی روح مبارک میرے سینہ اور ہنسلی کے درمیان قبض کی گئی۔ (۹) میری باری کے روز آپ ﷺ نے وفات پائی۔ (۱۰) اور یہ فخر مجھ ہی کو حاصل ہے کہ آپ ﷺ میرے ہی گھر میں دفن ہوئے۔

﴿طبقات ابن سعد﴾

حضرت جبرئیل علیہ السلام کی زیارت کرنا:

(۱۷) عبدالملک، ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میرے سوا حضور نبی کریم ﷺ کی کسی بیوی کو حضرت جبرئیل

علیہ السلام کی زیارت نہیں ہوئی اور کوئی بیوی آپ ﷺ کو مجھ سے زیادہ عزیز نہیں تھی۔ نہ میرے باپ کے سوا صحابہ کرام میں کوئی ایسا تھا جس سے آپ ﷺ سب سے زیادہ محبت کرتے تھے۔

﴿طبقات ابن سعد﴾

(حضرت جبرئیل علیہ السلام کی روایت کے متعلق دوسری روایت طبقات ابن سعد میں اسی طرح آئی ہے۔)

(۱۸) حضرت مسروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اپنے حجرہ میں کھڑا ہوا دیکھا، وہ رسول اللہ ﷺ کی تلاش میں گھوڑے پر سوار تھے، جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں نے پوچھا: یہ کون تھا جو آپ ﷺ کو تلاش کر رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو نے اسے دیکھا ہے، میں نے کہا ہاں دیکھا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا کہ ان کی صورت کیسی تھی؟ میں نے کہا دحیہ کلبی کے ہم شکل تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تو نے نہایت خیر و برکت دیکھی، کیونکہ وہ جبرئیل علیہ السلام تھے۔

﴿طبقات ابن سعد﴾

رسول اللہ ﷺ اور حضرت عائشہؓ کی دلچسپ گفتگو: (گیارہ عورتوں کا واقعہ)

(۱۹) ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی حبیبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے زمانہ جاہلیت کے متعلق کچھ گفتگو کی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اثنائے گفتگو میں گیارہ عورتوں کا نہایت دلچسپ تذکرہ بیان کیا جو زمانہ جاہلیت میں گزری تھیں۔ ان تذکروں کی عربی عبارت ادبی پہلو سے دیکھنے کے قابل ہے۔ ہم اردو میں اس دلچسپی کو دلنشین بنانے کی کوشش کریں گے۔ اس روایت سے بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کا پورا پتہ ملتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

جاہلیت کے زمانہ میں گیارہ عورتیں پانی بھرنے کیلئے ایک گھاٹ پر جمع ہوئیں، انہوں نے باہم یہ عہد و پیمان کیا کہ ہر عورت اپنے شوہر کا حال بے کم وکاست بیان کردے،

✿ چنانچہ وہ سب عورتیں ایک جگہ جمع ہو کر اپنے اپنے شوہروں کا حال اس طرح بیان کرنے لگیں:

(۱) میں اپنے شوہر کا کیا حال بیان کروں، اگر بیان کروں بھی تو صرف اس کے عیب ہی عیب ہیں جن کو میں ذکر نہ کرسکوں گی۔

(۲) میرا شوہر ایسا ہے جیسے کہ ایک دبلے اونٹ کا گوشت کسی پہاڑ کی بلند چوٹی پر رکھا ہو، نہ تو اس کا راستہ اس قابل ہے کہ کوئی چڑھ کر جاسکے اور نہ اس گوشت سے فائدہ اٹھا سکے اور نہ وہ گوشت ایسا اچھا ہے کہ اس کیلئے کوئی پہاڑ پر چڑھنے کی زحمت گوارا کرسکے۔

(۳) میرا شوہر ایسا ہے کہ جب کھانے کیلئے بیٹھتا ہے تو پیالہ صاف کر جاتا ہے اور جب پیتا ہے تو تلچھٹ تک نہیں چھوڑتا اور جب سوتا ہے تو اپنے جسم پر سارا لحاف لپیٹ لیتا ہے۔

(۴) میرا شوہر نہایت بے ہودہ اور خطرناک ہے اور اگر کچھ نہ کہوں تو میری خبر نہیں لیتا اور کچھ بولتی ہوں تو طلاق دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

(۵) میرا شوہر جاہل بدچلن اور شکم پرور ہے۔ کوئی عیب ایسا نہیں جو اس میں نہ ہو، جب گھر میں آتا ہے تو مجھ کو دھمکاتا ہے اور کہتا ہے تیرا منہ توڑ دوں گا۔ تیرے دانت اکھاڑ دوں گا، تیرا سر پھوڑ دوں گا، (جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یہاں تک پہنچیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ سب شوہر برے تھے کیونکہ ان کا برتاؤ اپنی بیویوں سے ایسا تھا کہ وہ شکایت کرتی تھیں۔)

(۷) میرا شوہر، اس پر آفرین ہو، خوشبو میں مشک کا جواب ہے اور خرگوش کی طرح نرم و نازک ہے۔ (یعنی اس کے اخلاق اچھے ہیں اور رحم دل ہے)

(۸) میرا شوہر ایسا ہے جیسی تہامہ کی رات (یعنی نہ گرم ہے نہ سرد اور نہ خوفناک ہے۔)

(۹) میرا شوہر جب گھر سے باہر نکلتا ہے تو شیر ہے، جب گھر میں رہتا ہے تو چیتا۔ (یعنی چپ چاپ چیتوں کی طرح ایک کونے میں سوتا رہتا ہے۔) اور جو کچھ اس نے خرچ کیلئے مقرر کر دیا ہے ہمیں اس سے مانگنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ (بے طلب دے دیتا ہے۔)

(ط) میرا شوہر بڑا عظیم الشان اور بڑی شخصیت کا آدمی ہے اس کی تلوار کا پرتلہ بہت لمبا ہے۔ اس کی نشست گاہ زنانہ مکان ہے قریب ہے اور اس کے گھر سے راکھ بہت نکلتی ہے۔ (یعنی وہ لمبے قد کا بہادر شخص ہے، بڑا مہمان نواز ہے، مہمانوں کیلئے نشست گاہ زنانہ مکان سے اس لیے قریب بنوائی ہے کہ انہیں تکلیف نہ ہو جس چیز کی ضرورت ہو فوراً مکان سے منگوا لی جائے اور کھانا اس کے گھر میں مہمانوں کیلئے بہت زیادہ پکتا ہے۔ جس کے سبب سے اس کے باورچی خانے میں راکھ بہت جمع ہو جاتی ہے۔ نشست گاہ کا مکان سے قریب ہونا اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ اسے گھر والوں سے زیادہ محبت ہے اور راکھ کا زیادہ نکلنا اس بات کی دلیل ہوسکتی ہے کہ اس کے متعلقین جن کی وہ پرورش کرتا ہے تعداد میں زیادہ ہیں۔)

(۱۰) میرے شوہر کا نام مالک ہے۔ وہ صرف نام ہی کا مالک نہیں بلکہ بہت سے اونٹوں کا مالک ہے جو کئی چراگاہوں میں چرتے ہیں، جب اس کے گھر مہمان آتے ہیں اور وہ چھریاں کھڑکھڑاتا تیز کرتا ہے تو اونٹ سمجھ جاتے ہیں کہ آج ہم میں سے بہتوں کی موت آ گئی ہے۔

(۱۱) پہلے میرا نکاح ایک زمیندار سے ہوا، اس نے میرے دونوں بازو گوشت سے اور کان زیور سے بھر کر آراستہ بنا دیئے۔ (یعنی اس نے مجھے خوب کھلایا پلایا موٹا کر دیا اور بہت سے زیور بھی بنوا دیئے) میرے شوہر کی ایک بڑھیا ماں تھی۔ وہ کیسی اچھی تھی، اس کے کمرے غلہ سے بھرے رہتے تھے۔ اس کے

گھر کا صحن بہت وسیع تھا، میرے شوہر کی ایک بیٹی پہلی بیوی سے بھی تھی۔ وہ بھی اچھی موٹی تازی اور اپنے محلہ میں ہر دلعزیز تھی۔ اس کا ایک بیٹا بھی تھا۔ وہ کیسا نازک اور خوبصورت بیٹا تھا۔ بہت کم کھاتا تھا اور بہت ہی کم عیش پسند تھا۔ کچھ دن کے بعد اس نے ایک دوسری عورت سے جو بڑی موٹی مگر خوبصورت تھی، نکاح کرلیا۔ وہ بھی دو ہونہار بچے اپنے ساتھ لائی تھی۔ اس کے بعد اس نے مجھے طلاق دیدی، میں نے پھر ایک دوسرے شخص کے ساتھ شادی کر لی، جو بڑا شہسوار اور بہادر ہے، طرح طرح کے زیور بنوا کر مجھ کو دیتا ہے اور اپنے دل میں میری حد سے زیادہ محبت رکھتا ہے، لیکن واللہ! اس زمیندار کے صرف ایک کمرے میں جس قدر سامان تھا۔ (اس کا سارا گھر بھی اس کے برابر نہیں ہوسکتا۔)

حضور نبی کریم ﷺ نے تمام قصہ سن کر فرمایا کہ آخر کی ان سب عورتوں نے اپنے شوہروں کی بہت تعریفیں کیں اور ان کے احسانات نہایت احسن طریقے سے ظاہر کیے۔ میں بھی اے عائشہ! تیرے لیے ایسا ہی ہوں جیسا کہ گیارھویں عورت کیلئے اس کا زمیندار شوہر تھا۔

زمیندار کو حضور نبی کریم ﷺ نے اس لیے ترجیح دی کہ اس نے اپنی بیوی کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا تھا، کیونکہ وہ عورت دوسرے بہادر اور شہسوار شخص کے ساتھ نکاح کرنے کے بعد بھی اپنے شوہر کو نہیں بھولی تھی۔ اس کی ہر ایک چیز، یعنی مکان، بیٹا، بیٹی، بیوی، ماں سب کی تعریف کرتی تھی۔

بعض روایات میں اس قدر زیادہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ ''میں تجھ کو طلاق نہ دوں گا۔'' (یعنی گو اور باتوں میں بالکل اس عورت کے پہلے خاوند کی طرح ہوں مگر صرف طلاق دینے میں اس سے علیحدہ ہوں۔) یہ کمال محبت اور انتہائے سلوک کی بہترین مثال ہے جو حضور نبی کریم ﷺ نے اس وقت دی۔ چونکہ اس روایت کا زیادہ حصہ ایسا ہے جو حضور نبی کریم ﷺ کے واقعات سے ملتا جلتا ہے۔

اس لیے آپ ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ ارشاد فرمایا کہ میں بھی اس زمیندار سے مشابہہ ہوں۔ (مشابہت میں) اصلیت اور حقیقت سے بالکل اتصال نہیں ہوتا اور نہ ہر وجہ تشبیہ یا تمام ارکان تشبیہ مشبہ الیہ کیلئے لازمی ہوتے ہیں۔) یعنی جس طرح اس نے اپنی بیوی کی خوشنودی و خوشی مدنظر رکھی، اسی طرح میں بھی تیری رضامندی کی کوشش کروں گا اور جس طرح وہ اپنے شوہر سے الگ ہونے کے بعد بھی اس کی مداح رہی۔ اسی طرح تو بھی میرے بعد میری تعریف کیا کرے گی۔ اس کی تصدیق اسی طرح ہوتی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ بسید کا یہ شعر پڑھ کر ثابت کر دیا کہ وہ اپنے برتر و بہتر رفیق کو اچھے الفاظ میں یاد کرتی ہیں:

ذھب الذین یعاش فی اکنا فھم

و بقیت فی ظرف

یہ مفصل روایت جو ہم تحریر کر چکے ہیں امام محمد اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری کے باب النکاح میں روایت کی ہے۔ الفاظ میں تھوڑا سا فرق ہے مگر مطلب ایک ہی ہے۔

شارحین نے پہلی عورت کے متعلق لکھا ہے کہ اس کا نام معلوم نہیں، دوسری عورت کا نام عمرہ بنت تمیمی تھا۔ تیسری صیبی بنت کعب یمانی تھی۔ چوتھی کیشہ، پانچویں ہندہ، چھٹی صیبی بنت علقمہ، ساتویں یاسر دختر اوس بن عبید، آٹھویں کا نام بھی معلوم نہیں، نویں کیشہ بنت ارقم، دسویں کا نام بھی شارحین نے نہیں لکھا اور گیارھویں کا نام ام زرعہ دختر اکمل بن ساعدہ یمینہ تھا۔ اور اس کے شوہر کا نام ابوزرعہ تھا۔

حضرت فاطمہؓ اور حضرت عائشہؓ کا مکالمہ:

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ مثنوی میں لکھتے ہیں کہ ایک دن حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے درمیان گفتگو کا سلسلہ جاری تھا، دوران گفتگو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: امی جان! میں آپ سے افضل سے

ہوں، اس لیے کہ میں حضور نبی کریم ﷺ کے دل کا ٹکڑا ہوں۔ اور آپ صدیق کی بیٹی ہیں۔ میں نبی کی لاڈلی ہوں تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے فاطمہ! تجھے علم ہے کہ قیامت کے دن نیک بیویاں اپنے نیک شوہروں کے ساتھ جنت میں جائیں گی۔ اے فاطمہ! جب اللہ تعالیٰ ہمیں جنت کے میں جانے کا حکم دے گا تو میں بھی جنت میں جاؤں گی اور تو بھی جنت میں جائے گی لیکن ہمارا دونوں کا جنت میں جانا اپنی شان کے مطابق ہوگا۔

من با حمد ہاشم و تو با علی

فرق کن دراین و آن گر عاقلی

"تو علی کے ساتھ جنت میں جاؤ گی اور میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ جنت میں جاؤں گی۔"

یہ سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خاموش ہوگئیں۔ تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو چوم کر فرمایا:

و قبلت راسها و قالت یا لیتی شعرة فی راسک

کاش کہ میں آپ کے سر کا بال ہوتی۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا علم و فضل

اس سے پہلے ہم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی علمی فضیلت کا ایک مختصر سا تذکرہ کر چکے ہیں۔ اور یہ بتا چکے ہیں کہ آپؓ کو فن شعر، علم طب، علم فقہ اور علم حدیث میں وہ درجہ حاصل تھا کہ خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم بھی بعض امور میں آپؓ سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ علم تفسیر میں بھی آپؓ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔

ہشام بن عروہ بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ستر یا سو بیت کا ایک قصیدہ بھی تصنیف کیا تھا اور بہت سے راویوں نے کثیر تعداد میں ایسے اشعار بھی ظاہر کیے ہیں، جن کو وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تصنیف سے شمار کرتے ہیں۔

(واللہ اعلم کہ اس قسم کی روایات کہاں تک درست ہیں۔)

﴿طبقات ابن سعد﴾

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی احادیث کی تعداد:

جو حدیثیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہیں ان کی تعداد دو ہزار دو سو دس بتائی جاتی ہے۔

علمائے حدیث متفق ہو کر تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ذات نہ ہوتی تو علم حدیث کو بہت زیادہ نقصان پہنچتا۔

علم میں باکمال:

زہری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے علم کے مقابلہ میں تمام ازواج مطہرات حضور نبی کریم ﷺ یا تمام دنیا کی عورتوں کا علم جمع کیا جائے تو بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا علم بڑھا رہے۔

﴿استیعاب کتاب النساء﴾

صحابہ کرام مشکل مسائل حضرت عائشہؓ سے دریافت کرتے:

ابو بردہ بن ابی موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ جب کوئی پیچیدہ مسئلہ ہم پر مشکل ہو جاتا اور ہم اسے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کرتے تو ہم ضرور ہی انہیں وہ مسئلہ سمجھے ہوئے پاتے تھے۔

(یعنی کوئی مشکل سے مشکل مسئلہ ایسا نہ ہوتا تھا جسے وہ سن کر فوراً نہ سمجھا دیتیں۔)

﴿اصابہ کتاب النسا ذکر عائشہ﴾

دو ہزار دو سو دس حدیثوں میں سے ایک سو ستر حدیثیں ایسی ہیں جن پر علمائے محدثین کا اتفاق ہے۔ علم حدیث کی نشر و اشاعت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا سا رتبہ کسی نے بھی نہ پایا۔ بہت بڑا فائدہ جو آپؓ کی روایتوں سے پہنچتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپؓ نے وہ حدیثیں بہت زیادہ بیان کی ہیں جن کا تعلق نسواں سے ہے۔

جنس لطیف یعنی عورتوں کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا طریقہ، عورتوں مردوں کا باہمی حسن معاشرت، خاص خاص مسئلے، خاص خاص حالتوں میں روزہ، نماز، حج، طواف، عمرہ وغیرہ کی ممانعت یا اجازت، پاکی، ناپاکی کی تعلیم، پردہ کے متعلق ہدایتیں، لباس، زیور اور آرائش وغیرہ کی کیفیت، شوہر کی اطاعت، طلاق اور نکاح کے متعلق خاص خاص نکات، ضرورت کیلئے عورتوں کا گھر سے باہر جانا، غرضیکہ اس قسم کی اور بہت سی باتیں ایسی ہیں جن پر آپؓ کی بیان فرمائی ہوئی حدیثوں سے پوری طرح روشنی ڈالی گئی ہے اگر آپ اتنی کثرت سے حدیثیں بیان نہ فرماتیں تو اسلام میں خصوصاً عورتوں کو بہت بڑا نقصان پہنچتا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنی دماغی قابلیت اور رسول اللہ ﷺ کے خاص فیض صحبت سے اس نکتہ کو حل کر چکی تھیں کہ عورتوں کو آگے چل کر کیا کیا دقتیں اور کیا کیا دشواریاں پیش آئیں گی۔ آپؓ اس بھید سے اچھی طرح واقف ہو چکی تھیں، جن سے قوموں، جماعتوں، امتوں، مذہبوں اور گروہوں میں فساد واقع ہوا کرتا ہے۔ آپؓ سمجھتی تھیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی اولاد پر ضرور ایک شریعت پیش کی تھی مگر سب وہ اسے بھول گئے اور جلدی بھول گئے۔ آپؓ کو یاد تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین حنیف ان کے بعد چند الوالعزم نبیوں کی تعلیم و ہدایت کے باوجود اس درجہ پر پہنچ گیا تھا کہ اس کی اصلاح سوائے خاتم النبیین کے کوئی دوسرا کر ہی نہ سکا۔ حضرت ہود اور حضرت صالح علیہم السلام نے خدا کی پرستش اپنی قوم کو سکھائی تھی مگر ان کی امت تھوڑے ہی عرصہ میں سب کچھ بھول بھال کر یغوث وغیرہ جیسے پانچ بتوں کو

پوچھنے لگی تھی۔ اس لیے جب تک آپ زندہ رہیں، رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان فرماتیں رہیں۔ آپؓ نے اپنی زندگی کو اس نیک کام کی اشاعت کیلئے وقف کر دیا تھا۔

اندازاً معلوم ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے بھی آپؓ کی وہ تعلیم مکمل کر دی تھی جس کا تعلق عورتوں سے تھا۔ صحیح روایتوں سے ثابت ہے کہ جب عرب کی عورتیں کوئی مسئلہ اپنے متعلق دریافت کیا کرتیں، یا دریافت کرنا چاہتیں تو وہ مسئلہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی معرفت ہی دریافت کیا جاتا تھا، اس ذریعہ سے آپؓ کے علم کو بہت ہی زیادہ نفع پہنچتا تھا۔

آپؓ کی زندگی ایک امتیازی خصوصیت رکھتی تھی اور عام مستورات کو یہ معلوم تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ انس رکھتے ہیں، اس لیے وہ ہر مسئلہ کو آپؓ کی معرفت دریافت کرنا مناسب اور بہتر سمجھتی تھیں، ہر کام کیلئے ایک خاص دماغ، ایک خاص لیاقت اور ایک خاص شخص کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ ہر کام کو ہر شخص نہیں کر سکتا، جس کا جو کام ہے اسے وہ ہی انجام دے سکتا ہے۔ اس لیے ارباب علم وعقل کی رائے ہے کہ عورتوں کے متعلق جو مسئلے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمائے ہیں اگر انہیں کوئی اور بیان کرتا تو بہت سی کوتاہیاں اور دقتیں باقی رہ جاتیں۔ اگر سلام کو چار حصص پر تقسیم کیا جائے تو بے شک دو حصوں کا نظام حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا زیر بار احسان ہے۔

خطاب حمیرا:

چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ تم دین کے دو حصے حضرت حمیرا رضی اللہ عنہا سے سیکھو۔ حضرت حمیرا رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا وہ خطاب ہے جسے حضور نبی کریم ﷺ پیار کے وقت استعمال فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام مکتوب:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

عنہا کو لکھا تھا کہ آپؓ مجھے ایک مکتوب ایسا تحریر فرمائیں جس میں کچھ نصیحت تحریر ہو، مگر اختصار مدنظر رہے، اس کے جواب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ لکھا تھا:

"اسلام علیکم!

اما بعد

واضح ہو، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ ﷺ فرماتے تھے جو کوئی لوگوں کی خفگی میں خدا کی رضامندی تلاش کرے گا، اللہ تعالیٰ لوگوں کی محنت سے اسے بچالے گا اور جو کوئی خدا کی خفگی میں لوگوں کو راضی کرنا چاہے گا، اسے خدا لوگوں کے سپرد کردے گا اور باقی تم پر سلام ہو۔"

(یہ حدیث ترمذی نے نقل کی ہے۔)

﴿مشکوٰۃ کتاب الظلم﴾

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو صرف دینیات یا الٰہیات پر ہی عبور نہ تھا بلکہ آپؓ تمدن و سیاست کے بھی بہتر سے بہتر اصول جانتی تھیں۔ آپؓ کی دماغی قابلیت اور جوہر کمال کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ آپؓ نے ایک بادشاہ کو وہی نصیحت فرمائی، جو اس کو آخر دم تک کام دے، بے شک آپؓ کی فضیلت کا سبب آپؓ کی خداداد عقل تھی جیسا کہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں۔

دنیا میں فضیلت کس طرح حاصل ہوتی ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: کہ لوگوں کو دنیا میں فضیلت کس چیز سے حاصل ہوتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ عقل سے۔ میں نے عرض کیا کہ کیا اپنے اعمال کے عوض میں ان کو جزا نہ دی جائے گی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! انہوں نے عمل بھی اتنا ہی کیا ہوگا جتنی اللہ تعالیٰ نے انہیں عقل دی ہوگی۔

(یہ حدیث ترمذی نے نوادر میں بھی بیان کی ہے۔)

﴿احیاء العلوم﴾

تحصیل علم کا شوق:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو تحصیل علم کا اس قدر شوق تھا کہ جو مسئلہ کبھی آپؓ کی سمجھ میں نہ آتا آپؓ اسے بار بار حضور نبی کریم ﷺ سے پوچھتیں تھیں۔

ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب کوئی ایسی بات سنتیں جس کو وہ سمجھ نہ سکتیں تو پھر دوبارہ اسے دریافت کرتیں تاکہ اچھی طرح سمجھ میں آجائے۔

﴿صحیح بخاری کتاب العلم﴾

ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن جس سے حساب لیا جائے گا، اس پر ضرور عذاب کیا جائے گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، یہ سن کر میں نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نہیں فرماتا؟

فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَاباً يَّسِيْرًا.

﴿سورۃ الانشقاق﴾

ترجمہ: ''اس سے عنقریب سہل حساب لیا جائے گا۔''

﴿کنزالایمان﴾

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ حساب جس کا ذکر اس آیت میں ہے فی الحقیقت حساب نہیں ہے بلکہ صرف پیش کر دینا ہے یعنی ایک قسم کی روبکاری ہے۔) لیکن جس شخص سے حساب میں جانچ کی گئی وہ یقیناً ہلاک ہوگا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اکثر فرمایا کرتی تھیں کہ شرم کے سبب تحصیل علم کا ترک کرنا بہت ہی نامناسب ہے۔ پھر فرمایا کہ عورتوں میں انصاری عورتیں کیا ہی بہتر ہیں۔ انہیں دین میں سمجھ حاصل کرنے سے حیا نے نہیں روکا۔

﴿صحیح بخاری کتاب العلم﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مرتبہ علم تفسیر میں بھی اعلیٰ اور ارفع تھا۔ جیسا کہ ذیل کے واقعہ سے معلوم ہوگا۔

جس وقت غزوہ بدر سے حضور نبی کریم ﷺ مظفر و منصور واپس آئے تو آپ ﷺ نے مقتول کفار کی لاشیں ایک گڑھے یا کنوئیں میں ڈلوا دیں اور سردارانِ قریش جو گڑھے میں ڈالے گئے تھے، ان کا نام لے کر اس طرح فرمایا:

''اے گڑھے والو! تم نبی ﷺ کے خاندان سے ہو مگر تم اپنے نبی ﷺ سے بہت ہی بری طرح پیش آئے تم نے اسے جھٹلایا اور دوسرے لوگوں نے اس کی تصدیق کی۔''

✪ پھر فرمایا:

''اے عقبہ! اے شیبہ! اے امیہ بن خلف! اور اے ابوجہل بن ہشام! وغیرہ تمہیں وہ بات اب بھی معلوم ہوئی یا نہیں جس کا تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا، مجھ سے میرے رب نے جو وعدہ کیا تھا اسے آج سچ کر دکھایا۔''

رسول کریم ﷺ کی عبرت انگیز تقریر سن کر اصحاب کبار نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ یہ ناپاک لاشیں جو مردار خوار حیوانات کی خوراک ہیں، کیا آپ ﷺ کی باتیں سن سکتی ہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ تم سے زیادہ سن سکتے ہیں مگر فرق یہ ہے کہ جواب نہیں دے سکتے۔

﴿کامل ابن اثیر﴾

یہ ایک واقعہ تھا جو نقل کیا گیا جب حضور نبی کریم ﷺ کے وصال باکمال کو کچھ عرصہ گزر گیا تو مدینہ میں صحابہ کے دو گروہ ہو گئے۔ ایک گروہ سماع موتی کا (مردوں کے سننے کا) قائل تھا، دوسرا منکر۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ مردے سنتے ہیں۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ جو بڑے جلیل القدر صحابی تھے۔ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ مردے سن نہیں سکتے۔ اس واقعہ کی نسبت ان کی یہ رائے تھی کہ مردوں کو کوئی بات

سنانی صرف رسول اللہ ﷺ کیلئے مخصوص تھی۔ مردے صرف حضور نبی کریم ﷺ کی باتیں سن سکتے تھے۔ آخر کار اس اختلاف کا بڑا چرچا ہوا اور یہ خبر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تک پہنچی۔ آپؓ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پر رحم کرے وہ نہیں جانتے کہ قرآن شریف میں وارد ہے:

"انک لا تسمع الموتٰی" (ترجمہ: "تم مردوں کو کچھ نہیں سنا سکتے۔")

✿ دوسری آیت یہ ہے:

"وما انت بمسمع من فی القبور"

ترجمہ: تو ان کو کچھ نہیں سنا سکتا جو قبروں میں ہیں۔"

حضور نبی کریم ﷺ نے تو صرف لوگوں کی عبرت کیلئے ایسا کیا تھا۔

مردے سنتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فیصلہ میں جو کچھ ظاہر کیا گیا اس کی نسبت ایک دوسری روایت بھی ملاحظہ ہو، جو ابن ابی الدنیا نے اپنی سند میں عبداللہ بن سمعان کے واسطے سے روایت کی ہے۔ وہ یہ ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرتا ہے اور اس کے پاس بیٹھتا ہے تو وہ اس سے انس حاصل کرتا ہے اور اسکے سلام کا جواب دیتا ہے جب تک کہ وہ وہاں سے اٹھے، (اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مردہ سنتا بھی ہے اور جواب بھی دیتا ہے۔)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں لکھا ہے کہ ہشام بن عروہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے بیان کیا گیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اس حدیث کو حضور نبی کریم ﷺ تک پہنچی ہوئی بیان کرتے ہیں۔ (یعنی) مردہ کو گھر والوں کے رونے سے قبر میں عذاب دیا جاتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی مراد اس قول سے یہ تھی کہ

میت کو اس کے گناہ اور خطاؤں کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے اور گھر والے اس کو اب تک رو رہے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ابن عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے متعلق بھی ویسی ہی تاویل ہے، جیسے حضور نبی کریم ﷺ کے اس قول کی تھی جو مقتولین بدر کیلئے آیا ہے، حالانکہ رسول اللہ ﷺ کے کلام سے یہ مراد تھی کہ وہ مردے جان لیں گے کہ جو کچھ میں نے ان سے کہا تھا وہ حق ہے۔ (یعنی یا تو حضور نبی کریم ﷺ نے "یعلمون" فرمایا تھا یا "یسمعون" سے "یعلمون" مراد تھی اور سماع علم کی جگہ استعمال کیا گیا تھا۔) پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس کی دلیل میں دو آیتیں بھی پڑھ کر سنائیں جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مراد مردوں کے نہ سننے سے جب ہے کہ وہ اپنی جگہ دوزخ میں بنالیں۔

﴿صحیح بخاری کتاب النبی﴾

غرضکہ اس قسم کے علمی نکات جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنی دماغی قابلیت سے حل فرمائے، بکثرت ہیں۔ جن کی تفصیل اگر لکھی جائے تو بجائے خود یہ باب ایک جداگانہ کتاب ہو جائے۔

عورتوں کی اصلاح معاشرت:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تمام عمر عورتوں کی اصلاح معاشرت میں بسر ہوئی۔ کوئی مسئلہ بھی ایسا نظر نہیں آیا، جس میں آپؓ کی تھوڑی بہت رائے شامل نہ ہو۔

جب حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو سر کھول کر نہانے کا حکم دیا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بہت ناراض ہوئیں اور فرمایا: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ یہ فتویٰ کیوں نہیں دے دیتے کہ عورتیں سر ہی منڈوا ڈالیں۔

جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فن حدیث پر نظر ڈالتی تھیں تو یہاں بھی وہ قوت اجتہاد ظاہر ہوتی تھی کہ تمام محدثین حیران اور ششدر رہ جاتے تھے اور زبان

عجز سے کہہ دیا کرتے تھے:

لا تو قد و الضاویل عند طلوع الشمسا

ترجمہ: ''سورج نکلتے وقت چراغ روشن نہیں کیا کرتے۔''

جب آپؓ معاشرت کے مسائل کی اصلاح کا خیال فرماتیں تو دنیا کا کوئی مصلح اور کوئی ریفارمر آپؓ کا مد مقابل نہ ٹھہرتا۔

علم الانساب میں (نسبوں کے علم میں) اہل عرب آپؓ کو استاد کامل مانتے تھے۔ آپؓ تاریخ و سیر کی بھی زبردست ماہر تھیں۔ ایک طرف قانون تمدن آپؓ کا مرہون منت تھا تو دوسری طرف جنگی (سیاسی) معاملات بھی آپؓ کے زیر بار احسان نظر آتے تھے، غزوہ احد میں آپؓ ادنیٰ خادموں کی طرح اسلام کے فدایوں کی خدمت میں حاضر رہتیں۔

دوران جنگ مجاہدین کی خدمت کرنا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ اپنے پائنچے چڑھائے ہوئے بڑی مستعدی اور محنت کے ساتھ مشکیں پانی سے بھر بھر کر اپنی پیٹھ پر اٹھا کر لاتی تھیں اور زخمیوں اور غازیوں کو پیاس کی حالت میں سیراب فرماتی تھیں۔ (مسلم عن انس)

﴿صحیح بخاری کتاب الجہاد﴾

عورتوں کا بہترین جہاد حج مبرور ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم عورتیں جہاد کو تمام نیک اعمال سے افضل سمجھتی رہیں، پھر ہم جہاد کیوں نہ کریں؟ آپ نے فرمایا کہ تمہارا بہتر جہاد حج مبرور ہے۔

﴿صحیح بخاری کتاب الجہاد﴾

علم طب میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی مہارت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو علم طب میں بہت بڑی واقفیت حاصل تھی۔ آپ اکثر اس قسم کے مسائل بھی بیان فرمایا کرتی تھیں جن سے مریضوں کی صحت کا تعلق تھا۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیمار کمزور اور غمزدہ کیلئے حریرہ کھانے کا حکم دیا کرتی تھیں اور کہتی تھیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ حریرہ مریض کے دل کو فرحت دیتا ہے اور رنج و غم کا دور کرتا ہے۔

﴿بخاری کتاب الطب﴾

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ میں دوائی ڈالی، آپ نے اشارہ سے کہا کہ منہ میں دوا نہ ڈالو، ہم نے سمجھا کہ مریض کو دوا بری معلوم ہوا کرتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی کچھ پرواہ نہ کی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آرام ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں نے تمہیں زبردستی دوا پلانے سے منع نہیں کیا تھا، ہم نے عرض کیا کہ ہم تو معمولی مریضوں کی سی کراہت سمجھتے تھے۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ سے) فرمایا کہ گھر میں کوئی ایسا باقی نہیں رہے گا جس کے منہ میں میری ہی طرح میرے سامنے دوا نہ ڈالی جائے۔ (اللھم احفظنا من غضب الرسول) مگر ہاں حضرت عباس رضی اللہ عنہ تم میں شریک نہ تھے اس لیے وہ بچ جائیں گے۔

﴿بخاری کتاب الطب﴾

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اس بیماری کا تذکرہ کرتے ہوئے جس میں آپ ﷺ وفات پائی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب حضور نبی کریم ﷺ میرے گھر تشریف لے آئے اور آپؐ کا درد بڑھنے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا مجھ پر سات مشکیں پانی سے بھری ہوئی چھوڑ دو، شاید (مجھے تسکین ہو) کچھ لوگوں کو نصیحت کروں (چنانچہ) ہم نے آپ ﷺ کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی لگن میں بٹھا کر مشکوں سے پانی ڈالنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ آپ نے خود ہی اشارہ سے فرمایا کہ بس (اب تم) نہلا چکیں، پھر آپ ﷺ لوگوں کے پاس گئے اور ان کو نماز پڑھا کر خطبہ سنایا۔

﴿بخاری کتاب الطب﴾

بخار کی نسبت آپ ﷺ نے جو مفید تدبیر بتائی وہ یہ ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ سے روایت فرماتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بخار دوزخ کا شعلہ ہے۔ اس کو پانی سے ٹھنڈا کر دیا کرو۔ (ڈاکٹر اور یونانی طبیب طب اسلام کے حامل اور وید بعض بخاروں میں ایسا کرتے ہیں۔)

﴿صحیح بخاری کتاب الطب﴾

طاعون کی نسبت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ انہوں نے خود حضور نبی کریم ﷺ سے اس کے متعلق دریافت کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: (پہلے زمانہ میں) یہ عذاب تھا جن لوگوں پر اللہ چاہتا تھا نازل کرتا تھا، اب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کیلئے اسے رحمت بنا دیا ہے، اب جو شخص طاعون میں مبتلا ہوا اور اپنے ہی شہر میں صبر کیے ہوئے پڑا رہے اور یہ جانے کہ مصیبت وہی پہنچے گی جو اللہ تعالیٰ نے (مقدر میں) لکھ دی ہے، تو اسے شہید کی مانند اجر ملے گا۔

﴿بخاری کتاب الطب﴾

جھاڑ پھونک وغیرہ:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ مرض

الموت میں معوذتین پڑھ کر دم کر لیتے تھے اور جب آپ ﷺ کو زیادہ تکلیف ہوتی تھی تو میں بھی انہیں سورتوں کو پڑھ کر آپ ﷺ پر دم کر لیتی تھی اور برکت کیلئے آپ ﷺ ہی کا ہاتھ آپ ﷺ کے بدن پر مل دیتی تھی۔

معمر راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت زہری رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کس طرح دم کرتی تھیں۔ انہوں نے اپنے ہاتھوں پر پھونک مار کر دونوں کو ملا کر اپنے منہ پر پھیر لیا (اور کہا اس طرح ملتی تھیں۔)

﴿بخاری کتاب الطب﴾

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھ سے یا کسی اور سے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر نظر بد کیلئے منتر (یعنی دعا) پڑھ لی جائے تو جائز ہے۔

ان روایتوں کے لکھنے سے ہمارا مدعا صرف یہ ہے کہ ہم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ہمہ گیری کا اظہار کریں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو جو فضیلت حاصل ہوئی تھی اس کا سبب آپؓ کی دماغی قابلیت تھی، ورنہ حسن ظاہری میں تو بعض دوسری امہات المومنین بھی آپؓ سے کم نہ تھیں، اہل اسلام کی ضرورتوں کے متعلق کتب احادیث میں شاید ہی کوئی ایسا باب ہو جس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بیان کی ہوئی کوئی حدیث موجود نہ ہو۔

یہ ہے آپؓ کی علمی فضیلت جس کے تمام مجتہد اور محدث معترف ہیں۔

امہات المومنین کے باہمی تعلقات

اس بارے میں بہ ایسی روایتیں بھی نظر آئیں گی جن سے سطحی خیال والے

دھوکہ کھائیں گے اور کچھ تذکرے ایسے بھی بیان ہوں گے جن سے ناحق شناس فائدہ اٹھائیں گے۔ مگر حقیقت شناس، فطرت آشنا اور رموز قدرت کے جاننے والے اتنا خیال رکھیں کہ ایک حدیث کی نسبت تنقید و تاویل یا جرح کا صحیح معیار قائم کرنا ہر صاحب علم کا کام نہیں ہے اس لیے "ظن المومنین خیرا" پر عمل کریں۔

ہر انسان میں حرص کا مادہ قدرتاً پیدا کیا گیا ہے۔ حرص امورِ خیر کی طرف بھی ہوتی ہے اور بری باتوں کی طرف بھی کھینچتی ہے۔ وہ لوگ بہت ہی دھوکہ کھاتے ہیں جو مومنین کی حرص اور دنیا پرستوں کی ہواؤں کو یکساں اور ہموزن جانتے ہیں۔ مومنین کی حرص اور مومنات کی خواہش دنیوی ہواؤ ہوس سے بالکل پاک ہوتی ہے۔ اسلام کے شیفتہ ایسی حرص کو اپنا شعار نہیں ٹھہراتے جو انہیں باطل پرستی کا سبق پڑھائے یا جوان کیلئے ہواؤ ہوس کا درس عمل بنے۔ ہمیں ان لوگوں پر سخت تعجب آتا ہے جو حرص اور حسد میں فرق نہیں کر سکتے، جب کسی روایت پر بحث کرتے ہیں تو حسد اور حرص کو خلط ملط کر کے غلط اور نا قابل تسلیم حکم لگانے لگتے ہیں۔

حرص اور حسد دو جدا جدا حالتیں ہیں۔ مومن کیلئے حرص جائز اور حسد مذموم ہے۔ "مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ" میں حاسد اور حسد کی برائی ثابت ہے اور مگر امور خیر کی حرص ایک بہتر خواہش کا نام ہے جو انسان کو اعلیٰ درجہ پر پہنچا دیتی ہے۔

حرص کی مثال یہ ہے کہ اگر ہم کسی کو خیرات کرتے ہوئے دیکھیں تو ہمارا یہ دل چاہے کہ ہم اس قدر خیرات کریں جس کے باعث یہ شخص ہم پر فوقیت نہ لے جائے، مگر حسد کے یہ معنی ہیں کہ ہم خیرات کرنے والے پر ایسی مصیبت ڈالنے کی کوشش کریں جس کے سبب سے وہ خیرات کرنی چھوڑ دے اور اس غلط ذریعہ سے ہمیں اس پر برتری حاصل ہو۔ امہات المومنین میں جو شکر رنجی کبھی کبھی پیدا ہو جاتی تھی وہ حرص خیر سے زیادہ نہ بڑھتی تھی۔

ایک شوہر کی کئی بیبیوں میں رقابت و رشک کا پیدا ہونا کوئی اچنبھے کی بات نہیں

ہے۔ جب ایک مطلوب کے چند طالب ہوتے ہیں تو ہر ایک کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ کسی طرح الطاف خاص کا ورود مجھ پر ہو۔ طالب اس حالت میں محبت کی وجہ سے مجبور ہوتے ہیں، انہیں اس حالت میں مختار قرار دینا سراسر انصاف کے خلاف ہے، ان سب باتوں کو ایک طرف رکھ کر یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ علم حدیث کی تدوین و ترتیب کا باقاعدہ سلسلہ تین صدی بعد شروع ہوا۔ یعنی تیسری صدی کی ابتدا میں بخاری کی ترتیب شروع ہوئی۔ اسے دیکھ کر مخالفین اسلام کے دل حسد اور بغض کی آگ سے جل کر خاک سیاہ ہو گئے۔ انہوں نے آپس میں قسم قسم کے منصوبے گڑھے یہاں تک کہ تیسری صدی کے آخر میں روایت گری کی صنعت نے وہ فروغ پایا کہ اسلام میں طرح طرح کے رخنے پڑنے لگے۔ اس صنعت کے خاص خاص صناع دادِ کمال دینے لگے۔ صحیح روایات میں غلط روایات اس کثرت سے ملا دی گئیں جن پر تنقید کرنا دشوار نہیں بلکہ محال ہوگیا۔ خدا رحمت کرے، ان مسلمانوں پر جنہوں نے اپنی تمام عمر چھان بین اور غور و فکر میں صرف کر کے ایسی شاہراہ قائم کر دی کہ اگر کوئی چاہے تو صحیح اور غلط روایتوں کی کچھ نہ کچھ تنقید ضرور کر سکتا ہے۔

حدیثیں بنانے کا سلسلہ جس زمانے میں شروع ہوا، اس زمانہ میں واضعان حدیث اور کاذب الروایات لوگوں کو اتنی آزادی نہ تھی کہ وہ دل کھول کر اپنی صنعت کا کمال دکھاتے، کیونکہ خلفائے اسلام کا دورِ سلطنت عروج کی انتہائی منزلیں طے کر رہا تھا۔ اس لیے ان مفتریوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ ایک روایت میں چار باتیں صحیح بیان کیں تو ایک جھوٹی ملا دی، یہ ایسی ترکیب تھی جس سے بڑے بڑے دانا دھوکا کھا گئے۔ اسی قسم کی بہت سی حدیثیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب کر دی گئیں، ایسی روایتیں بہت گڑھی گئیں جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے واقعات زندگی پر برا اثر ڈالیں، چونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ملکی معاملات میں بہت زیادہ حصہ لیا تھا، اس لیے آپؓ کا مخالف گروہ خلیفہ ثالث کے

زمانہ ہی میں پیدا ہو گیا تھا، پھر شیعیان علی کا تو کہنا ہی کیا تھا جنگ جمل سے وہ تو ایسے برافروختہ ہو گئے تھے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کی ازواج سے خارج سمجھنا برا نہ جانتے تھے۔

دورِ حاضرہ میں ہم نے خود شیعیان علی کو یہ کہتے سنا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی تھی۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو یہ اجازت دے گئے تھے کہ تم میرے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو میری طرف سے طلاق دے دینا" **نعوذ باللہ من شر حاسد اذا حسد**"

روافض نے احادیث نبوی ﷺ کا انضباط و انتظام دیکھ کر ایک دوسرا مجموعہ مرتب کیا اور روایتوں کا سلسلہ ائمہ پاک سے شروع کر کے اپنے کمال کی داد دی۔ یقیناً اب ناظرین تمام واقعات پر اچھی طرح رائے قائم کر سکیں گے اور ہر ایک روایت کے پہلو پر غور کرنے کے بعد تسلیم کرینگے۔ اب اصل مدعا ملاحظہ ہو۔

رشک محبت:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ ایک دفعہ حضور نبی کریم ﷺ رات کو اٹھ کر میرے پاس سے چلے گئے۔ آپؓ فرماتی ہیں کہ میرے دل میں یہ غیرت یا رشک پیدا ہوا کہ آپ ﷺ ِی باری کے دن دوسری بیبیوں کے گھر نہ چلے جائیں، پھر آپ ﷺ آئے تو مجھے پریشان اور مضطرب پایا۔ (آپ ﷺ بھی سمجھ گئے) اور فرمایا: اے عائشہ! تمہیں کیا ہو گیا جو تم رشک کرتی ہو؟ میں نے کہا کیا کہوں مجھ جیسی آپ ﷺ جیسے پر کیوں نہ رشک کرے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے پاس (تمہارا دل پریشان کرنے کو) شیطان آ گیا تھا۔ آپؓ فرماتی ہیں (میں نے پوچھا) یا رسول اللہ ﷺ! کیا میرے ساتھ بھی شیطان ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، میں نے پوچھا اور یا رسول اللہ ﷺ! آپ کے ساتھ۔ فرمایا ہاں، لیکن اللہ تعالیٰ نے

مجھے اس پر غالب کر دیا ہے۔ اس لیے میں امن میں رہتا ہوں۔
(یہ روایت مسلم نے نقل کی ہے۔)

دوسری روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ آپ ﷺ بستر سے اٹھ کر قبرستان کی طرف تشریف لے گئے ہیں، میں بھی پیچھے پیچھے چلی گئی، وہاں جا کر آپ ﷺ گریہ وزاری اور عبادت میں مصروف ہو گئے۔ میں نے کہا: سبحان اللہ! میرا کیا خیال تھا اور معاملہ کیا نکلا، جب آپ ﷺ واپس ہوئے تو میں آگے آگے دوڑی ہوئی چلی آئی، جب آپ ﷺ میرے پاس آئے تو مجھے ہانپتے ہوئے پایا اور پھر وہی گفتگو ہوئی جو پہلے تحریر ہو چکی ہے۔

اس روایت سے رسول اللہ ﷺ کی حالت عبادت اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی محبت ظاہر ہوتی ہے۔ بے شک رشک محبت کا لازمہ ہے۔

﴿مشکوٰۃ وغیرہ﴾

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر رشک:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور نبی کریم ﷺ کی کسی بیوی پر مجھے اتنا رشک نہیں آیا، جس قدر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر آیا، حالانکہ میں نے انہیں دیکھا نہ تھا، لیکن حضور نبی کریم ﷺ ان کا بہت ذکر کیا کرتے تھے، اکثر جب بکری ذبح کرتے تو اس کے ٹکڑے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کے پاس بھیجا کرتے، کبھی کبھی میں آپ ﷺ سے کہہ دیتی تھی کہ (آپ ﷺ تو ایسا کرتے ہیں) جیسے دنیا میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سوا کوئی (اچھی) عورت ہی نہیں ہے۔ آپ ﷺ فرماتے تھے: بے شک وہ ایسی ہی تھیں اور میری اولاد بھی صرف انہی سے ہوئی ہے۔

﴿مشکوٰۃ مناقب ازواج﴾

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا صدق ملاحظہ ہو جس سے زیادہ رشک تھا، اسی کی تعریف بے کم و کاست بیان کر دی۔

میں عائشہ رضی اللہ عنہا کو دوست رکھتا ہوں: (فرمان نبوی)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ازواج پاک کے دو گروہ تھے، ایک میں، میں حضرت حفصہ، حضرت صفیہ اور حضرت سودہ (رضی اللہ عنہما) تھیں، دوسرے میں حضرت ام سلمہ اور باقی سب ازواج پاک تھیں۔ لوگوں کی عادت تھی کہ وہ ہدیے بھیجنے میں حضور نبی کریم ﷺ کو خوش کرنے کی خاطر میری باری کا انتظار کیا کرتے تھے۔ (اس پر) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گروہ نے گفتگو کی اور انہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے کہو وہ لوگوں کو ہدایت کریں تاکہ آپ ﷺ جہاں ہوں لوگ وہیں ہدیے بھیجا کریں، (عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا انتظار نہ کریں) چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم ﷺ سے یہ بات کہی تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے ام سلمہ! تم مجھے عائشہ کے بارے میں اذیت نہ پہنچاؤ، کیونکہ وحی بھی تو عائشہ ہی کے گھر نازل ہوتی ہے۔ حضرت ام سلمہ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ کو اذیت دینے سے توبہ کرتی ہوں، پھر ان ازواج نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر یہی پیغام بھجوایا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بھی رسول اللہ ﷺ سے یہی گفتگو کی۔ آپ نے فرمایا: اے بیٹی! کیا جسے میں دوست رکھتا ہوں تو اسے دوست نہیں رکھتی؟ وہ بولی ہاں۔ (میں اسی کو دوست رکھتی ہوں) آپ ﷺ نے فرمایا: تو بس تو بھی عائشہ سے محبت رکھ۔

﴿مشکوٰۃ﴾

اس روایت سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اتحاد ظاہر ہے کیونکہ نہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کر سکتی تھیں نہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سرکار دو عالم ﷺ کی نیک تعلیم کا حال ظاہر

کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا: حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو چھوڑ دینے کیلئے ان کا کوتاہ قد ہونا ہی کافی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم نے اس وقت ایسی بات کہی ہے کہ اگر یہ سمندر میں ملا دی جائے تو اسے بھی خراب کر دے۔

(یہ روایت امام احمد، ترمذی اور ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہم نے نقل کی ہے۔)

﴿مشکوٰۃ باب لعنت وملامت﴾

معاملہ کی صفائی اس کو کہتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نہ اپنی کوئی بری بات چھپاتی ہیں نہ بھلائی، تعلیم کے دسترخوان پر جو کچھ حاضر ہے، بے رورعایت ہی پیش کیا جاتا ہے۔

پھر آپؓ فرماتی ہیں (ایک دفعہ راستہ میں) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ بیمار ہوگیا، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس سواری زیادہ تھی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تم انہیں ایک اونٹ دیدو۔ وہ (تعجب سے) بولیں (کیا) میں اس یہودیہ کو اونٹ دے دوں۔ حضور نبی کریم ﷺ (یہ سن کر بہت) ناراض ہوئے اور ماہ ذی الحجہ، محرم اور صفر کے کچھ دنوں تک انہیں چھوڑے رکھا۔

(یہ روایت ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے۔)

﴿مشکوٰۃ﴾

اس روایت سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ ظاہر کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ اپنی ازواج کی تعلیم اور ضروری تاذیب کس قدر فرماتے تھے، اور آپ ﷺ کا عدل نہایت بہتر تھا۔ آپ ﷺ کسی کی رعایت نہ کرتے تھے۔

حضرت ام سلمہؓ حسن وعقل میں ممتاز تھیں: (فرمان حضرت عائشہؓ)

ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے حضور نبی کریم ﷺ کا نکاح ہوا تو مجھ کو بے حد تردد تھا، کیونکہ میں نے سنا تھا کہ وہ نہایت حسین ہیں۔ اس لیے میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ حضور

نبی کریم ﷺ کا دل انہی کی طرف مائل ہو جائے گا۔ جب نکاح کے بعد ہم سب ازواج انہیں دیکھنے کیلئے گئیں تو میں نے جس قدر ان کے حسن کے اوصاف سنے تھے، ان سے ان کو دو چند پایا، میں نے یہ کیفیت حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے بیان کی۔ انہوں نے کہا: بے شک وہ نہایت حسین ہیں لیکن ساتھ ہی بہت ہی نیک اور عقل مند بھی ہیں۔ اس لیے ان سے یہ خوف نہیں ہوسکتا، کہ ہم میں اور ان میں کسی قسم کی کشیدگی ہو جائے گی۔ آخر ایسا ہی ہوا، یعنی جب ہمارے ساتھ وہ رہنے سہنے لگیں تو معلوم ہوا کہ جس قدر اللہ تعالیٰ نے ان کو حسن کی دولت دی تھی، اس سے کہیں زیادہ عقل مندی اور نیکی کی نعمت سے بھی انہیں سرفراز فرمایا تھا۔ ان کی ایک معمولی عقلمندی کا نمونہ وہ ہے جو حدیبیہ کے موقع پر ظہور میں آیا۔

واقعہ حدیبیہ:

حدیبیہ کا قصہ یہ ہے کہ جب صلح نامہ حدیبیہ سے فارغ ہو کر حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ اچھا اب تم لوگ قربانی کرو اور بال منڈواؤ تو یہ حکم سن کر سب خاموش بیٹھ گئے، جس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ صلح نامہ لکھتے وقت حضور نبی کریم ﷺ نے بعض شرطیں مسلمانوں کے خلاف قبول کر لی تھیں اور ایسا کرنے میں دور اندیشی شامل تھی۔ ان شرائط کے متعلق مسلمانوں میں آپ ﷺ کے سامنے دیر تک بحث بھی ہوتی رہی۔ غرضیکہ اس وقت مسلمانوں کے دل میں ایک الجھن سی پیدا ہو گئی تھی، چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ نے تین بار قربانی وغیرہ کا حکم دیا لیکن مسلمانوں میں سے کوئی بھی ٹس سے مس نہ ہوا، سب اپنی اپنی جگہ چپ چاپ بیٹھے رہے۔ آپ ﷺ اصحاب کی اس حرکت سے نہایت کبیدہ خاطر ہوئے اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے خیمہ میں چلے آئے، وہاں یہ کیفیت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ! اس کی تدبیر تو یہ ہے کہ آپ ﷺ خود تشریف لے جا کر قربانی کریں اور بال ترشوائیں، کسی سے کچھ نہ کہیں، یہ دیکھنے کے بعد کوئی

مسلمان ایسا نظر نہیں آتا جو آپ ﷺ کی پیروی پر آمادہ نہ ہو جائے، چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ نے اس مشورہ پر عمل فرمایا، پہلے جا کر قربانی کی پھر حجام کو بلوا کر موئے مبارک ترشوائے۔ مسلمانوں کا یہ دیکھنا تھا کہ ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ سب اپنے اپنے جانور لا کر قربانیاں کرنے لگے۔ جلدی میں حجام کو بلانا بھی بھول گئے اور آپ ہی ایک دوسرے کے بال تراشنے میں مصروف ہو گئے۔ یہاں تک کہ جلدی میں بعض کے سر بھی کٹ گئے۔ ایک عجیب مستعدانہ ہل چل مچ گئی، غرضیکہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بتائی ہوئی تدبیر کارگر ہو گئی کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ اصحاب میں اتباع رسول اللہ ﷺ کا خیال کچھ معمولی حیثیت سے نہیں ہے۔

﴿بخاری، مسلم﴾

حضرت زینبؓ عبادت وسخاوت میں بے مثال تھیں: (فرمان حضرت عائشہؓ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے حضور نبی کریم ﷺ کا نکاح ہوا اس وقت بھی میرے دل میں یہی خیال گزرا تھا کہ وہ بہت سی جمیلہ ہیں، اس لیے ممکن ہے کہ آپ ﷺ کا گوشہ خاطر زیادہ اسی طرف رہے، چنانچہ ایک حد تک ایسا ہی ہوا۔ حضور نبی کریم ﷺ ان سے اس قدر محبت کرتے تھے کہ وہ خود کو میرا مدمقابل تصور کرنے لگی تھیں، حضور نبی کریم ﷺ ان کے پاس بہت زیادہ بیٹھتے تھے کیونکہ وہ نہایت نیک، عبادت گزار اور پرہیزگار تھیں، ان کی پرہیزگاری اس سے ظاہر ہے کہ رقابت کے باوجود جب مجھ پر تہمت لگائی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے بھی میرے متعلق دریافت کیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! جہاں تک میں جانتی ہوں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مجسم بھلائی ہے۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نہایت مخیّر تھیں، ان کی خیرات اور داد دہش کا حال اس سے ظاہر ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی بعض ازواج نے پوچھا کہ ہم

میں سب سے پہلے (آپ ﷺ کی وفات کے بعد) آپ ﷺ سے کون ملے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں جو لمبے ہاتھ والی ہو (سب نے یہ سن کر) آپس میں ہاتھ ناپنا شروع کر دیئے۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ سب سے زیادہ لمبے نکلے۔ (اس وقت یہ معاملہ کسی کی سمجھ میں نہ آیا۔) حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ہم سب ازواج سمجھیں کہ لمبے ہاتھ ہونے سے زیادہ صدقہ دینا مراد تھا۔ کیونکہ ہم میں سے سب سے پہلے حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ ﷺ سے ملیں۔ (وفات رسول اللہ ﷺ کے بعد کے بعد امہات میں سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا پہلے انتقال ہوا۔)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا صدقہ اور خیرات کو بہت زیادہ پسند فرماتی تھیں۔ دوسری روایت میں صرف اس قدر زیادہ ہے کہ وہ مزدوری کرتی تھیں اور اللہ کی راہ میں بہت دیتی تھیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی موت یتیم بچوں اور بیوہ عورتوں کی موت تھی، ان کی زندگی پاک اور مقدس زندگی تھی، وہ دنیا سے اس طرح گئیں کہ لوگ ہمیشہ ان کو یاد کرتے رہیں گے۔

﴿مشکوٰۃ کتاب الزکوٰۃ﴾

اب اس سیرۃ کے دیکھنے والے ازواج مطہرات اور ام المومنین کی باہم رقابت کا اندازہ اس قسم کی روایات سے اچھی طرح کر سکتے ہیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو آپؓ سے رشک تھا۔ آپؓ کو حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے رشک تھا۔ وہ آپؓ پر سبقت لے جانا چاہتی تھیں۔ آپؓ ان پر۔ مگر معاملات میں وہ آپؓ کی مداح تھیں تو آپؓ ان کی، بس یہی دشمنی تھی اگر اسے دشمنی کہہ سکتے ہیں اور یہی عداوت تھی اگر اس کا نام عداوت رکھا جا سکتا ہے۔

اگر حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اپنی رقابت کی وجہ سے کچھ نقصان پہنچانا چاہتیں تو بہتان والے قصہ ہی میں کچھ کہہ بیٹھتیں، جیسے عورتوں کی عادت ہے، گو اس کہنے سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی صداقت

وعصمت میں خدا نہ کرے کوئی فتور نہیں آ سکتا تھا، تاہم حضور نبی کریم ﷺ کو خیال تو آ ہی جاتا، مگر توبہ توبہ وہاں ان باتوں کا خیال بھی نہ تھا۔ سب ازواج پاک، حسد، بغض، کینہ اور افترا سے پاک تھیں، ایک اور روایت ملاحظہ ہو، جس سے اس قسم کے واقعات پر روشنی پڑتی ہے۔

حضرت ام حبیبہ کا بوقت وصال تمام ازواج سے معافی کی درخواست کرنا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا وقت قریب آیا تو مجھے بلا بھیجا، اور کہا کہ عائشہ! شاید ہم تم میں کوئی ایسی بات ہوگئی ہو جس سے تمہارا دل دکھا ہو، تو تم مجھے معاف کر دینا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے کہا: میں نے معاف کیا اور ان سے بھی معافی مانگی اور ان کیلئے مغفرت کی دعا کی، اسی طرح تمام ازواج مطہرات کو بلوا کر انہوں نے سنا معاف کرایا، ان کا انتقال مدینہ میں ہوا، اور بقیع میں دفن ہوئیں۔ یہ واقعہ ۴۴ ہجری کا ہے۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی تعریف کرنا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی تعریف میں فرماتی ہیں کہ حضرت جویرہ رضی اللہ عنہا نہایت خوش بیان خوش سلیقہ اور خوش طبیعت تھیں۔ انہوں نے اپنی طبیعت کو اللہ تعالیٰ کی طرف اس قدر مائل کر دیا تھا کہ ان کے تمام اوقات عبادت خدا میں صرف ہوا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ ایک دن صبح کو ان کے حجرہ میں تشریف لے گئے تو انہیں مصلے پر دیکھا۔ اسی دن پھر دوپہر کو تشریف لے گئے پھر بھی عبادت ہی میں مصروف پایا۔ آپ ﷺ نے اس وقت فرمایا کہ اے جویریہ! میں تم کو ایک ایسا کلمہ بتاتا ہوں، جو رات اور دن کی عبادتوں کا نعم البدل ہوسکتا ہے، اور وہ یہ ہے: "سبحان اللہ عدد خلقه"

﴿حافظ احمد المقدسی، فضائل الاعمال﴾

اس روایت سے آپ ﷺ کی یہ غرض ہے کہ شوہر اور زوجہ کے تعلقات اور فرائض ایسے نہیں ہیں جن کو عبادت کی وجہ سے بالکل ترک کر دیا جائے، نہ عبادت سے اسلام کی یہ غرض ہے، ہر شخص کو اپنا فرض منصبی بھی ضرور ادا کرنا چاہیے۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا:

حضور نبی کریم ﷺ کی ازواج میں ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ایسی تھیں جن کے مقابلہ میں ازواج سے کسی قدر زیادتی ہوئی، مگر یہ ہماری رائے نہیں ہے بلکہ عام وقائع نگار ایسے تسلیم کرتے ہیں، چونکہ آپؓ بنی اسمٰعیل علیہ السلام سے نہیں تھیں اور آپ کا سلسلہ نسب بنی اسرائیل سے ملتا تھا، اس لیے خاندانی نوک جھونک ہو جایا کرتی تھی، جیسا کہ ذیل کے واقعہ سے معلوم ہوگا۔

جب حضور نبی کریم ﷺ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو لے کر مدینہ تشریف لائے تو انہیں حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے مکان میں الگ ٹھہرایا تمام ازواج مطہرات ان کو دیکھنے کیلئے تشریف لائیں، جب انہیں دیکھ کر حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) واپس جانے لگیں تو حضور نبی کریم ﷺ نے پیچھے پیچھے جا کر جلدی سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا دامن پکڑا اور فرمایا: کیوں عائشہ رضی اللہ عنہا تو نے کیا دیکھا (انصاف سے کہنا) آپ نے کہا کہ میں نے تو یہ دیکھا کہ ایک یہودن بیٹھی ہوئی ہے۔ (یہ ایک میٹھی چٹکی اور دل نشین چھیڑ چھاڑ تھی، رشک یا رقابت کے اثر سے مغلوب ہو کر ایسا نہیں کہا گیا تھا۔) رسول اللہ ﷺ نے ہنس کر فرمایا کہ نہیں وہ مسلمان ہوگئی ہے، اس کا اسلام بھی اچھا اسلام ہے۔

کتب حدیث میں یہ روایت بھی آئی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے ان کے حسب ونسب کے متعلق کوئی دل آزار کلمہ کہا۔ (زیادہ سے زیادہ یہودن) جب حضور بی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے تمام واقعہ بیان کیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا اگر وہ کہتی ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے خاندان سے ہیں تو تم ہی کہہ دو کہ میرے باپ حضرت ہارون علیہ السلام جیسے پاک نبی ہیں، میرے چچا حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں، میرے شوہر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔

سبحان اللہ! پیارے نبی ﷺ کی کیسی پیاری تعلیم تھی، رسول اللہ ﷺ کو باپ دادا پر فخر کرنا نہایت ناگوار گزرتا تھا۔ اسی لیے آپ ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو یہ جواب سکھایا تھا، مگر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ایسی نیک نہاد تھیں کہ انہوں نے ازواج مطہرات سے اتنا بھی نہ کہا۔ حضور نبی کریم ﷺ اس مرض میں مبتلا ہوئے، جس میں آپ ﷺ نے وفات پائی تو آپ ﷺ کے پاس تمام ازواج مطہرات موجود تھیں، آپ ﷺ مرض کی تکلیف سے کروٹیں بدل رہے تھے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بے تاب ہو کر کھڑی ہو گئیں، ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کاش آپ کا مرض مجھ کو ہو جاتا۔

ازواج مطہرات نے یہ سن کر آنکھوں سے آپس میں اشارہ کیا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی اس بات کو خفت کی طرف منسوب کیا۔ مگر حضور نبی کریم ﷺ نے دیکھ لیا اور فرمایا کہ واللہ! صفیہؓ نے یہ بات سچے دل سے کہی ہے اور وہ بہت سچی ہے۔

ازواج مطہرات میں سے ہر ایک ام المومنین کی طبیعت جدا جدا رنگ رکھتی تھی، مگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تو اکثر ازواج رسول اللہ ﷺ کی تعریف ہی کرتی رہتی تھیں۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا متقی اور پرہیزگار تھیں: (فرمان عائشہؓ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا نہایت صالح اور نیک نام رہی ہیں۔ واللہ! وہ ہم لوگوں سے زیادہ متقی اور پرہیزگار تھیں۔ وہ قرابت داروں اور رشتہ داروں کے ساتھ بہت سلوک کیا کرتی تھیں۔

ایک دوسرے کے منہ پر حریرہ ملنا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ میں ایک دفعہ حضور نبی کریم ﷺ کیلئے حریرہ پکا کر لائی، آپ ﷺ کے پاس حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بیٹھی ہوئی تھیں، میں نے ان سے بھی کھانے کو کہا، لیکن انہوں نے انکار کر دیا، میں نے کہا اگر تم حریرہ نہ کھاؤ گی تو میں تمہارے منہ پر مل دوں گی۔ یہ کہنے پر بھی جب انہوں نے نہ کھایا تو میں نے ان کے منہ پر حریرہ مل دیا۔ یہ دیکھ کر حضور نبی کریم ﷺ نے تبسم فرمایا۔ اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے کہا تو بھی عائشہ کے منہ پر مل دے۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے پکڑ لیا اور حضرت سودہؓ نے حریرہ میرے منہ پر مل دیا۔ اسی اثنا میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آواز آئی کہ اے بیٹے! عبداللہ کو پکارتے ہوئے چلے آرہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے خیال کیا کہ شاید حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر تشریف لائیں گے، آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ جلدی سے اپنا منہ صاف کرو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس روز سے ہم لوگوں پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہیبت طاری ہوگئی تھی کیونکہ ہم نے حضور نبی کریم ﷺ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بہت لحاظ کرتے دیکھا ہے۔

اس روایت سے حضور نبی کریم ﷺ کا انصاف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور ازواج مطہرات کا دل خوش کن طرز معاشرت ظاہر ہوتا ہے۔

اونٹ کا بدلنا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ جب سفر کیلئے قرعہ ڈالا گیا تو میرا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا نام نکل آیا، ہم دونوں چلے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی عادت تھی کہ جب آپ ﷺ رات کو سفر کرتے اور میں ہمراہ ہوتی تو آپ ﷺ مجھ سے باتیں کرتے ہوئے سفر طے فرمایا کرتے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے کہا کہ آج کی رات تم میرے اونٹ پر بیٹھو اور میں تمہارے اونٹ پر بیٹھوں۔ میں تمہارے اونٹ کو دیکھوں تو تم میرے اونٹ کو دیکھو، میں نے کہا بہت اچھا

منظور ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ میرے اونٹ کی طرف آئے حالانکہ اس پر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیٹھی ہوئی تھیں۔ آپ ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو سلام کہا پھر روانہ ہوئے جب میں منزل پر اتری اور میں نے آپ ﷺ کو نہ پایا تو میں نے اپنے دونوں پاؤں اذخر (گھاس) میں ڈال دیئے اور کہنے لگی: اے رب! تو مجھ پر کوئی سانپ یا بچھو مسلط کر دے تاکہ وہ مجھے ڈس لے، کیونکہ مجھے حضور نبی کریم ﷺ سے شکایت اور گلہ کرنے کی طاقت اور موقع نہیں رہا، (کیونکہ قصور اپنا ہی تھا۔)

﴿صحیح بخاری کتاب النکاح﴾

حضرت عبید بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سنا کہ حضور نبی کریم ﷺ حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا کے پاس دیر تک بیٹھے رہتے اور ان سے شہد لے کر پیتے۔ (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں) میں نے اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے یہ اتفاق کیا کہ ہم میں جس کے پاس حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائیں، وہ کہے کہ مجھے آپ ﷺ کے دہن مبارک سے گندنے یا لہسن کی بو آتی ہے، کیا آپ ﷺ نے گندنا کھایا ہے، جب رسول اللہ ﷺ ان میں سے ایک کے پاس تشریف لائے تو اس نے آپ سے یہی کہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، میں نے تو زینب کے گھر سے شہد پیا ہے اور اب ہرگز دوبارہ نہ پیوں گا، اس وقت یہ آیت اتری:

یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَکَ

﴿سورۂ تحریم﴾

ترجمہ: ''اے غیب بتانے والے نبی! تم اپنے اوپر کیوں حرام کیے لیتے ہو، وہ چیز جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی۔'' (کنزالایمان)

آیت کے باقی حصہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو خطاب ہے اور ''وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ'' (جبکہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی ایک بیوی سے پوشیدہ بات کہی) سے آپ ﷺ کا وہ قول مراد ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے تو شہد پیا ہے۔

ابوعبداللہ کہتے ہیں کہ مغافیر گوند کی مانند ہوتا ہے۔ یہ درخت رمث کا گوند ہے اور وہ ایک درخت ہے جسے اونٹ کھاتا ہے۔ یہ گوند کسی قدر میٹھا ہوتا ہے۔

﴿بخاری کتاب الطلاق﴾

اس روایت کی تائید ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھ کر بیان کی ہے۔ وہ روایت بھی صحیح بخاری میں تحریر کی گئی ہے مگر دوسری روایت مندرجہ ذیل اس کے خلاف ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور نبی کریم ﷺ کو حلوا اور شہد بہت پسند تھا اور آپ ﷺ کی عادت تھی کہ عصر کی نماز پڑھ کر اپنی ازواج کے پاس جاتے اور جس کے ساتھ چاہتے دل بہلاتے۔

ایک دن حضور نبی کریم ﷺ حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور معمول سے زیادہ وہاں ٹھہرے رہے، اس لیے مجھ کو رشک ہوا، میں نے اس کا سبب دریافت کیا تو کسی نے مجھ سے کہا کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو کسی نے شہد بھیجا تھا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اس کا شربت آپ ﷺ کو پلایا (اس وجہ سے دیر ہوگئی) میں نے کہا: بخدا! میں کچھ حیلہ کردوں گی، میں نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے کہا جب نبی کریم ﷺ آپ پاس آئیں تو کہنا آپ ﷺ نے گندنا کھایا ہے، حضور نبی کریم ﷺ تجھ سے انکار کریں گے، پھر کہنا کہ آپ ﷺ کے منہ سے مجھے بدبو آتی ہے، جب وہ کہیں کہ میں نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر شہد پیا ہے تو یہ کہنا کہ شاید اس شہد کی مکھی نے درخت عرفط کا عرق چوسا ہوگا اور میں بھی یہی کہوں گی اور اے صفیہ! تم بھی یہی کہنا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (آکر) دروازہ پر کھڑے ہی ہوئے تھے کہ میں نے تیرے خوف کے سبب سے اس بات کے کہنے کا جو تو نے مجھ سے کہی تھی ارادہ کیا۔

جب رسول اللہ ﷺ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے، اس نے آپ سے

کہا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ نے گندنا کھایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ اس نے کہا پھر مجھے آپ کے منہ سے بدبو کیسی آتی ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا مجھے حفصہ (رضی اللہ عنہا) نے شہد کا شربت پلایا ہے۔ وہ بولیں شاید اس مکھی نے عرفط کا رس چوسا ہوگا، جب آپ ﷺ میرے پاس آئے، میں نے بھی آپ ﷺ سے یہی کہا پھر جب آپ ﷺ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس (دوبارہ) تشریف لے گئے تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ کے لیے شہد کا شربت لاؤں۔ آپ نے کہا: مجھے شہد کی حاجت نہیں۔

روٹھنے پر رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہؓ کو مناتے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی یہ عادت تھی کہ کوئی ازواج کسی دوسری ازواج کو برا کہتی تو آپ ﷺ فرماتے کہ تم بھی اسے برا کہہ لو اور اگر صبر کرو تو یہ امر زیادہ بہتر ہے۔ لیکن جب میں کبھی کسی پر ناراض ہو جاتی تو آپ ﷺ فرماتے کہ اے عویش! دعا مانگ اللہ سے کہ "اے اللہ! بخش دے، میرے گناہ دور کر میرے غصہ کو بچا مجھے فتنوں سے۔" اور جب کبھی میں خود رسول اللہ ﷺ سے روٹھ جاتی تو آپ ﷺ مجھے مناتے، اگر میں نہ صلح کرتی تو آپ ﷺ فرماتے کہ اچھا اس معاملہ میں کسی کو حکم بنالو۔

ایک دفعہ ایسا ہی واقعہ پیش آیا، اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تمہاری صلاح ہو تو عمر رضی اللہ عنہ کو حکم بنالوں۔ میں نے کہا: نہیں وہ تو بہت سخت ہیں۔ میں اپنے باپ کو حکم بناتی ہوں، چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلایا وہ معاملہ سن کر مجھے مارنے لگے۔ میں دوڑ کر آپ ﷺ کی پشت مبارک کی طرف بیٹھ گئی، جب میرے والد چلے گئے تو میں پھر آپ ﷺ سے الگ ہو کر بیٹھ گئی، آپ ﷺ نے مجھے بلایا، میں نے انکار کیا۔ آپ ﷺ ہنس پڑے اور فرمانے لگے کہ ابھی تو میری پیٹھ سے لگی بیٹھی تھی اور اب میں بلاتا ہوں تو نہیں آتی۔

صلح کی خوشی میں جنت سے حلوہ

روایت ہے کہ ایک دفعہ حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے درمیان ناراضگی ہوگئی۔ ہوا یوں کہ ایک دفعہ آپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور کھانا طلب فرمایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ آپ نے جہاں رات بسر فرمائی ہے وہیں سے کھا لیا ہوتا۔ یہ بات حضور نبی کریم ﷺ کے قلب نازک پر ناگوار گزری۔ آپ باہر تشریف لانے لگے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کا دامن پکڑ لیا۔ آپ جھٹک کر باہر تشریف لے آئے۔ آپ کو سخت ندامت ہوئی۔ آپ رونے لگیں، چادر اوڑھ کر سجدہ میں گر پڑیں، سجدہ میں آپ نے رو کر کہا: ''الٰہی! تیرے سوا کون ہے؟ جو میری سفارش کرے۔''

حضور نبی کریم ﷺ مسجد میں داخل ہونے والے تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوگئے۔ آپ کا دایاں پاؤں مسجد میں اور بایاں ابھی باہر تھا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور نبی کریم ﷺ کا دامن پکڑ کر کہا: ''یارسول اللہ ﷺ! آپ مسجد میں داخل نہیں ہوں گے۔'' حضور نبی کریم ﷺ نے پوچھا: ''آخر کیوں؟'' حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے:

''میری باندی مٹی پر گری سجدے کر رہی ہے، مجھے جلال و جبروت کی قسم! جب تک آپ اسکی دلجوئی نہ کریں گے، مسجد میں داخل نہیں ہوں گے۔''

حضور نبی کریم ﷺ فوراً گھر آئے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم ﷺ کی آہٹ محسوس کی تو مکان کے ایک کونہ میں بیٹھ گئیں، حضور نبی کریم ﷺ چارپائی پر بیٹھ گئے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بات کرنے سے کترا رہی

تھیں، حضرت جبریل علیہ السلام آ گئے اور کہا: ''جفا کے سلسلہ میں حضرت نوح اور حضرت لوط علیہم السلام کی بیویاں ہیں اور وفا کے سلسلہ میں فرعون کی بیوی آسیہ!''

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فوراً اٹھ کھڑی ہوئیں، حضور نبی کریم ﷺ کے قدموں میں بیٹھ گئیں، ساق مبارک کو تھام کر بولیں:

''مجھے معاف فرمایئے، یوں جان لیجئے کہ میں ابھی مسلمان ہوئی ہوں، مجھ پر کرم فرمایئے۔''

یہ سن کر حضور نبی کریم ﷺ مسکرائے اور راضی ہو گئے۔

حضرت جبریل علیہ السلام جنت سے حلوے کا طباق لے کر پھر حاضر ہو گئے اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''صلح ہم نے کرائی ہے، مٹھائی بھی ہمارے ذمہ ہے۔ لیجئے تناول فرمایئے۔''

مقدس جوڑے نے حلوہ کھایا، وہ صلح کی خوشی میں ایک دوسرے کے منہ میں لقمے ڈالتے رہے۔ صرف دو لقمے باقی رہ گئے تھے کہ دروازہ پر دستک ہوئی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''حمیرا! آنے والے یقیناً ابوبکرؓ ہیں۔ یہ لقمے ان کا حصہ ہیں۔'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''ہم دونوں میں ناراضگی ہو گئی تھی، اللہ نے ثالث بن کر صلح کرا دی ہے۔ جنت سے شیرینی بھیجی ہے جو ہم کھا چکے ہیں، دو لقمے باقی رہ گئے ہیں جو تمہارا حصہ ہیں۔''

❁ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لقمے لیے، ایک لقمہ حضور نبی کریم ﷺ کے منہ اور دوسرا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے منہ میں ڈال کر کہا:

''میری زندگی تو آپ کی خوشیوں میں ہے۔''

﴿ جامع المعجزات ﴾

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تعلیم

پیار محبت کے راز حسن معاشرت کے اسرار پہلے بیان ہو چکے ہیں، لیکن انہیں پڑھ کر یہ نہ سمجھ لینا چاہیے کہ بس شوہر و زوجہ کے تعلقات باہمی محبت ہی پر ختم ہو کر رہ جاتے ہیں اور یہی حال ان دونوں کا بھی ہوگا، ہرگز نہیں، ایسا تو وہاں ہوتا ہے جہاں ہوا و ہوس کا سلسلہ جاری ہو چکا ہو۔

پہلی روایتیں دیکھ کر عالمیانہ خیال رکھنے والے یہ کہتے ہوں گے کہ رسول اللہ ﷺ کو سوائے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی محبت کے کسی دوسری بات سے سروکار ہی نہ تھا۔ مگر یہ غلط ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نو برس کی عمر میں رسول اللہ ﷺ کے گھر کی رونق بنی تھیں، ان کے جو فضائل آپ ﷺ پڑھ چکے ہیں، بھلا یہ ایک کمسن لڑکی میں بغیر اچھی تربیت کے کس طرح پیدا ہو سکتے ہیں، ان کے گھر میں ان کے پاک شوہر پر وحی نازل ہوتی تھی مگر ان پر تو کبھی وحی نازل نہ ہوئی، کہ ان کے علم کو لدنی تصور کر لیا جائے۔ ان کی تعلیم کی کچھ تکمیل تو ان کے باپ کے گھر ہوئی تھی کیونکہ جس خاندان کی وہ ہونہار [illegible] تھیں، وہ خاندان بھی علم و فضل میں کچھ کم رتبہ نہ تھا، لیکن ان کی زیادہ تر تعلیم رسول اللہ ﷺ کی صحبت بابرکت کے فیض سے تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ معلم عطا فرمائے تھے جو انبیائے عظام کی امانت کا فخر رکھتے تھے۔ خالق بے نیاز نے انہیں وہ معلم دیئے تھے جن کا درس ملت "اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی" کی مہر سے مزین ہو چکا تھا۔ آپؓ کو اس کتاب قدرت کا سبق دیا جاتا تھا، جس کے مصنف خدائے قدوس کی برتر و بہتر ذات ہے۔ یہی سبب تھا کہ آپؓ میں ظاہری و باطنی تمام کمالات جمع ہو گئے تھے۔ رسول اللہ

ﷺ دنیا کی ہدایت کیلئے نور اور کتاب مبین لے کر تشریف لائے تھے۔ مشرق، مغرب اور شمال وجنوب کے رہنے والے آپ ﷺ کی تعلیم پاک سے بہرہ اندوز ہوئے پھر بھلا یہ کیونکر ممکن تھا کہ اہل بیت اطہار اس آفتاب کمال کی روشنی سے محروم رہ جاتے، تمام دنیا کا ہادی اپنے گھر والوں کی تعلیم سے کس طرح غافل رہ سکتا تھا۔

اے عائشہؓ! جنت کا دروازہ کھٹکھٹایا کر:

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب احیاء العلوم میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اے عائشہ! تو ہمیشہ جنت کا دروازہ کھٹکھٹایا کر، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کس چیز سے؟ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بھوک سے۔

اس روایت سے ناظرین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کی محبت کا کیا رنگ تھا۔ اپنے محبوب کو بھوکا رہنے کی تعلیم دینا یا تو خدا کی عادت ہے یا اس کے رسول اللہ ﷺ کی خصلت ہے۔ دنیا کے عشق باز ہوا و ہوس کے بندے اس کی تعلیم کے عادی نہیں ہو سکتے۔ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ناراض ہوتیں تو رسول اللہ ﷺ کیا فرماتے؟

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کتاب احیاء العلوم میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کبھی غصہ ہو جاتیں تو حضور نبی کریم ﷺ ان کی ناک پکڑ لیتے اور فرماتے اے عویش! یوں کہو:

اللھم رب النبی محمد اغفرلی ذنبی و اذھب غلیظ قلبی واجبرنی من فضلات الفتین

(غصہ کی حالت میں اس دعا کا پڑھنا مستحب ہے۔)

ترجمہ: ''اے اللہ! محمد کی پرورش کرنے والے میری خطائیں بخش اور میرے دل کا غصہ دور کر اور مجھ کو گمراہ کرنے والے فتنوں سے بچا۔''

﴿مسلم، بخاری﴾

اس روایت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تصغیر عویش ہے، جو ایک پیار کا لفظ ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ اپنی حبیبہ کو غصہ میں دیکھ کر بھی پیار کے لفظ سے خطاب فرمایا کرتے تھے۔ اور ساتھ ہی ساتھ تعلیم اخلاق کی تکمیل بھی مدنظر رہتی تھی۔

نرمی اختیار کرنے میں دین و دنیا کی نعمتیں ہیں:

چنانچہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! جس شخص کو نرمی سے بہرہ اندوز بنا دیا گیا گویا اسے دین و دنیا کی نعمتوں سے حصہ دیا گیا، لیکن جو نرمی سے محروم کر دیا گیا اسے دین و دنیا کی نعمتوں سے کچھ حصہ عطا نہیں کیا گیا، پھر فرمایا کہ اے عائشہ! نرمی اختیار کر کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس خاندان کی بزرگی چاہتا ہے اسے نرمی کی راہ دکھا دیتا ہے، "ان اللہ رفیق و یحب الرفیق" اللہ خود بھی نرم ہے اور نرمی ہی کو پسند کرتا ہے۔

ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سفر میں حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سواری میں ایک شوخ اونٹ تھا، وہ اس کو کبھی دائیں کبھی بائیں پھراتی تھیں۔ یہ دیکھ کر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! سہولت اور ملائمت اختیار کر یہ ایسی شے ہے کہ جس چیز میں برتو اسی کی زینب ہو جائے اور جس میں نہ ہو اسی کو معیوب کر دے۔

بستر واپس لوٹا دیا:

ابن سعد اور بیہقی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میرے پاس ایک انصاری عورت آئی، اس نے رسول اللہ ﷺ کا بچھونا دیکھا جو طے کی ہوئی ایک عبا تھی۔ وہ دیکھ کر چلی گئی اور پھر میرے پاس ایک ایسا بستر بھیجا جس میں صوف بھرا ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ اے عائشہ! یہ کیا ہے؟ میں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس ایک انصاری عورت آئی تھی، وہ آپ ﷺ کا بستر دیکھ کر چلی گئی اور میرے

پاس یہ بچھونا بھیج دیا۔ آپ ﷺ نے یہ سن کر تین بار فرمایا، اس کو واپس کر دو۔ اس کو واپس کر دو۔ اس کو واپس کر دو۔ مگر مجھے وہ بچھونا اچھا معلوم ہوتا تھا اور میں چاہتی تھی کہ میرے گھر میں رہے، لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ! اس کو واپس کر دو۔ قسم ہے اللہ کی! اگر میں چاہتا تو میرے ساتھ میرا خالق سونے اور چاندی کے پہاڑ چلاتا۔

﴿خصائص کبریٰ﴾

بخار رفع ہونے کا وظیفہ:

بیہقی، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایسے حال میں تشریف لائے کہ وہ بخار میں مبتلا تھیں، اور بخار کو برا بھلا بھی کہہ رہی تھیں۔ (اکثر مریض ایسا کیا کرتے ہیں) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تپ کو برا نہ کہو، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور کیا گیا ہے، لیکن اگر تم چاہو تو میں تم کو وہ کلمات تعلیم کر دوں، کہ ان کو پڑھتے ہی اللہ تعالیٰ تمہارا بخار دور کر دے گا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: آپ ﷺ وہ کلمات مجھے ضرور سکھائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہو:

اللھم ارحم جلد الرفیق و عظمی الدفیق من شدۃ الحریق یا ام ملدم ان کنت امنیت باللہ العلی یعلم فلا تصدعی الراس ولا تتنی الضم و لا تا کلی اللحم ولا تشرالدم و تحولی عنی انی من التخف مع اللہ الہ اٰخر

ترجمہ: ''یا اللہ! میری باریک کھال اور چھوٹی چھوٹی ہڈیوں پر رحم فرما کر حرارت کی شدت سے بچا، اے ام ملدم! (تپ کا نام) میں خداوند برتر و بہتر سے پناہ چاہتی ہوں کہ تو میرے سر میں درد اور میرے منہ میں بوئے بد نہ پیدا کر، نہ میرا گوشت کھا، نہ میرا خون پی، تو مجھے چھوڑ کر ان لوگوں کی طرف چلی جا جو خدا کے سوا دوسروں کو معبود بناتے ہیں۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کلمات کو پڑھا، بخار فوراً اتر گیا۔

﴿خصائص الکبری﴾

پانی، نمک اور آگ نہ روکنا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ وہ کونسی چیز ہے جس کا روکنا (یعنی سائل کو نہ دینا) درست نہیں ہے؟ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پانی، نمک اور آگ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اس پانی کی (ضرورت) کو ہم بھی جانتے ہیں لیکن نمک اور آگ میں کیا بات ہے؟ (یہ حقیر چیزیں تو پانی کے برابر نہیں ہیں۔) آپ ﷺ نے فرمایا: اے حمیرا (یاد رکھ) جس نے کسی کو آگ دی تو جس قدر چیزیں اس آگ سے پکیں گی گویا وہ سب اسی نے للہ دیں اور جس نے کسی کو نمک دیا تو جس قدر کھانے اس نمک سے خوش ذائقہ تیار ہونگے گویا وہ سب اسی نے اللہ کی راہ میں دیئے اور جس شخص نے کسی مسلمان کو ایسی جگہ پانی پلایا جہاں پانی مل سکتا ہو تو گویا اس نے ایک غلام آزاد کر دیا، اور جس کسی نے ایسی جگہ پانی پلایا جہاں پانی نہیں ملتا تھا، تو گویا اس نے پیاسے کو زندگی عطا کی۔ (یہ روایت ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے۔)

﴿مشکوٰۃ باب سخاوت﴾

زندگی کی ضمانت کوئی نہیں دے سکتا:

تعلیم خیرات کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کے پاس ایک دن چھ اشرفیاں تھیں، چار (۴) تو آپ ﷺ نے خرچ کر دیں، دو باقی رہ گئیں، ان کی وجہ سے تمام رات حضور نبی کریم ﷺ کو نیند نہ آئی، میں نے سبب پوچھا آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دو اشرفیاں جو باقی رہ گئی ہیں، ان کے سبب سے نیند نہیں آتی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا:

یہ کوئی بات نہیں۔ آپ ﷺ صبح ہوتے ہی انہیں خیرات کر دیجئے گا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! صبح ہونے تک میری زندگی کی کون ضمانت دے سکتا ہے کہ یہ باقی بھی رہے گی یا نہیں۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ نے خود ہی فرمایا، اس کی ضمانت کوئی نہیں دے سکتا۔

﴿اسد الغابہ﴾

جہنم سے بچنے کی فکر کرو:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک دفعہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ اے عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا)! دوزخ سے بچنے کی فکر کرو، خواہ چھوارے کا ایک ٹکڑا ہی اللہ کی راہ میں دیا جائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہودیوں کو جواب:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک روز چند یہودی حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے یہ چالاکی کی کہ حضور نبی کریم ﷺ کو ''السلام علیکم'' کے بدلے ''السام علیکم'' سے خطاب کیا جس کے معنی یہ ہیں کہ تمہیں موت آئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ سنا تو ان سے ضبط نہ ہو سکا اور ان یہودیوں کو بہت لعنت ملامت کی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ! تمہیں کیا ہو گیا جانے بھی دو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ نے نہیں سنا، ان لوگوں نے کیا کہا تھا؟ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو کچھ انہوں نے کہا تھا میں نے سن لیا مگر تم نے میرے جواب پر غور نہیں کیا۔ میں نے مختصر الفاظ میں صرف یہ جواب دیا تھا: ''وعلیکم'' اس جواب سے بہتر اور کیا جواب ہو سکتا ہے۔ یعنی جو کچھ ان یہودیوں نے کہا وہ انہی پر واپس ہو جائے۔

﴿بخاری کتاب الجہاد﴾

ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عبادت کے متعلق فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں تمام رات عبادت الٰہی اور نماز میں مصروف رہتے تھے، اور اپنے گھر والوں کو بھی عبادت کیلئے جگا لیتے تھے، اس عشرہ میں حضور نبی کریم ﷺ دنیا کے کاموں کی طرف راغب نہ ہوتے تھے۔

﴿مشکوٰۃ کتاب شب قدر﴾

حرمت تصویر:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس مکان میں تصویر دار کوئی چیز ہوتی تھی حضور نبی کریم ﷺ اسے توڑے بغیر نہیں چھوڑتے تھے۔ میں نے ایک دفعہ تصویر دار تکیہ خریدا، جب حضور نبی کریم ﷺ نے اسے دیکھا تو آپ دروازہ ہی میں ٹھہر گئے۔ اندر تشریف نہ لائے، میں چہرہ مبارک کی طرف دیکھ کر تیور سے پہچان گئی کہ حضور نبی کریم ﷺ ناخوش ہیں، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے سامنے توبہ کرتی ہوں اور آپ ﷺ ظاہر فرمائیں کہ مجھ سے ایسا کیا گناہ ہوگیا ہے جو آپ اندر تشریف نہیں لاتے؟ حضور نبی کریم ﷺ نے تکیہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: یہ کہاں سے آیا ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! خریدا ہے تاکہ آپ ﷺ اس پر سہارا لگا کر بیٹھا کریں، حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یاد رکھو ان تصویر بنانے والوں پر قیامت کے دن عذاب ہوگا، اور کہا جائے گا کہ جو تصویریں تم نے بنائی تھیں، ان میں جان بھی ڈالو، اور یہ بھی فرمایا کہ جس مکان میں تصویر ہوتی ہے اس میں رحمت کے فرشتے نازل نہیں ہوتے۔

اسی طرح طاق پر ایک روز تصویر دار پردہ پڑا ہوا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اسے دیکھ کر پھاڑ ڈالا۔ میں نے اس میں سے دو تکئے بنا لیے لیکن حضور نبی کریم ﷺ نے اسے استعمال نہ کیا۔

ایک دفعہ حضور نبی کریم ﷺ جہاد میں تشریف لے گئے تھے میں نے آپ ﷺ کے جانے کے بعد، ایک کپڑا لے کر دروازہ پر پردہ کی طرح ڈال دیا جب حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو آپ نے اسے پھاڑ ڈالا اور فرمایا: ہمیں اللہ نے مٹی اور پتھروں کو کپڑے پہنانے کا حکم نہیں دیا ہے۔

﴿مشکوۃ کتاب التصاویر﴾

ایک یتیم لڑکی کی شادی کرنا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک یتیم لڑکی فارعہ بنت اسعد تھی۔ اس کی سادی انہوں نبلیط بن جابر انصاری سے کی اور اسے شوہر کے گھر چھوڑنے خود تشریف لے گئیں جب واپس آئیں۔ حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو پوچھا کہ کیا اس لڑکی کو تم نے شوہر کے گھر بھیج دیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بولیں کہ ہاں بھیج دیا۔ فرمایا: اس کے ساتھ کسی گانے والی کو بھی بھیجا ہے یا نہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! گانے والی کو تو اس کے ساتھ نہیں بھیجا گیا حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ واہ! انصار تو گانے کو بہت پسند کرتے ہیں اگر تم اس کے ساتھ کسی گانے والی کو بھیج دیتیں اور وہ یہ گاتی جاتی:

اتینا کم اتینا کم   محیونا نحلیکم

و لولا الذھب الاحمر   ما حلت بوا دیکم

ولولا الحنطۃ السھرا   ما سمنت عذا دیکم

ترجمہ: ''ہم تمہارے پاس آئے ہم تمہارے پاس آئے، تم ہمیں سلام کرو ہم تمہیں سلام کرتے ہیں، اگر سونا نہ ہوتا تو زیور کا بھی نام ونشان نہ ہوتا اور اگر دانہ گندم نہ ہوتا تو تمہاری دوشیزاؤں پر کبھی گوشت نہ چڑھتا۔''

تو بہتر ہوتا۔

سبحان اللہ! کیا خوشگوار مزاج ہے، اور کتنی اچھی تعلیم اسلام ہے۔
(یہ حدیث ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے۔)

﴿مشکوٰۃ کتاب النکاح﴾

باہمی اتحاد:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ باہمی اتحاد بڑھانے کے متعلق حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو تحفے بھیجتے رہا کرو کیونکہ ایسا کرنے سے باہمی رنج و عناد دور ہو جاتا ہے۔
(یہ حدیث ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی ہے۔)

﴿مشکوٰۃ متعلقات سخاوت﴾

ہر گناہ کا محاسبہ ہوگا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ گناہوں سے بچنے کیلئے مجھے حضور نبی کریم ﷺ نے اس قدر تاکید فرمائی تھی کہ اے عائشہ! تو ان گناہوں سے بھی بچنا جنہیں لوگ حقیر اور ناچیز تصور کرتے ہیں کیونکہ خدا کی طرف سے ان کا بھی ضرور محاسبہ ہوگا۔

﴿مشکوٰۃ﴾

ام عبداللہ کنیت کا انتخاب:

دنیا میں جس قدر مرد اور عورتیں ہیں لاولدی کو سب برا جانتے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے بھی ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں اکثر یہ بیان فرمایا ہے کہ میں ان کی وجہ سے صاحب اولاد ہوں، کسی دوسری عورت سے میری اولاد نہیں ہوئی۔ عورتوں کو اولاد کی خواہش بے حد ہوتی ہے۔ جس طرح گلشن کی بہار پھولوں سے، پھولوں کی زینت رنگ و بو سے ہے، صدف کی عزت گوہر سے، گوہر کی قدر و قیمت آب و تاب سے ہے۔ اسی طرح عورتوں کی قدر اولاد سے ہوتی ہے۔ اور

سچ پوچھئے تو اولاد دنیا میں بہترین نعمت ہے، جس گھر میں اولاد نہ ہو، وہ بے بنیاد ہے، جس مکان میں کوئی بچہ نہ ہو وہ بے چراغ ہے۔

زندہ است کسے کہ در دیارش
ماند پسرے بہ یادگارش

آداب گفتگو:

ایک دن کا اتفاق ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بھی بیٹھے بیٹھے اولاد کا خیال آ گیا، مگر ادب رسول ﷺ مانع تھا، آپؓ صاف صاف عرض نہ کر سکیں، بلکہ سلسلہ کلام یوں شروع کیا۔ یارسول اللہ ﷺ! میرا بھی کنیت کو دل چاہتا ہے، حضور نبی کریم ﷺ تو اس راز سے واقف تھے فرمانے لگے۔ اچھی بات ہے، تمہارا بھانجہ عبداللہ (رضی اللہ عنہ) بھی تمہارا فرزند ہی ہے۔ آج سے تمہاری کنیت ام عبداللہ مقرر کی گئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! دوسری عورتیں اپنی کنیت مقرر کرتی ہیں، میرا بھی دل چاہتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بہت اچھا آج سے تمہاری کنیت ام عبداللہ ہے۔

﴿طبقات ابن سعد﴾

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کیلئے اگرچہ ام المومنین کی کنیت بہت جامع کنیت تھی اور اللہ تعالیٰ نے جسے کروڑوں مومن بیٹے عطا کیے ہوں، بھلا اسے ایک فرزند کی کیا ضرورت تھی، مگر نیک بندوں کی عادت ہے کہ اپنے خالق سے نیکی حاصل کرنے میں کوتاہی نہیں کیا کرتے۔

اس جگہ یہ بیان کرنا بھی خالی از لطف نہ ہوگا کہ جس طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا خطاب ام المومنین تھا، اسی طرح آپ ام اللبیبات تھیں، جیسا کہ ذیل کی روایت سے ظاہر ہے۔

میں تمہارے مردوں کی ماں ہوں:

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ سے عامر روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ماں کہا، آپؓ نے فرمایا: میں تمہاری ماں نہیں ہوں بلکہ تمہارے مردوں کی ماں ہوں۔

﴿طبقات ابن سعد﴾

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سخاوت

ستر ہزار درہم خیرات کر دیئے:

حضرت عروہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خیرات کا اندازہ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ایک دن میں آپؓ نے اپنے ستر ہزار درہم خیرات کر دیئے تھے۔ اس سخاوت کی مثال دنیا میں مشکل سے ملتی ہے۔

﴿طبقات ابن سعد﴾

ڈیڑھ لاکھ درہم غرباء میں تقسیم:

ام ذرہ فرماتی ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے زرنقد کی دو تھیلیاں بھر کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس روز روزہ سے تھیں، ان دونوں تھیلیوں میں ایک یا ڈیڑھ لاکھ درہم تھے۔ آپؓ نے مستحقین کو بلا کر طشت بھر بھر کر وہ تمام مال تقسیم کر دیا، اپنے روزہ افطار کرنے کیلئے بھی کچھ باقی نہ رکھا۔

ام ذرہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے کہا کہ اگر ایک درہم کا گوشت ہی خرید لیا جاتا تو افطار کے وقت کام آتا۔ آپؓ نے فرمایا: یہ بات تو پہلے کہنی چاہیے تھی ہماری روکھی سوکھی روٹی ہی لے آ۔ افطار کیلئے وہی کافی ہے۔ دنیا کی راحت و تکلیف گذشتنی اور گذاشتنی ہے۔ اللہ تعالیٰ انجام بخیر کرے اور آخرت کی نعمتیں عطا فرمائے۔

﴿طبقات ابن سعد﴾

سبحان اللہ! اس سے بہتر توکل و سخاوت کی اور کیا مثال ہو سکتی ہے۔

- قاسم رضی اللہ عنہ نے یہ کہا ہے کہ

"ان عائشہ کانت تصوم الدھر"

ترجمہ: "حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہمیشہ ہی روزہ رکھا کرتی تھیں۔"

﴿طبقات ابن سعد﴾

کھجور کا ایک دانہ بھی خیرات کر دیا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک عورت اپنی دو لڑکیوں کو ہمرہ لیے ہوئے آئی، مجھ سے اس نے سوال کیا لیکن ایک کھجور کے سوا اسے کچھ نہ ملا۔ (یعنی میرے پاس اس وقت سوائے ایک کھجور کے اور کچھ موجود نہ تھا۔) اس عورت نے وہ ایک کھجور اپنی دونوں لڑکیوں میں تقسیم کر دی، خود نہ کھائی، پھر اٹھ کر باہر چلی گئی۔ اسی وقت حضور نبی کریم ﷺ اندر تشریف لائے، میں نے آپ ﷺ سے یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس کو قدرت نے ایک یا دو بیٹیاں دے کر آزمایا اور اس نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو وہ لڑکیاں اس کیلئے دوزخ کی طرف پردہ بن جائیں گی۔ (یعنی ایسی عورت یا ایسے مرد پر دوزخ کی آگ حرام ہو جائیگی۔)

اللہ اللہ اگلے مسلمانوں اور مسلمانوں کے پیشواؤں پر کیسے کیسے وقت گزرے ہیں، دونوں جہان کے پیشوا کی زوجہ رضی اللہ عنہا کی تو یہ حالت ہے کہ ایک کھجور کے سوا کوئی اور چیز پاس نہیں، مگر اس کے دے دینے میں بھی درگزر نہیں کرتیں۔ یہ خیال

بھی نہیں آتا کہ چلوانس سے روزہ ہی افطار ہو جائے گا۔

ادھر ایک مسلمان عورت دو بھوکی اور کمسن لڑکیوں کو ساتھ لے کر بھیک مانگنے نکلتی ہے، مگر خدا کی شان کہ ایک کھجور کے سوا اور کچھ نہیں ملتا اور وہ صبر وشکر کر کے اپنی لڑکیوں میں تقسیم کر دیتی ہے۔

اگر اس وقت خوانخواستہ مسلمانوں پر ایسا وقت پڑے تو اسلام کو دور سے سوسلام کرنے کیلئے تیار ہو جائیں۔ عیسائی بن جائیں یہودی ہو جائیں اور جو چاہیں کریں۔

"فاعتبروا یا اولی الابصار"

جن کے دم قدم سے اسلام پھیلا، ان کی یہ شان تھی، اب لوگ ذرا سی جاہ و حشمت کیلئے کیا کچھ کر گزرتے ہیں۔ یاد رکھو اسلام غریبوں سے پھیلا اور غریبوں ہی میں رہ جائے گا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے جبرئیل علیہ السلام نے مجھے اس قدر تاکید کی کہ میں سمجھنے لگا شاید ہمسایہ ہی میرا وارث بنا دیا جائے گا۔

ہمسایہ کے حق کی نسبت اس سے زیادہ کوئی روایت نہیں ہوسکتی۔ اب ہمیں غور کرنا چاہیے کہ ہمارا طرزِ عمل اپنے ہمسایہ کے ساتھ کیسا ہے۔ اس کے برباد و تباہ کرنے میں ہم کوئی دقیقہ اٹھا رکھتے ہیں یا نہیں۔ ان باتوں کا موازنہ کرنے سے آسانی کے ساتھ فیصلہ ہوسکتا ہے کہ ہم مسلمان ہیں یا کیا؟

سخاوت میں ہر شخص کا مرتبہ ملحوظ رکھا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک مرتبہ سفر میں تھیں۔ منزل پر قیام ہوا، خاصہ طلب کیا گیا کہ اتنے میں خیمہ کے دروازہ پر ایک سائل آ پہنچا، آپؓ نے اس مسکین سائل کو ایک روٹی دے کر رخصت کیا۔ اس کے جاتے ہی ایک گھوڑا سوار آ گیا، اور اس نے بھی کھانا طلب کیا، آپؓ نے حکم دیا کہ اس کو اچھی جگہ بٹھا کر پیٹ

بھر کر کھانا کھلا دو۔ لوگوں نے کہا اے ام المومنین! جو زیادہ امداد کا مستحق تھا، اسے تو آپؓ نے ایک روٹی دے کر ٹال دیا اور اس سوار کی اتنی پاس داری فرمائی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اس کا سبب یہ ہے کہ وہ سائل ایک روٹی میں خوش ہوگیا، مگر اس سوار سے یہ بات برداشت نہ ہوتی، ہر شخص کا مرتبہ ملحوظ رکھنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ نے بھی سب کا درجہ برابر نہیں بنایا۔

ایک دن میں لاکھوں درہم خیرات کرنا:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''احیاء العلوم'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک دن میں لاکھوں درہم خیرات کر دیتی تھیں، جو انہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ وغیرہ کی طرف سے دیئے جاتے تھے۔ اس قدر مال کثیر آپؓ کے پاس بھیجا جاتا تھا مگر کبھی آپؓ کے سر پر ایسا دوپٹہ نہ ہوتا تھا جس میں پیوند نہ لگا ہو، اگر آپؓ کی خادمہ کبھی کہتی کہ اے ام المومنین! ایک درہم کا گوشت ہی منگوا لیا ہوتا، روزہ افطار کے وقت کام آتا، تو آپؓ فرماتیں کہ تو نے پہلے سے یاد کیوں نہ دلایا۔ میں ضرور منگوا لیتی۔

سبحان اللہ! یہ سب کچھ اس لیے تھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو وصیت فرما گئے تھے کہ اگر تو مجھ سے جنت میں ملنا چاہتی ہے تو فقر و فاقہ میں زندگی بسر کرنے کی ضرورت ہے، تونگروں کے پاس ہرگز نہ بیٹھنا اور دوپٹہ سر سے اس وقت تک نہ اتارنا جب تک اس میں پیوند نہ لگ جائے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تواضع:

حضرت ابو عاصم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب ہم اپنے وفد کے ساتھ خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو اس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما نہ تھے، کسی دوسرے مقام پر تشریف رکھتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ہماری دعوت کی، ہمیں چھوارے کھلائے، ہمارے لیے عصیدہ (ایک قسم کا کھانا) تیار

کرایا، جب ہم کھانا کھانے سے فارغ ہو چکے تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مہمان نوازی کی داد دی۔

﴿اسد الغابہ﴾

اصحاب صفہ کی خدمت:

حضرت طہفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب کو اہل صفہ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی سفارش کی تو ہر ایک صحابی اپنی اپنی حیثیت کے مطابق ان میں سے ایک یا دو کو اپنے ساتھ کھانا کھلانے کیلئے لے گیا۔ طہفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم پانچ آدمی باقی رہ گئے۔ یہ دیکھ کر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ میرے ساتھ چلو، ہم سب حضور نبی کریم ﷺ کے ہمراہ درِ دولت پر جا پہنچے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ ہم لوگوں کو کھانا کھلاؤ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یہ سنتے ہی بھنا ہوا گوشت لے آئیں، ہم سب نے خوب کھایا، پھر حضور نبیؐ کریم ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! کچھ اور کھلاؤ، یہ سن کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حسیس لے آئیں۔ (یہ ایک مرطب کھانا ہوتا ہے جس میں چھوارے دودھ اور گھی ڈالا جاتا ہے۔) ہم سب نے اس کو بھی خوب کھایا، پھر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! ہمیں پانی بھی پلاؤ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یہ ارشاد سنتے ہی ایک بڑے برتن میں پانی بھر لائیں، وہ بھی ہم نے پی لیا۔ پھر دوسرے برتن میں آپؓ اس قدر دودھ لائیں کہ ہم سب نے خوب پیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ شان تواضع تھی، آپ مساکین کو کھلا کھلا کر بے حد مسرور ہوتی تھیں۔

عبادت وخوف خدا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں ایک دفعہ دوزخ کی آگ کا دھیان کر کے رونے لگی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے پوچھا: اے عائشہ! تجھے کس

چیز نے رولا دیا؟ میں نے عرض کیا: دوزخ کی آگ یاد کر کے رو رہی ہوں۔ کیا آپ قیامت کے دن اپنے گھر والوں کو یاد رکھیں گے؟ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تین مقاموں پر کوئی کسی کو یاد نہ رکھے گا۔ (۱) ترازو کے پاس، جب تک یہ نہ جان لے کہ اسکی تول ہلکی ہے یا بھاری۔ (۲) اعمال کا دفتر ملنے کے وقت جب یہ کہا جائے گا آؤ میری کتاب پڑھو جب تک یہ نہ معلوم ہو جائے کہ نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جاتا ہے یا دائیں ہاتھ میں۔ (۳) پل صراط پر چلتے وقت جبکہ یہ پل دوزخ پر رکھا گیا ہوگا۔

(یہ حدیث ابوداؤد رضی اللہ عنہ نے نقل کی ہے۔)

﴿مشکوٰۃ کتاب الجزاء﴾

مکروہات سے پرہیز:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے سامنے جو صحن تھا، اس میں ایک قصہ گو اپنی مجلس گرم کرنے لگا، آپ پر یہ امر اس قدر گراں گزرا کہ برداشت نہ ہو سکا۔ آپؓ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اس امر کی شکایت کی اور کہا کہ اس قصہ گوئی کی وجہ سے ہمارے وظیفے و وظائف اور، اوراد و اشغال میں بھی فرق آنے لگا ہے، ذکر و تسبیح کا لطف جاتا رہا، کیونکہ عبادت وہی ہے جس میں دل یکسو رہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سنتے ہی اس قصہ گو کو وہاں سے پٹوا کر نکلوا دیا۔

﴿احیاء العلوم جلد اول﴾

ایک دفعہ کسی عورت نے ایک دوسری عورت کا ذکر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے اس طرح چھیڑا کہ وہ تو بہت لمبے دامن والی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں یہ کہنا بھی غیبت میں داخل ہے، جب تک تو اس سے قصور معاف نہ کرائے گی اس جرم سے نجات مشکل ہے۔

﴿احیاء العلوم، جلد اول﴾

سبحان اللہ! آپؓ کے اتقا اور پرہیزگاری کی شان اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ ایسے الفاظ کا استعمال بھی آپؓ کو برا معلوم ہوا۔

حیا اور پاس وضع:

حضرت عروہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے دل میں سب سے زیادہ محبت حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی تھی۔ وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت بھی کیا کرتے تھے اور بہت زیادہ تعداد میں آپؓ کے پاس روپیہ بھیجا کرتے تھے مگر آپؓ ایک پیسہ باقی نہ رکھتی تھیں، سب راہ مولا میں خیرات کر دیا کرتی تھیں، حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے یہ رنگ دیکھا تو کہیں آپؓ کی زبان سے نکل گیا کہ اچھا اب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے دونوں ہاتھ پکڑنے چاہئیں۔

مطلب یہ تھا کہ اب آپؓ کو زیادہ روپیہ نہ دیا جائے تاکہ آپؓ فضول روپیہ خرچ نہ کرسکیں۔ یہ الفاظ شدہ شدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کانوں تک بھی پہنچ گئے۔ آپؓ کو اس درجہ ملال ہوا کہ آپؓ نے حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے بات چیت کرنے کی قسم کھالی۔ یہ واقعہ ہو چکنے کے بعد حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے بڑے بڑے ذی اثر اور مقتدر بزرگوں سے سفارش کرائیں مگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے خیالات درست نہ ہوئے۔

ایک روز حضرت عبدالرحمٰن بن اسود اور مسور بن مخرم وبنی زہریوں نے جو نبی کریم ﷺ کے رشتہ میں ماموں ہوتے تھے، یہ رائے ظاہر کی کہ ہم جب اجازت حاصل کرکے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں جمع ہو جائیں تو آپ اسی وقت تشریف لائیں اور اجازت حاصل کیے بغیر ہی اندر چلے جائیں، کیونکہ آپؓ کا ان سے پردہ تو ہے نہیں، پھر انشاء اللہ ہم سب مل کر آپ کی صلح صفائی کرادیں گے، چنانچہ یہ تدبیر موثر ثابت ہوئی اور حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔ اور قسم کے کفارہ میں آزاد کرنے کیلئے دس غلام بھی پیش کیے۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ آپؓ کو خیرات اس درجہ عزیز تھی کہ حضرت عبداللہ

ابن زبیر رضی اللہ عنہ جو آپؓ کے بیٹے تھے اور جن سے بہت زیادہ محبت تھی، اتنی سی بات کہہ کے آپ کی نظر سے اتر گئے۔

﴿بخاری مناقب قریش﴾

ایثار وحجاب:

دنیا کی رسم ہے کہ انسان جیتے جی جس کے قرب میں رہنا پسند کرتا ہے مرنے کے بعد بھی اسی کے قرب میں رہنا بہتر سمجھتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ دلی خواہش تھی کہ آپؓ وفات کے بعد ہی حضور نبی کریم ﷺ کے کنار شفقت سے جدا نہ ہوں۔ آپؓ کی یہ خواہش کچھ تعجب خیز نہ تھی، کیونکہ دنیا میں ہر ایک طالب و مطلوب کا بھی خیال ہوتا ہے۔ آپؓ کا وہ حجرہ جس میں حضور نبی کریم ﷺ دفن ہو چکے تھے، آپ ﷺ کی تدفین کیلئے بالکل موزوں تھا، مگر اتفاقاً پہلے آپؓ کے والد بزرگوار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی، انہوں نے آپؓ سے یہ خواہش ظاہر کی کہ مجھے بھی حضور نبی کریم ﷺ کے پہلوئے مزار میں جگہ دی جائے، آپؓ نے قبول کیا، پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔

عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ (جب وہ زخمی ہوئے) تو اپنے بیٹے سے کہا: اے عبداللہ رضی اللہ عنہ! ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور کہو کہ عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ آپؓ کو سلام کہتا ہے اور چاہتا ہے کہ اپنے دونوں رفقا کے پہلو میں دفن کیا جاؤں، اگر وہ یہ درخواست قبول فرمائیں اور خوشی کے ساتھ حجرہ مبارک میں دفن ہونے کی اجازت دے دیں تو خیر ورنہ پھر مجھے مسلمانوں کے عام قبرستان میں دفن کر دینا۔

چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا پیغام پہنچا دیا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سن کر فرمایا کہ میری یہ خواہش تھی کہ اب میرے سوا وہاں کوئی دفن نہ

ہو لیکن میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اپنی ذات پر ترجیح دیتی ہوں۔ اے ابن عمر رضی اللہ عنہ! انہیں جا کر مژدہ دے دو کہ ان کی خواہش پوری ہوئی۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ واپس آئے، چونکہ ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کی یہی خاص اور آخری آرزو تھی۔ اس لیے آپؓ پر عجیب بیم ورجا کی حالت طاری تھی۔ آپؓ نے اپنے صاحبزادے کو آتے ہوئے دیکھ کر اضطرابانہ لہجہ میں پوچھا کہ بھئی کیا خبر لائے، انہوں نے کامیاب پیام کا مژدہ سنایا، اس وقت آپؓ کا کلیجہ ٹھنڈا ہوا۔

﴿بخاری کتاب الصلوٰۃ﴾

غرضیکہ بعد وفات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی حضور نبی کریم ﷺ کے پہلوئے شفقت میں دفن ہوئے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنی آرزوؤں پر پانی پھیر دیا، مگر حضور نبی کریم ﷺ کے جانشین کا دل میلا نہ ہونے دیا۔ کیا اس کا نام سچا ایثار نہیں ہے۔ اس حجرہ مبارک میں ایک قبر کی جگہ پھر بھی آپؓ کیلئے نکل سکتی تھی، لیکن آپؓ نے وہاں دفن ہونے کی وصیت نہ فرمائی۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ پہلے تو اس حجرہ میں ایک آپؓ کے شوہر اور دوسرے والد تھے، اب تیسرے ایسے شخص پہنچ گئے جن سے آپؓ پر زندگی میں پردہ فرض تھا، اس وجہ سے اب آپؓ اس حجرہ مبارک میں دفن ہونا شانِ حیا کے خلاف سمجھا اور اپنے لیے جنت البقیع میں دفن ہونے کی وصیت کی۔

چنانچہ روایت ہے کہ جب تک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حجرہ مبارک میں دفن نہیں ہوئے تھے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بے تکلف اس حجرہ میں چلی جایا کرتی تھیں، لیکن آپؓ فرماتی ہیں کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ وہاں دفن ہو چکے تو پھر مجھے اس حجرہ میں جاتے ہوئے شرم آنے لگی اور میں پھر کبھی اندر نہ گئی۔ باہر ہی سے دعائے خیر کیا کرتی تھی، کیونکہ پہلے تو وہاں صرف میرے والد اور حضرت سرور کائنات مصطفیٰ کریم ﷺ مدفون تھے، جن سے مجھے کوئی حجاب نہ تھا اور اب ایک تیسرے اولوالعزم شخص کی موجودگی میرے رکنے کا باعث ہوئی۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو روضہ انور میں دفن کی اجازت دینا:

روایت ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپؓ نے بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں کوئی آدمی بھیج کر یہ اجازت چاہی کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس دفن ہو جانے دیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حسن علیہ السلام کی درخواست بھی منظور فرمائی، مگر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے پھر بھی بطور احتیاط اپنے بھائی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے وصیت کر دی کہ بھائی میرے مرنے کے بعد ایک دفعہ پھر ام المومنین سے اجازت دفن حاصل کر لینا اگر وہ دوبارہ اجازت دیدیں تو خیر ورنہ مجھے عام مسلمانوں کے قبرستان بقیع میں دفن کر دینا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ انہوں نے میرے لحاظ یا خاطر سے اس وقت اجازت دیدی ہو، چنانچہ جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے دوبارہ ام المومنین سے اجازت طلب کی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں تو پہلے ہی خوشی سے اجازت دے چکی ہوں، بار بار پوچھنا بیکار ہے، مگر افسوس مروان بن الحکم نے دخل در معقولات کر کے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو حجرہ مبارک میں دفن نہ ہونے دیا۔

﴿اسد الغابہ﴾

گھر کے کام کاج اپنے ہاتھ سے کرنا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے قربانی کے اونٹ جب ہدیہ کر کے مکے بھیجے جاتے تھے، تو میں ان کے گلے میں ڈالنے کیلئے ہار بنا دیا کرتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ مجھ سے وہ ہار لے کر اونٹوں کے گلے میں ڈال دیا کرتے تھے اور ان کے کوہان زخمی کر کے خانہ کعبہ کی طرف بھیج دیا کرتے تھے۔

حضور نبی کریم ﷺ گھر کے کاموں میں حضرت عائشہؓ کی مدد کرتے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے گھر کے کام میں مشغول

دیکھ کر رسول اللہ ﷺ بھی میری امداد فرمایا کرتے تھے۔

سوچنے کی بات اور غور کرنے کا مقام ہے کہ بانی اسلام اور ان کی زوجہ مطہرہ کی یہ حالت تھی کہ اپنے گھر کا کام کاج اپنے ہاتھ ہی سے کر لیتے تھے۔ حالانکہ کوئی مجبوری نہ تھی، خدام مل سکتے تھے۔ باندی غلاموں کی کمی نہ تھی۔ بہت سے غلام اور کنیزیں خرید کر کے آزاد کی جاتی تھیں اور کچھ پاس بھی موجود رہتے تھے۔ اس کے علاوہ تمام مسلمان مرد عورتیں جو آپ پر اور آپ کے اہل بیت پر دل و جان سے قربان تھے اور اصحاب اہل صفہ جن کو سرکار دو عالم ﷺ اپنے اہل بیت میں شامل کرتے تھے، وہ اس معمولی گھر کے کاروبار سے کیا اعراض کر سکتے تھے مگر آپ کی اور آپ کے اہل بیت کی شان جدا تھی۔ آپ ﷺ اپنی امت کو اپنی اولاد تصور کرتے تھے، یہی حال آپ ﷺ کے اہل بیت کا تھا۔ آج کل کے پیر فقیروں کی تو یہ حالت ہے کہ صبح سے شام تک مریدوں کو پاؤں چھپتے ہی سے فرصت نہیں لینے دیتے۔

نفاست طبع:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طبیعت کمال درجہ کی نفاست پسند واقع ہوئی تھی، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے بچپن کا زمانہ تھا۔ اتفاقاً وہ چوکھٹ سے ٹھوکر کھا کر گر گئے۔ پیشانی پر چوٹ آئی اور خون بہنے لگا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اس بیچارے کا خون صاف کر دو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میری طبیعت میں کراہت پیدا ہوئی اور حضور نبی کریم ﷺ بھی سمجھ گئے پھر حضور نبی کریم ﷺ نے خود ہی ان کی پیشانی کا خون صاف کر دیا۔

﴿طبقات ابن سعد﴾

قرآن کو محبت سے سننا:

ایک رات جبکہ حضور نبی کریم ﷺ آپؓ کے حجرہ میں موجود تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کسی غرض سے باہر نکلیں اور بہت دیر کے بعد اندر واپس تشریف

لائیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا کہ تمہیں کہاں دیر ہوئی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ایک شخص نہایت خوش الحانی کے ساتھ قرآن شریف پڑھ رہا ہے۔ میں اس کی قرأت سن رہی تھی۔ ایسی اچھی قرأت مین نے کبھی پہلے نہیں سنی۔ یہ سن کر حضور نبی کریم ﷺ بھی باہر تشریف لائے اور دیر تک سنتے رہے، پھر فرمایا کہ یہ شخص ابوحذیفہ کا مولد ہے۔ خدا کا شکر ہے جس نے میری امت میں ایسا شخص پیدا کیا۔

﴿احیاء العلوم﴾

مسواک:

مسواک کرنا جس طرح حضور نبی کریم ﷺ کو زیادہ مرغوب تھا، اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی مسواک کو زیادہ پسند فرماتی تھیں۔

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور نبی کریم ﷺ مسواک کر کے دھونے کیلئے مجھے دیا کرتے تھے، تو میں پہلے اس سے اپنے دانت صاف کرتی تھی، پھر دھو کر واپس دیا کرتی تھی۔

(یہ روایت حضرت ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے۔)

﴿مشکوٰۃ کتاب مسواک﴾

خوش الحانی سے رغبت:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) ایام تشریق میں میرے گھر تشریف لائے، میرے پاس دو لڑکیاں دائرہ بنا کر وہ اشعار گا رہی تھیں، جن میں کچھ جنگ کا تذکرہ تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ اپنا منہ کپڑے سے ڈھکے ہوئے لیٹے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان لڑکیوں کو دھمکانے لگے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے منہ سے کپڑا اٹھا کر فرمایا: اے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ! انہیں کچھ نہ کہو۔ یہ عید کے دن ہیں۔

دوسری وایت میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے اور ہماری عید یہ ہے۔

﴿مشکوٰۃ﴾

اطاعت شوہر:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت گزاری میں اس قدر مصروف رہتی تھی کہ آپؓ کو قضا کیے ہوئے روزوں کے ادا کرنے کا موقع بھی نہ ملتا تھا۔ مجبوراً آپؓ ان کو ماہ شعبان میں ادا کیا کرتی تھیں، کیونکہ اس مہینے میں حضور نبی کریم ﷺ خود ہی عبادت الٰہی میں زیادہ تر مصروف رہتے تھے۔ آپؓ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو بھی عبادت ہی سمجھتی تھیں،

اس لیے رات دن حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت گزاری میں لگی رہتی تھیں۔
اسی طرح دوسری عبادات میں بھی آپؓ کا یہی حال تھا کہ آپؓ نماز سفر میں بھی قصر نہیں کیا کرتی تھیں، پوری ہی پڑھ لیتی تھیں، چنانچہ فرماتی ہیں کہ اول اول نماز کی دو ہی رکعتیں فرض ہوئی تھیں، پھر سفر کی نماز تو بدستور اپنی حالت پر باقی رکھی گئی، حضر کیلئے چار رکعتیں مقرر کی گئیں۔

حضرت زہری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا وجہ تھی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا قصر نماز نہ پڑھتی تھیں، انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی وہی تاویل کرتی تھیں، جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کیا کرتے تھے۔

(حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس مسافر کیلئے قصر جائز سمجھتے تھے جو چل رہا ہو اور اگر سفر میں ٹھہر گیا تو پھر قصر کی ضرورت ان کے خیال میں نہ تھی۔)

﴿بخاری کتاب الصلوٰۃ﴾

حضرت عائشہؓ کا صحابہ کرام کی تعریف کرنا

جس طرح اللہ تعالیٰ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اور بہت سی خوبیاں عطا فرمائی تھیں، اسی طرح آپؓ کو حق شناسی کا مادہ بھی دیا گیا تھا۔ آپؓ اکثر اصحاب رسول ﷺ کی فضیلتیں بیان فرمایا کرتی تھیں، تاکہ عوام کو معلوم ہو کہ وہ کس شان کے بشر تھے۔

مجھے تمام دنیا میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی عزیز نہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے لوگوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ عزیز کوئی نہیں ہے۔ یہ کہہ کر مجھ سے دریافت کیا کہ میں نے کیا کہا۔ میں نے آپؓ کا قول مکرر عرض کر دیا۔ آپؓ نے پھر فرمایا: اس طرح نہیں بلکہ مجھے تو تمام دنیا میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی عزیز نہیں۔

﴿مشکوٰۃ﴾

ایک شخص کو تنبیہ کرنا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضور نبی کریم ﷺ کے پاس حضرت ابن حارثہ اور حضرت جعفر اور حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہم کے شہید ہونے کی خبر آئی تو آپ ﷺ نہایت مغموم ہو کر بیٹھ گئے۔ میں دروازہ کے سوراخوں یعنی دراروں میں سے جھانک رہی تھی، اسی وقت اتفاقاً ایک شخص نے آ کر کہا: حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی عورتیں رو رہی ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: انہیں منع کر دے، وہ گیا اور دوبارہ آ کر کہا کہ انہوں نے میرا کہنا نہیں مانا۔ آپ ﷺ نے

پھر فرمایا: جا منع کر دے۔ اس نے تیسری مرتبہ پھر آ کر عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! خدا کی قسم! وہ میری بات کی طرف توجہ بھی نہیں کرتیں۔ یہ سن کر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جا ان کے منہ میں خاک بھر دے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے اس شخص سے کہا: اے شخص! اللہ تجھے ذلیل کرے نہ تو تو نے حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ادا کیا کہ عورتوں کو منع کر دیتا اور نہ تو رسول اللہ ﷺ کو بار بار تکلیف دینے سے باز رہتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ ﷺ ایک حبشی عورت کا ناچ دیکھ رہے تھے اور بہت سے لڑکے وغیرہ اس کے اردگرد جمع تھے۔ اتفاقاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس طرف نکل آئے۔ آپؓ کو دیکھتے ہی سب بھاگ گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں جنوں اور آدمیوں کے شیطانوں کو دیکھ رہا تھا کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ڈر کر بھاگ گئے۔

﴿مشکوٰۃ فضائل عمر﴾

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرشتے حیا کرتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر میں رانیں یا پنڈلیاں کھولے ہوئے لیٹے تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کے پاس آنے کی اجازت مانگی آپ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی اور خود اسی طرح لیٹے رہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آ کر بیٹھ گئے اور باتیں کرنے لگے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت مانگی آپ ﷺ نے انہیں بھی بلا لیا اور خود اسی طرح لیٹے رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آ کر بیٹھ گئے اور باتیں کرنے لگے۔

تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اندر آنے کی اجازت چاہی۔ رسول اللہ ﷺ اب اٹھ کر بیٹھ گئے۔ پہلے اپنے کپڑے درست کیے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اندر آنے کی اجازت دی۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تشریف

لے گئے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تو کچھ پرواہ نہ کی لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا آپ ﷺ نے بہت خیال کیا۔

اس کی کیا وجہ ہے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! کیا میں ایسے آدمی سے شرم نہ کروں جس سے فرشتے شرماتے ہیں۔

دوسری روایت میں یوں ہے کہ بیشک عثمان (رضی اللہ عنہ) بہت باحیا شخص ہے اور مجھے یہ خوف ہوا کہ اگر میں اسے اسی حالت میں بلالوں گا تو وہ مجھے اپنی ضرورت کی اطلاع نہ دے سکے گا۔ شرم کے مارے ویسے ہی واپس چلا جائے گا۔

(یہ حدیث مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے۔)

اصحاب رسول کی ہرگز بے حرمتی نہ کرنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو پیغام:

جب سیدنا حجر رضی اللہ عنہ کو زیاد نے قید کر کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس واقعہ کی خبر ملی اور آپ رضی اللہ عنہا نے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن حارث کو حضرت معاویہ کی طرف روانہ کیا۔ اور کہا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہہ دینا ابن حجر اور اصحاب رسول ﷺ کی ہرگز ہرگز بے حرمتی نہ کرنا۔ مگر عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ ایسے وقت پہنچے کہ وہ قتل بھی ہو چکے تھے۔ جب حضرت معاویہ مدینہ میں آئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پہلے حضرت حجر رضی اللہ عنہ کے متعلق بہت طول و طویل گفتگو کی حضرت معاویہ نے کہا کہ ام المومنین میرا اور حجر رضی اللہ عنہ کا معاملہ قیامت پر چھوڑ دیجئے۔ ہم دونوں اپنے پروردگار کے سامنے اپنا فیصلہ خود ہی کر لینگے اور سیدنا حجر رضی اللہ عنہ مشہور مستجاب الدعواۃ صحابہ میں سے تھے۔

اپنے بھائی کے قاتل کی تعریف کرنا:

عبدالرحمٰن ابن شمامہ روایت کرتے ہیں کہ ہم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

کی خدمت میں گئے۔آپ رضی اللہ عنہا نے ہم سے پوچھا کہ تمہارے سردار معاویہ بن صریح لڑائیوں میں کیسے ہیں۔اور اپنے ماتحتوں کے ساتھ ان کا کیسا برتاؤ ہے۔ہم نے کہا کہ ہم ان میں کوئی عیب نہیں پاتے۔ پھر ہم نے ان کی بہت کچھ تعریف کی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے تمام تعریفیں سن کر فرمایا:

''استغفر اللہ'' میں تو ان کو اس وجہ سے برا سمجھتی تھی کہ انہوں نے میرے بھائی کو قتل کیا ہے۔لیکن تمہارے بیان سے وہ اچھے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اے اللہ میری امت کے ساتھ جو شخص نرمی کرے تو بھی اس کے ساتھ نرمی کرنا۔اور جو میری امت کے ساتھ سختی کرے تو بھی اس کے ساتھ سختی کرنا۔

حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم کی نیکیاں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ چاندنی رات میں حضور سرور کائنات ﷺ میرے پاس بیٹھے تھے میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کسی کی نیکیاں آسمان کے تاروں کے برابر بھی ہوں گی۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نیکیاں آسمان کے تاروں کے برابر ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ سن کر میرے کان کھڑے ہو گئے۔ اور میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میرے باپ کی نسبت کیا فرماتے ہیں۔حضور نبی کریم ﷺ نے جواب دیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سب نیکیاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔

دوسری حدیث میں یوں بھی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صوم وصلوٰۃ کے باعث فضیلت خاص حاصل نہیں ہوئی۔ بلکہ خدا نے صدق و اخلاص اور معرفت میں ان کو خاص حصہ دیا ہے۔یہی ان کی فضیلت کا سبب ہے۔

شرعی حجاب

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو پردہ کا اس قدر خیال تھا کہ آپ ﷺ نے افلح قعیس کے بھائی کو جو آپ ﷺ کے رضاعی چچا تھے اس وقت تک اپنے گھر میں نہ آنے دیا جب تک رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اجازت عطا نہ فرمائی۔

نابینا شخص سے پردہ کرنا:

حضرت اسحٰق رضی اللہ عنہ نابینا سے روایت ہے کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ مجھ سے چھپنے لگیں میں نے عرض کیا: یا ام المومنین! آپ مجھ سے کیوں پردہ کرتی ہیں حالانکہ میں آپ کو دیکھ نہیں سکتا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اگرچہ تم مجھے نہیں دیکھ سکتے لیکن میں تو تمہیں دیکھ سکتی ہوں۔

﴿طبقات ابن سعد﴾

حضرت حسنین رضی اللہ عنہم سے پردہ کرنا:

عکرمہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت امام حسن اور امام حسین علیہم السلام سے پردہ کرتی تھیں مگر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایام المومنین! (رضی اللہ عنہا) آپ پر ان سے پردہ کرنا ضروری نہیں ہے۔ اس لیے آپ ان سے پردہ نہ فرمائیں۔

سفر میں پردہ کرنا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ احرام باندھے ہوئے چلتے تھے اور قافلے والے ہمارے پاس سے نکلتے تھے تو ہم گھونگھٹ نکال لیتے تھے۔ جب سوار ہمارے پاس سے گذر جاتے تو ہم پھر اپنا منہ کھول لیتے۔

﴿مشکوٰۃ﴾

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا لباس

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک جز کا دوپٹہ بھی تھا جو حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے آپؓ کے پاس بھیجا تھا اور حضرت شمسیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی تو میں نے آپؓ کو دوپٹہ، پاجامہ اور کرتہ پہنے ہوئے دیکھا اور آپؓ کے بعض کپڑے کسم کے رنگ سے رنگے ہوئے تھے۔

ایک دوسری روایت ہے کہ آپؓ حالت احرام میں کسم کے رنگ سے رنگے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے تھیں۔ سرخ اور کسم کا رنگا ہوا کپڑا آپؓ کے جسم مبارک پر تھا۔

چوتھی روایت سے ظاہر ہے کہ وہ چادر جس کو آپؓ نے حالت احرام میں استعمال کیا تھا، کسم کے رنگ سے رنگی ہوئی تھی۔

پانچویں روایت ہے کہ وہ زرد چادر تھی۔

﴿ابن ابی ملیکہ﴾

بکرہ بنت عقبہ سے روایت ہے کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپؓ کسم کا رنگ بنا رہی تھیں، میں نے مہندی کی نسبت آپؓ سے دریافت کیا۔ تو آپؓ نے فرمایا: وہ نہایت مبارک درخت کے پتے میں جس کا پانی پاک ہے۔ (یعنی مہندی لگانا جائز ہے) چند دوسری رواتیوں سے ظاہر ہے کہ

آپؓ تہبند، دوپٹہ اور کرتہ، کبھی سرخ کبھی سیاہ کبھی کسم کا رنگا ہوا، کبھی مورد وغیرہ کے پانی سے رنگ کر پہنا کرتی تھیں۔

ام مغیرہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حریر کی نسبت دریافت کیا تو آپؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایسا کپڑا پہنا تھا جو بالکل حریر سے مشابہ تھا۔ آپؐ نے مجھے منع نہیں فرمایا۔

صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ آپؓ کے پاس چند سونے کی انگوٹھیاں بھی تھیں۔ (یہ تمام روایتیں ''طبقات ابن سعد'' میں موجود ہیں۔)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قرابتی اور باندی غلام:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ اس لیے آپؓ نے حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ اپنے بھانجہ کو اپنا متبنٰی بنا لیا تھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے والد بزرگوار کا نام حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ تھا۔ جو نہایت مشہور اور جلیل القدر صحابی تھے اور ان کی والدہ کا نام اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے، جن کا خطاب ہجرت کے پہلے دن ذات النطاقین ہو گیا تھا۔ اس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی دادی کا نام حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب تھا۔ یہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم ﷺ کی پھوپھی تھیں اور حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا، ان کے باپ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔

ہجرت کے بعد سب سے پہلے عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور حضور نبی کریم ﷺ نے خرما چبا کر ان کے منہ میں اس کا عرق ڈالا، یہ بڑے بہادر اور برگزیدہ لوگوں میں سے ہوئے ہیں۔

ان کے بھائی حضرت عروہ رضی اللہ عنہ اور لڑکے حضرت عامر رضی اللہ عنہ اور حضرت عباد رضی اللہ عنہم تھے، جس طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت عبداللہ ابن

زبیر رضی اللہ عنہ کو اپنا بیٹا تصور فرماتی تھیں، اسی طرح آپؓ نے عمرہ بنت عبدالرحمٰن بن سعد رضی اللہ عنہ ایک انصاری لڑکی کی بیٹیوں کی طرح پرورش کی تھی، ان کی شادی بھی آپؓ ہی نے کی تھی جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

حضرت عمرہ رضی اللہ عنہا:

حضرت عمرہ بنت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حالات سے بہت زیادہ آگاہی رکھتی تھیں، اس لیے انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی احادیث کا بہت بڑا حصہ ظاہر کیا ہے۔

ابن جہان نے لکھا ہے کہ ان لوگوں میں جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حالات سے بہت زیادہ واقف تھے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایتیں بیان کیا کرتے تھے۔ حضرت عمرہ بنت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہا بھی بہت بڑی واقف کار تھیں۔ یہ نہایت درجہ ثقہ اور علم دوست تھیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیثیں ان سے زیادہ اور کوئی نہ جانتا تھا۔

ابن عاصم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ ان کی وفات ۱۰۳ ہجری میں ہوئی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ابن خرم کو لکھا تھا کہ وہ حضرت عمرہ بنت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی احادیث نقل کریں کیونکہ اس فن میں حضرت عمرہ رضی اللہ عنہا کے بعد پھر کوئی ایسا نظر نہیں آتا۔

﴿تہذیب التہذیب﴾

رضاعی بھائی:

حضرت عوف بن الحارث بن الطفیل رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی بھائی تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ آپؓ کے دو بھائی تھے، مگر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ آپؓ کے حقیقی بھائی اور حضرت محمد بن ابی بکرؓ سوتیلے

تھے۔ یعنی ان کی والدہ حضرت ام رومانؓ نہ تھیں، بلکہ اسماء بنت عمیس خشعمیہ تھیں، حضرت محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ حجۃ الوداع میں ذی الحلیفہ نامی مقام پر پیدا ہوئے تھے۔ ان کی ماں اسماء سے حضرت جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عقد کر لیا تھا۔ پہلے یہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے نکاح میں رہیں۔

محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شہادت پر گوشت کھانا ترک کر دیا:

حضرت محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ جنگ جمل اور صفین میں شریک تھے، جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کو مصر کا حاکم مقرر کیا تو عمرو بن العاص نے ان پر چڑھائی کی۔ یہ بھاگے مگر گرفتار ہو گئے۔ عمرو بن العاص نے ان کو قتل کروا دیا اور ان کی لاش کو ایک مردہ گدھے کی کھال میں رکھ کر جلوا دیا۔ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اس واقعہ کی خبر پہنچی تو ان کو بہت رنج ہوا اور آپؓ نے اس وقت سے بھنا ہوا گوشت کھانا چھوڑ دیا۔ ان کی کنیت ابوالقاسم تھی کیونکہ ان کے بیٹے کا نام قاسم تھا۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ بڑے پایہ کے صحابی تھے۔ آپ کی بہادری مشہور عام تھی۔ غزوہ بدر اور غزوہ احد میں کافروں کی طرف سے شریک تھے۔ یہ بہت بڑے تیرانداز اور دلیر اور جنگجو تھے۔ جب یہ میدان میں نکل کر مبارز طلب ہوئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے مقابلے کیلئے جانے لگے مگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کر دیا۔ پھر یہ جنگ حدیبیہ میں مسلمان ہو گئے۔ ان کا اسلام بہت اچھا اسلام تھا، پہلے ان کا نام عبدالکعبہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ رکھ دیا تھا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ یمامہ میں شریک ہوئے اور یمامہ

کے سات بڑے بڑے سرداروں کو قتل کیا۔

حضرت زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ نہایت خوش مزاج واقع ہوئے تھے۔ ان سے اکثر حدیثیں بھی منسوب ہیں، جب یہ تجارت کیلئے ملک شام کو گئے تو ایک عورت پر فریفتہ ہو گئے، جس کا نام لیلیٰ تھا۔ اس کی خبر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھی ہو گئی۔ آپ نے جب لشکر اسلام ملک شام کی جانب روانہ کیا تو سپہ سالار کو حکم دیا کہ اگر لڑائی میں تمہیں فتح حاصل ہو اور لیلیٰ بنت جودی تمہیں مل جائے تو اسے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دینا۔ غرضیکہ مسلمانوں کی ترقی عروج کا زمانہ تھا، فتح حاصل ہوئی اور وہ عورت ان کو دیدی گئی۔ یہ اپنی تمام بیبیوں سے زیادہ ان سے محبت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کی بیبیوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس امر کی شکایت کی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت عبدالرحمٰن پر بہت خفا ہو گئیں مگر انہوں نے کہا کہ مجھے معاف کرو۔ میں دل سے مجبور ہوں۔ یہ میرے اختیار کی بات نہیں ہے۔ لیلیٰ کا حسن و جمال ایسا ہے کہ گویا میں اس کے دانتوں سے انار کے دانے چوستا ہوں مگر اس محبت کو تھوڑا ہی زمانہ گزرا تھا کہ آپؓ نے لیلیٰ کے ساتھ نہایت سختی اور ترشروی کا برتاؤ شروع کر دیا۔ لیلیٰ نے مجبور ہو کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے شکایت کی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عبدالرحمٰن سے کہا کہ تم بھی عجیب انسان ہو یا تو اس سے اس قدر محبت تھی یا اب اتنی نفرت ہو گئی، ایسا نہ چاہیے اگر تمہاری اس کے ساتھ نہیں بنتی، تو مناسب یہ ہے کہ ہم اس کا مہر وغیرہ ادا کر کے سلوک و احسان کے ساتھ جہاں سے لائے ہو اسے وہیں پہنچا دو، چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا اور لیلیٰ کو اس کے ماں باپ کے گھر پہنچا دیا۔)

آپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جنگ جمل میں شریک تھے جب حضرت امیر معاویہ نے یزید کی بیعت لی تو آپ نے صاف انکار کر دیا اور فرمایا

کہ یہ ہرقل کی رسم ہے۔ حضرت معاویہ نے انہیں راضی کرنے کیلئے ایک لاکھ درہم بھی بھیجے مگر انہوں نے یہ کہہ کر واپس کر دیئے کہ میں رشوت لے کر راضی ہونے والوں سے نہیں ہوں اور نہ دین کو دنیا کے بدلے فروخت کر سکتا ہوں۔ انہوں نے یزید کی بیعت کامل ہونے سے پہلے ہی مکہ میں وفات پائی۔

بھائی کی موت پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو صدمہ:

ان کی موت ناگہانی واقع ہوئی تھی جس کا تذکرہ اس طرح ہے کہ یہ ایک مکان میں تھے جس کا نام حبش ہے۔ یہ مکان مکہ سے دس میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہ اس مکان میں سوتے کے سوتے ہی رہ گئے پھر وہاں سے اس کی لاش مکہ میں لائی گئی اور دفن کی گئی جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ان کی وفات کی خبر پہنچی تو بارادۂ حج تشریف لے گئیں اور اپنے بھائی کی قبر پر کھڑی ہو کر روئیں اور یہ اشعار پڑھے:

وكنا كندماني جذيمة حقبةً — من الدهر حتىٰ لن نيصدعا

فلما تفرقنا كاني و مالكا — لطول اجتماع لم نبت ليلة معا

ترجمہ: ''(ایک زمانہ وہ تھا جب) ہم دونوں مثل جذیمہ (بادشاہ عراق) دو ہم نشینوں کے مانند ایک ساتھ رہتے تھے اور بہت دن تک یہی کیفیت رہی، یہاں تک کہ کہا گیا کہ ہم اب دونوں کبھی جدا نہ ہونگے مگر جب ہم اور مالک اس قدر طویل یکجائی کے بعد جدا ہوئے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا ہم دونوں ایک شب بھی ساتھ مل کر نہ رہے تھے۔''

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا:

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ جن کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ آپؓ کی بہن تھیں، ان کی ماں کا نام قتیلہ بنت عبدالعزیٰ تھا اور آپؓ کی دوسری بہن کا نام ام کلثوم تھا۔ ان کی ماں ام حبیبہ بنت خارجہ تھیں، آپؓ کے بھائی بہنوں کی اولاد کا سلسلہ بہت وسیع ہے جس کا اندراج ہم قصداً ترک کرتے ہیں۔

حضرت بریرہؓ (کنیز):

حضرت بریرہ آپؓ کی مشہور کنیز تھیں، آپؓ نے ویسے تو اپنی زندگی میں بہت غلام اور باندیاں خرید کر آزاد کیے مگر بریرہ کی محبت و وقعت آپ کے دل میں بہت ہی زیادہ تھی اور حضرت بریرہ بھی آپ پر جان و دل سے قربان تھیں۔

حضرت بریرہ کی فضیلت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بریرہ کی تین باتیں مشہور تھیں: (۱) یہ کہ پہلے وہ لونڈی تھیں پھر آزاد ہوگئیں اور آزاد ہونے کے بعد اپنے شوہر سے نکاح قائم رکھنے کے متعلق وہ خود مختار بنا دی گئیں۔ (۲) یہ کہ اسی جھگڑے میں حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ آزادی کے حق کا مالک وہی ہے جو غلام یا لونڈی کو آزاد کر دے۔ (۳) یہ کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ گھر میں تشریف لائے، چولہے پر گوشت کی ہنڈیا پک رہی تھی، تھوڑی دیر کے بعد آپ کے سامنے روٹی اور گھر کے سالن میں سے کچھ لایا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ گوشت کہاں ہے جو ابھی میں نے پکتے دیکھا تھا؟ عرض کیا گیا: یارسول اللہ ﷺ! وہ گوشت تو صدقہ کا تھا جو بریرہ کیلئے آیا تھا۔ آپ ﷺ چونکہ صدقہ کی چیز نہیں کھاتے ہیں، اس لیے وہ آپ ﷺ کو نہیں دیا گیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں میں کھاؤں گا۔ لاؤ، صدقہ تو وہ بریرہ تک ہی تھا۔ ہمارے لیے تو وہ سب ہدیہ ہوگیا ہے۔

﴿مشکوٰۃ﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مغیث بریرہ کا خاوند ایک سیاہ فام غلام تھا، وہ اب بھی گویا میری نظروں میں ہے کہ مدینہ کی گلی کوچوں میں بریرہ کیلئے روتا پھر رہا ہے اور آنسو اس کی داڑھی پر بہہ رہے ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے میرے والد حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے عباس رضی اللہ عنہ! کیا مغیث کی محبت پر جو اسے بریرہ سے ہے اور بریرہ کی دشمنی پر جو اسے مغیث سے ہے، مجھے تعجب نہیں ہوتا، پھر حضور نبی کریم ﷺ نے بریرہ سے فرمایا: اے

بریرہ! اگر تو اس کے پاس چلی جائے تو بہت ہی بہتر ہو۔ بریرہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ مجھے حکم دیتے ہیں (کہ میں ایسا کروں) حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ سفارش کرتا ہوں وہ بولی تو پھر مجھے مغیث کی ضرورت نہیں ہے۔

﴿مشکوٰۃ﴾

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی آزادی کا واقعہ:

حضرت بریرہ کی آزادی کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس طرح فرماتی ہیں کہ بریرہ میرے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میں نے اپنے مالکوں سے نو اوقیہ میں تین سو سات درہم پر اپنی کتابت کر لی ہے۔ (کتابت اس کو کہتے ہیں کہ مالک اپنے غلام سے اقرار کر لے کہ اتنا روپیہ لے کر میں تجھے آزاد کر دوں گا، اگر غلام طے شدہ روپیہ ادا کر دے گا تو آزاد ہو جائے گا۔ بریرہ پہلے ایک یہودی کی باندی تھیں) اور قسط اس طرح مقرر ہوئی ہے کہ میں ہر سال چالیس درہم ادا کرتی رہوں گی، لہٰذا تم بھی میری مدد کرو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے جواب دیا اگر تیرے مالک یہ پسند کریں کہ ان کا سارا روپیہ ایک ہی دفعہ گن دیا جائے اور حق آزادی میرا ہو جائے تو میں ایسا کر سکتی ہوں۔ یہ سن کر بریرہ پوچھنے کیلئے اپنے مالکوں کے پاس گئی۔ انہوں نے انکار کر دیا، ہاں اس شرط پر راضی ہو گئے کہ حق آزادی انہیں کا رہے، پھر مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اسے خرید لو، اور آزاد کر دو۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ نے لوگوں کے درمیان خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ جو شرطیں کتاب اللہ کے خلاف ہوں گی، وہ ہرگز قابل تسلیم نہیں ہیں، حق آزادی کا مالک وہی شخص ہے جو غلام یا کنیز کو آزاد کر دے۔

﴿مشکوٰۃ﴾

غلام:

صاحب تہذیب التہذیب فرماتے ہیں کہ ابو یونس اور ذکوان ابو عمر اور ابن خروخ بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے، ذکوان کا ترجمہ اسد الغابہ میں اس

طرح ہے کہ بعض لوگ انہیں طہمان اور بعض مہران بھی کہتے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کے غلام تھے، مگر صاحب تہذیب التہذیب کی تحقیق درست ہے۔ ابو یونس کے متعلق صاحب تہذیب التہذیب فرماتے ہیں کہ ان کا تذکرہ طبقات ابن سعد کے طبقہ ثانیہ میں آیا ہے اور ابن حبان نے ان کو ثقات میں سے بیان کیا ہے۔ ان سے صحیح مسلم اور سنن میں دو حدیثیں روایت کی گئی ہیں۔ جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق ہیں اور بخاری نے بھی ان سے روایت کی ہے۔ ام ذرہ بھی آپؓ کی مشہور کنیزہ تھیں۔

متفرقات

راز کی بات:

حضرت اسود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اکثر تم سے راز کی باتیں کیا کرتی تھیں۔ بتاؤ کہ خانہ کعبہ کے بارے میں تم سے انہوں نے کیا کہا تھا۔ میں نے کہا: انہوں نے ظاہر کیا تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ فرماتے تھے کہ اے عائشہ! اگر تمہاری قوم جاہلیت کے زمانہ سے قریب نہ ہوئی تو میں کعبہ کو توڑ کر دو دروازے بنواتا، ایک لوگوں کے داخلہ کیلئے اور دوسرا باہر نکلنے کیلئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کعبہ کے دروازے بنا دیئے۔

کفن کیسا چاہیے:

حضرت یوسف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھا تھا، ایک شخص عراق کا رہنے والا آیا اور پوچھا کہ میت کیلئے کیسا کفن اچھا ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

افسوس ہے تجھ پر (کیا مرنے کے بعد بھی) تو کسی چیز سے تکلیف پائے گا۔ (یعنی اچھے برے لباس سے) پھر اس نے کہا: اے ام المومنین! مجھے اپنا قرآن شریف دکھا دیجئے۔ آپؓ نے پوچھا کیوں، اس نے کہا: اس لیے کہ میں اپنے قرآن کو اسی ترتیب سے مرتب کرلوں، اکثر لوگ قرآن شریف بے ترتیب پڑھتے ہیں۔

آپؓ نے فرمایا: کچھ ہرج نہیں جو آیت چاہو پہلے پڑھو۔ سب سے پہلے وہ آیتیں نازل ہوئی تھیں، جن میں جنت اور دوزخ کا ذکر ہے پھر حلال وحرام کے متعلق آیتیں نازل ہوئیں پھر زنا کی ممانعت اتری۔

﴿بخاری﴾

رفع غم کیلئے دعا:

۞ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو رنج وغم دور کرنے کیلئے حضور نبی کریم ﷺ نے یہ دعا تعلیم فرمائی تھی:

اللھم انی اسئلک من الخیر کلہٖ عا جلہ واجلہ ما علمت منہ و ما لم اعلم و اعوذبک من شرعا جلہ و اجلہ ما علمت منہ و ما لو اعلم اسئلک الجنۃ و ما قرب الیھا من قول و عمل و اعوذبک من النار و ما قرب الیھا من قول و عمل و اسئلک من الخیر وما سالک عندک و رسولک محمد صلی اللہ علیہ وسلم و استعیذک مما استغاذک منہ عیدک و رسولک محمد صلی اللہ علیہ وسلم و اسئلک ما قضیت لی من امران تجلل عاقبۃ رشد ابرحمتک یا ارحم الراحمین۔

ترجمہ: ''یا الٰہی! میں تجھ سے حال اور آئندہ کیلئے نیکی کا سوال کرتا ہوں، خواہ میں اسے جانتا ہوں یا نہ جانتا ہوں۔ اسی طرح موجودہ اور آئندہ شر سے پناہ مانگتا ہوں، خواہ میں اسے جانوں یا نہ جانوں، میں تجھ سے جنت کا اور اس چیز کا سوالی کرتا

ہوں جو مجھ کو جنت سے قریب کر دے، خواہ وہ قول ہو یا عمل۔ اور اسی طرح میں دوزخ اور اس چیز سے پناہ مانگتا ہوں، جو مجھے دوزخ سے قریب کر دے خواہ وہ کوئی قول ہو یا عمل اور میں تجھ سے اس طرح نیکی کا سوال کرتا ہوں جس طرح تجھ سے تیرے بندہ اور رسول اللہ ﷺ نے سوال کیا تھا اور میں تجھ سے اس چیز کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں جس کی تیرے بندہ اور رسول اللہ ﷺ نے پناہ مانگی اور میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ جس چیز کا حکم تو میرے لیے صادر فرمائے، اس کا انجام میرے حق میں بہتر کر اپنی رحمت کے صدقہ میں، اے سب سے بڑے رحم کرنے والے۔"

﴿احیاء العلوم جلد اول﴾

عورتوں سے بیعت:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے بیعت کرتے وقت کبھی عورتوں کو ہاتھ نہیں لگایا اور آپ ﷺ بیعت کرنے سے پہلے باتوں باتوں میں عورت کو جانچ لیا کرتے تھے، پھر آپ ﷺ فرماتے تھے کہ میں نے بذریعہ گفتگو ہی تجھ کو بیعت کر لیا ہے۔

﴿مشکوٰۃ﴾

جادو کے متعلق:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ پر کسی نے جادو کر دیا، جس کے اثر سے آپ ﷺ کا یہ خیال ہوتا تھا کہ میں یہ کام کر چکا ہوں حالانکہ آپ ﷺ وہ کام نہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ ایک روز میرے پاس تھے۔ آپ ﷺ نے کئی مرتبہ دعا فرمائی پھر فرمایا: اے عائشہ! تمہیں خبر بھی ہے میں نے اللہ تعالیٰ سے جو کچھ پوچھا تھا اس کی نسبت اللہ تعالیٰ نے مجھے آج جواب دے دیا۔ یعنی خواب میں میرے پاس دو آدمی آئے، ان میں سے ایک میرے سر کے قریب بیٹھا اور دوسرا پاؤں کے قریب، پھر ان میں سے ایک اپنے دوسرے ساتھی سے بولا کہ

اس شخص کو کیا بیماری ہے؟ دوسرے نے کہا کہ ان پر جادو کیا گیا ہے، پھر اس نے پوچھا کہ جادو کس نے کیا ہے؟ اس کے ساتھی نے جواب دیا کہ لبید بن عاصم یہودی نے۔ پھر اس نے پوچھا جادو کس چیز سے کیا ہے؟ اس کے ساتھی نے جواب دیا ایک کنگھا اور سر کے بال اور کھجور کا خوشہ ہے اور یہ سب چیزیں ذروان کے کنوئیں میں ہیں۔ یہ بیان فرمانے کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب کو اس کنوئیں کی طرف بھیجا، دیکھا گیا تو اس کنوئیں کا پانی سرخ ہو رہا تھا، گویا مہندی کا نچوڑا ہوا پانی تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے وہ چیزیں جن سے جادو کیا گیا تھا نکلوا کر پھینک دیں۔

﴿مشکوٰۃ باب معجزات﴾

غزوات میں شرکت

غزوہ احد میں شرکت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما (والدہ حضرت انس رضی اللہ عنہ) کو جنگ احد میں دیکھا کہ وہ پائنچے چڑھائے ہوئے مشک بھر بھر کر لاتی تھیں اور زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں، جب مشک خالی ہو جاتی تھی تو پھر جا کر بھر لاتی تھیں۔

﴿صحیح بخاری﴾

غزوہ خندق میں شرکت:

جنگ خندق میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک قلعہ میں پناہ گزین تھیں۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی ماں بھی ان کے ساتھ وہیں تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں قلعہ سے باہر نکل کر پھر رہی تھی کہ پیچھے

سے پاؤں کی آہٹ ہوئی، مڑ کر دیکھا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ ہاتھ میں حربہ لیے ہوئے جوش کی حالت میں بڑی تیزی سے بڑھے چلے جا رہے ہیں اور یہ شعر زبان پر ہے:

لیث قلیلا تدرک ایھا جمل

لا باض بالموت اذا لموت منزل

ترجمہ: ''ذرا ٹھہر جانا کہ لڑائی میں ایک اور شخص پہنچ جائے، وقت جب آ گیا تو موت سے کیا ڈریں۔''

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی ماں نے سنا تو پکاریں کہ بیٹا جلدی جاؤ تم نے دیر لگا دی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی زرہ اس قدر چھوٹی تھی کہ ان کے دونوں ہاتھ باہر تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی ماں سے کہا کہ کاش حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی زرہ لمبی ہوتی۔

غزوہ بنو قریظہ میں شرکت:

غزوۂ بنو قریظہ میں بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ساتھ تھیں، اور ایک عورت کا واقعہ بیان کر کے اکثر حیرت اور تعجب فرمایا کرتی تھیں، اس لڑائی میں ایک عورت تھی جو اس قصاص میں ماری گئی تھی کہ اس نے قلعہ کے اوپر سے ایک پتھر گرا کر کسی مسلمان کو قتل کر دیا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ چار سو آدمی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کے مطابق اس معرکہ میں قتل کیے گئے۔ اس عورت کو پہلے سے معلوم تھا کہ اس کا نام مقتولین کی فہرست میں ہے، قتل گاہ میں مجرم آتے اور ملک عدم کو روانہ کر دیئے جاتے تھے۔ ایک ایک کا نام پکارا جاتا تھا اور یہ ہوش ربا آواز بار بار اس عورت کے کانوں میں آتی تھیں، لیکن وہ بے تکلف مجھ سے باتیں کرتی جاتی تھی اور بات بات پر ہنستی جاتی تھی۔ دفعتہً قاتل نے اس کا نام پکارا، تو وہ بے تکلف اٹھ کھڑی ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہاں چلیں، بولی میں نے ایک جرم کیا تھا،

اس کی سزا بھگتنے جا رہی ہوں، خوشی خوشی قتل گاہ میں پہنچی اور تلوار کے نیچے سر رکھ دیا۔

﴿سنن ابی داؤد﴾

غزوہ بنی مصطلق میں شرکت:

غزوۂ مریسع یا غزوۂ بنی مصطلق میں بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا شریک ہوئی تھیں، جو شعبان پانچ (۵) ہجری میں واقع ہوا تھا۔ اسی غزوہ سے واپسی پر افک کا ناگوار واقعہ پیش آیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اقوال

جَو میں برکت:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ایسے حال میں وصال فرمایا کہ میرے پاس تھوڑے سے جَو کے سوا اور کوئی کھانے کی چیز نہ تھی۔ میں ان میں سے ایک مدت تک کھاتی رہی، مگر وہ ختم نہ ہوئے۔ اتفاقاً ایک روز میں نے ان کو ناپ لیا، پھر ان کی برکت جاتی رہی اور وہ ختم ہو گئے۔

﴿بخاری، مسلم﴾

رسول اللہ ﷺ سوتے وقت دعائیں مانگتے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب خواب استراحت فرماتے تو رخسار مبارک کے نیچے دایاں ہاتھ رکھ لیا کرتے تھے اور سوتے وقت آپ اچھی اچھی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کا خیال ہوتا تھا کہ گویا میں

آج ہی کی رات وفات پا جاؤں گا۔

﴿احیاء العلوم﴾

رسول اللہ ﷺ کی نماز میں حالت:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ ہم سے اور ہم ان سے اکثر باتیں کرتے رہتے تھے مگر جب نماز کا وقت قریب آتا تو آپ ﷺ کی یہ حالت ہو جاتی کہ گویا آپ ﷺ ہمیں جانتے ہی نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نماز کے وقت خدا کی یاد میں پوری طرح مصروف ہو جاتے تھے۔

﴿احیاء العلوم﴾

اللہ غصہ کس پر کرتا ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے پھر اس کو تھک کر چھوڑ دے، اللہ تعالیٰ اس شخص پر نہایت غصہ کرتا ہے۔

﴿احیاء العلوم﴾

نبی کریم ﷺ نے کسی سے انتقام نہ لیا:

✿ حضور نبی کریم ﷺ کی دوسری صفات ظاہر کرتے ہوئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یہ بھی فرمایا کرتی تھیں:

ما انتقم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لنفسہ قط الا ان تنھک حرمۃ اللہ فلیتقم للہ

ترجمہ: ''اپنے نفس کیلئے رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی سے انتقام (بدلہ) نہیں لیا، مگر جب کوئی احکام الٰہی کی ہتک کرتا تھا تو پھر آپ ﷺ اس سے اللہ کیلئے ضرور انتقام لیتے تھے۔''

﴿احیاء العلوم﴾

بہترین اخلاق والا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ دس باتیں نہایت ہی بہتر اخلاق کی شان رکھتی ہیں، جس میں یہ دس باتیں ہوں، اسے بہترین اخلاق والا جانو۔

(۱) سچ بولنا۔
(۲) راست بازی (یعنی لوگوں کے ساتھ راستی کا برتاؤ کرنا۔)
(۳) سائل کا سوال رد نہ کرنا۔
(۴) احسان کا بدلہ احسان سے ادا کرنا۔
(۵) صلہ رحمی کرنا۔
(۶) امانت کی حفاظت کرنا۔
(۷) ہمسایہ کے حق کی رعایت کرنا۔ (چنانچہ مجھے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس ہمسایہ کا مکان تمہارے مکان سے زیادہ قریب ہو، اسی کا حق تم پر زیادہ ہے۔
(۸) ہم صحبت کا پاس اور رعایت ملحوظ رکھنا۔
(۹) مہمان کی خاطر و مدارات کرنا۔
(۱۰) حیا کرنا۔ (جو سب کی بیخ و بنیاد ہے۔)

﴿احیاء العلوم﴾

رسول اللہ ﷺ کا خلق قرآن تھا:

حضرت سعد بن ہشام رضی اللہ عنہ اخلاق رسول اللہ ﷺ کے متعلق فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، اور رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کا حال ان سے پوچھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ تو قرآن پڑھتا ہے۔ میں نے کہا: ہاں، پڑھتا ہوں۔ یہ سن کر انہوں نے فرمایا کہ بس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا خلق قرآن مجید تھا اور قرآن مجید ان کو اس طرح ادب سکھاتا تھا کہ جب جنگ احد میں آپ ﷺ کے

دانداںِ مبارک شہید ہوگئے اور سر مبارک میں چوٹ لگی تو خون چہرۂ مبارک پر بہنے لگا۔ آپ ﷺ خون پونچھتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ کیونکر بھلا ہوگا، اس قوم کا جس نے اپنے نبی (ﷺ) کے چہرہ کو خون سے رنگین کیا، حالانکہ وہ ان کو اپنے پروردگار کی طرف بلاتا ہے۔

آپ ﷺ نے یہ فرمایا ہی تھا کہ فوراً یہ آیت نازل ہوئی:

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظَالِمُوْنَ

﴿سورۂ آل عمران﴾

ترجمہ: ''یہ بات تمہاری ہاتھ نہیں یا انہیں توبہ کی توفیق دے یا ان پر عذاب کرے وہ ظالم ہیں۔ (کنزالایمان)

حضور نبی کریم ﷺ کھانا کیسے کھاتے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! تکیہ لگا کر تناول فرمایا کریں، تاکہ آپ ﷺ کھانا آرام سے کھا سکیں۔ یہ سنتے ہی حضور نبی کریم ﷺ نے اپنا سر مبارک اس قدر جھکایا کہ کہ قریب تھا پیشانی زمین سے لگ جائے اور فرمایا کہ میں اس طرح کھاؤں گا جیسے بندہ کھاتا ہے اور ایسے بیٹھوں گا جیسے بندہ بیٹھتا ہے۔ آپ ﷺ کھانا میز یا کشتی میں رکھ کر نہ کھاتے تھے۔

﴿احیاء العلوم﴾

جھوٹ سب سے زیادہ بری بات ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ کو جھوٹ سے زیادہ کوئی بری بات نہ معلوم ہوتی تھی۔

اور حضور نبی کریم ﷺ کا بھی یہی دستور تھا کہ جب کسی صحابی کا جھوٹ معلوم ہو جاتا تو اس کی طرف سے آپ ﷺ کی طبیعت اس وقت تک صاف نہ ہوتی جب تک

یہ نہ معلوم ہو جاتا کہ اس نے جھوٹ سے توبہ کر لی ہے۔

﴿احیاء العلوم﴾

جو روحیں ازل میں باہم ملتی ہیں وہ دنیا میں بھی محبت کرتے ہیں:

روایت ہے کہ مکہ معظمہ میں ایک مسخری عورت تھی جو اپنے تمسخر سے لوگوں کا دل خوش کیا کرتی تھی، ایسی ہی ایک عورت مدینہ منورہ میں بھی رہتی تھی، اتفاقاً وہ مکیہ عورت مدینہ منورہ گئی اور اسی عورت کے پاس قیام کیا جو اس کی ہم پیشہ تھی، پھر یہ مکیہ عورت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپؓ کو ظریفانہ باتوں سے ہنسایا۔ آپؓ نے اس سے پوچھا کہ تو کہاں ٹھہری ہے، اس نے اپنے قیام کا پتہ بتا دیا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ خدا اور اس کے رسول اللہ ﷺ نے سچ کہا ہے۔

الارواح جنود مغیدة فما ا تعارف منها ا تلف وما تنا کرمنا اختلف

ترجمہ: ''روحیں لشکر کے لشکر مجتمع ہیں جو ازل میں باہم مل لیتے ہیں وہ دنیا میں بھی آ کر آپس میں محبت کرتے ہیں اور جو وہاں نہیں ملتے، وہ دنیا میں بھی جدا رہتے ہیں۔ (یہ حدیث فلسفہ جذبات کے بہت سے اہم واقعات پر روشنی ڈالتی ہے۔)''

﴿احیاء العلوم﴾

مردوں پر لعنت کرنا منع ہے:

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دفعہ حضرت سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے فرمایا کہ فلاں شخص کا کیا حال ہے؟ خدا اس پر لعنت کرے، میں نے کہا وہ تو مر گیا۔ یہ سن کر آپؓ نے فرمایا تو خدا اس پر رحم کرے۔

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے۔ (کہ پہلے لعنت کی اور پھر رحمت)

✿ آپؓ نے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مردوں پر لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے۔

﴿احیاء العلوم﴾

بُرے شخص کی پہچان:

کسی شخص نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ آدمی کب برا ہو جاتا ہے۔ (یعنی کسی شخص کے برے ہونے کی کیا پہچان ہے؟) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب وہ خود گمان کرنے لگے کہ میں اچھا ہوں۔

✿ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَا يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰى

﴿سورۃ البقرہ﴾

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اپنے صدقے باطل نہ کر دو احسان رکھ کر اور ایذا دے کر۔ (کنز الایمان)

(احسان کوئی شخص جب کرتا ہے کہ وہ اپنے صدقہ کرنے اور خیرات کرنے کی عادت کو بہتر سمجھتا ہے۔)

دل کی سختی دور کرنے کا علاج:

ایک عورت نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے شکایت کی کہ میرا دل بہت سخت ہے۔ آپؓ نے فرمایا کہ تو موت کو بہت یاد کیا کر اس سے تیرا دل بہت نرم ہو جائے گا۔ اس نے ایسا ہی کیا، اس کا دل نرم ہو گیا، پھر وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ کا شکریہ ادا کیا۔

﴿احیاء العلوم﴾

لطیفہ:

ضحاک بن سفیان کلابی نہایت بدصورت اور کریہہ المنظر شخص تھے جب وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بیعت کیلئے حاضر ہوئے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی

اللہ عنہا بھی حضور نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ (ابھی تک پردہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا،) بیعت کے بعد ضحاک ابن سفیان نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس دو بیویاں اس سرخ عورت سے (یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے) بھی زیادہ اچھی ہیں۔ اگر آپ ﷺ نکاح کرنا چاہیں تو میں ان میں سے ایک کو آپ ﷺ کیلئے بھیج دوں، یہ سن کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس سے پوچھا کہ تمہاری بیویاں زیادہ خوبصورت ہیں یا تم زیادہ شکیل ہو۔ (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا چونکہ بہت زیادہ طباع اور ذہین واقع ہوئی تھیں، اس لیے آپؓ ضحاک کو دیکھتے ہی تمام واقعات سمجھ گئی تھیں۔) ضحاک نے کہا کہ میں ان سے زیادہ حسین ہوں۔ رسول اللہ ﷺ سوال و جواب کو سن کر ہنس پڑے کہ ضحاک اس بدصورتی کے باوجود بھی اپنی صورت کو اچھا سمجھتا ہے۔

﴿احیاء العلوم جلد ۴﴾

اس روایت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ کم عقلوں کی بات کو برا نہیں ماننا چاہیے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ضحاک کی بات سن کر ناراض نہیں ہوئی تھیں اگر کوئی اچھی عقل والا ان سے ایسی بات کہتا تو وہ ضرور رنجیدہ ہو جاتیں۔

افلاس

اس سے پہلے بہت سی روایتیں اس قسم کی تحریر ہو چکی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ اور ان کے اہل بیت دنیاوی مجبوریوں کی وجہ سے تنگدست نہ تھے۔ ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کی حیثیت ہمیشہ فاتحانہ رہی ہے۔ آپ ﷺ صاحب فوج لشکر بھی تھے۔ صاحب خیل مقدم بھی تھے۔ آپ ﷺ کے قبضہ میں بے شمار مال غنیمت رہتا تھا۔

لیکن آپ ﷺ اس سے ہمیشہ غریبوں، یتیموں، مفلسوں، ناداروں اور حقداروں کی خبر گیری فرماتے تھے۔ ملک الجبال آپ ﷺ کی خدمت میں سونے چاندی کے پہاڑوں کی خوشخبری لے کر آیا تھا، لیکن آپ ﷺ نے تسلیم نہ فرمایا۔ آپ ﷺ کو فقر و فاقہ دل سے پسند تھا۔ آپ محتاج اور مجبور نہ تھے۔ آپ ﷺ کے قلب منور پر خدا کے عظمت و جلال کا نقشہ جما ہوا تھا۔ آپ قیامت کے دن اسی امت کے غرباء سے شرمندہ ہونا پسند نہیں فرماتے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ کو معلوم تھا کہ آسودہ حال بادشاہ سے قیامت کے دن سوال کیا جائے گا کہ تو نے محتاجوں اور فاقہ کشوں کی خبر گیری کیوں نہ کی اور انہیں نان و نفقہ پہنچانے میں غفلت و تساہل سے کیوں کام لیا، تو اپنے محلوں میں عیش و عشرت کرتا رہا اور غریب تیرے محل کی دیواروں کے نیچے فاقہ کی تکلیف برداشت نہ کر کے دم توڑتے رہے۔ تو ریشم، اطلس اور کمخواب کا لباس استعمال کرتا تھا، مگر تیری رعیت میں بہت سے ایسے تھے کہ جن کے پاس جسم ڈھکنے کیلئے ٹاٹ کا ٹکڑا بھی موجود نہ تھا، تو نے ان کی مطلق پرواہ نہ کی: "ھٰذا یوم الدین" آج انصاف اور فیصلہ کا دن ہے۔ آج ہمارا جبروت و جلال ظاہر ہوگا، آج بعض سے انصاف کیا جائے گا اور دکھا دیا جائے گا کہ زبردست زیردستوں پر ظلم و ستم کر کے چین سے نہیں بیٹھ سکتے۔

یہی وہ خیالات تھے جو حضور نبی کریم ﷺ کو بھوکا رہنے کی ترغیب دیتے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ اور ان کے اہل بیت مکرم رضا اور خوشی کے ساتھ فاقوں کی تکلیفیں سہتے تھے، وہ جانتے تھے کہ مہاجرین اور انصار میں بہت سے ایسے ہیں جو بھوکے رہتے ہیں اور بہت سے ایسے ہیں جن کو ایک ہی وقت کھانے کو ملتا ہے۔ وہ جانتے تھے کہ ہماری امت میں غریب زیادہ پیدا ہوں گے۔ اسلام غریبوں میں پرورش پائے گا۔ غربت ہی میں رہے گا اور غریبوں پر ہی ختم ہو جائے گا۔ اس لیے حضور نبی کریم ﷺ یا ان کے اہل بیت کو جو کچھ روپیہ یا مال ملتا وہ فوراً غریبوں اور حق داروں میں تقسیم کر دیا جاتا۔ دوسروں کا پیٹ بھرنا اور خود بھوکے رہنا یہ آپ کی شہنشاہی کی امتیازی خصوصیت

تھی۔ دنیائے فانی اور اس کی لذتیں حضور نبی کریم ﷺ اور اہل بیت اطہار کی نظروں میں بالکل بے قدر تھیں، چار دن کی زندگی کو ناز ونعم میں گزارنا خاتم النبیین کی شانِ رسالت کے بالکل خلاف تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ فطرت کے قدر شناس تھے۔ سادگی فطرت حضور نبی کریم ﷺ کا شعار تھا اور رضائے حق ہر وقت مدنظر رہتا تھا۔

کاشانہ نبوی میں ایک ایک ماہ تک آگ نہ جلتی:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم پر پورا ایک ایک مہینہ ایسا گزر جاتا تھا کہ ہمارے گھر میں آگ تک نہ جلتی تھی۔ ہماری غذا پانی اور کھجوروں کے سوا کچھ نہ ہوتی تھی، اگر کہیں سے کبھی تھوڑا سا گوشت بطور تحفہ آ جاتا تھا تو ہم کھا لیتے تھے۔ (یہ روایت مسلم اور بخاری دونوں نے بیان کیا ہے۔)

پیٹ بھر روٹی کبھی نہ کھائی:

دوسری روایت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے گھر والوں نے کبھی دو دن برابر گیہوں کی روٹی پیٹ بھر کر نہ کھائی۔ ایک دن روٹی ملتی تو دوسرے دن ضرور کھجوریں کھانی پڑتیں۔ پھر فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی وفات تک کبھی ہم نے پانی اور کھجوروں سے اپنا پیٹ نہیں بھرا۔

اللہ اللہ دونوں جہان کے سردار، جن کے لیے زمین و آسمان خدا نے پیدا کیے، جن کے سر پر ”لولاک لما خلقت الافلاک“ کا تاج رکھا گیا۔ جن کو خاتم الانبیاء کا قابل رشک خطاب ملا، جن کے اصحاب اور رفیق عرب کے بادشاہوں سے زیادہ تو نگر اور مال دار تھے وہ ان کے اہل بیت اس طرح دنیا میں اپنی زندگی بسر کرتے تھے۔

خراب کھجوریں نہ ہوتی تھیں:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اے لوگو! تم تو جو کچھ کھانا چاہو وہ تمہیں میسر ہے مگر تمہارے نبی ﷺ کو میں نے دیکھا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے

پاس خراب کھجوریں بھی اتنی نہ ہوتی تھیں جن سے پیٹ بھر سکے۔

﴿مشکوٰۃ باب العلوم﴾

نبی کریم ﷺ کم کھانے والے کو پسند کرتے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ خود بھی کم کھانا کھاتے تھے۔ اور کم ہی کھانے والوں کو پسند کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضور ﷺ نے ایک غلام خریدنا چاہا۔ تو پہلے اس کے آگے کھجوریں ڈال دیں اس غلام نے بہت سی کھجوریں کھالیں۔ یہ دیکھ کر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بہت کھانا نا مبارک ہے پھر آپ ﷺ نے اس غلام کو واپس کر دیا۔

(یہ حدیث بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کی ہیں۔)

﴿مشکوٰۃ آداب مہمانی﴾

بھوک کی وجہ سے روزہ رکھنا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دن حضور نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے میں نے عرض کی کچھ نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو میں اس وقت سے روزہ کی نیت کرتا ہوں۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ دوسرے دن تشریف لائے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس کسی نے تحفہ میں مالیدہ بھیجا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا لاؤ۔ میں لائی۔ اور حضور نبی کریم ﷺ نے لے کر کھالیا۔ پھر فرمایا کہ میں نے صبح روزہ رکھ لیا تھا۔

(یہ روایت مسلم رضی اللہ عنہ نے نقل کی ہے۔)

اس سے ظاہر ہے کہ اگر کچھ کھانے کو نہ ملے تو روزے کی نیت کر لینا جائز ہے اور اس کے بعد اگر کچھ مل جائے۔ تو اختیار کہ چاہے روزہ پورا کرے چاہے افطار لے۔

جیسا کہ زہری رضی اللہ عنہ نے عروہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک دوسری روایت بیان کی ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے

بیان کیا کہ میں اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا دونوں روزہ سے تھیں اتفاقاً ہمیں کھانا مل گیا۔ ہمیں اس وقت بہت ہی بھوک معلوم ہو رہی تھی (خدا جانے کتنے وقت سے کھانا نہ ملا ہوگا) لہٰذا ہم نے اس میں سے کھا کر روزہ افطار کر لیا۔ پھر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہم دونوں روزہ سے تھیں۔ ہمارے سامنے (اتفاق سے) کھانا آ گیا۔ ہمیں بھوک بہت معلوم ہو رہی تھی اس لیے ہم نے اس میں سے کھا لیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم اس کے بدلے دوسرا روزہ رکھ لینا۔

(یہ واقعہ نفلی روزوں کے متعلق ہے رمضان کے روزوں کا توڑنا جائز نہیں ہے۔)

﴿مشکوٰۃ باب العلوم﴾

پانی اور خرما پر گزارا:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے عروہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے میرے بھتیجے ہم ایک ہلال دیکھتے تھے پھر دوسرا ہلال دیکھتے تھے۔ اسی طرح دو مہینے میں تین ہلال دیکھ لیتے تھے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے گھر میں آگ تک نہ جلتی تھی۔ (عروہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نے کہا خالہ آپ زندگی کیونکر باقی رہتی تھی۔ ام المومنین نے فرمایا کہ کبھی کچھ چھوہارے اور پانی مل جاتا تھا۔ اور کبھی انصار کچھ دودھ بھیج دیتے تھے۔

یہ روایت اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ہمسائے میں کچھ انصار رہتے تھے ان کے پاس کچھ دودھ دینے والے جانور تھے وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے دودھ بھیج دیا کرتے تھے حضور نبی کریم ﷺ اس دودھ میں سے بھی ہمیں پلا دیا کرتے تھے۔

﴿بخاری﴾

پیوند لگی چادر:

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے

ہمیں ایک پیوندلگی چادر اور ایک موٹا تہبند نکال کر دکھایا اور فرمایا کہ رسول خدا ﷺ کی روح مبارک انہیں دو کپڑوں میں قبض کی گئی تھی۔

(یہ تھا آپ ﷺ کا لباس۔ یہ روایت مسلم اور بخاری دونوں نے بیان کی ہے۔)

﴿مشکوۃ کتاب اللباس﴾

وصال نبوی ﷺ کے وقت چراغ میں تیل بھی نہ تھا:

سرکار دو عالم ﷺ کی وہ آخری رات جس میں حضور نبی کریم ﷺ نے اس جہان فانی سے پردہ فرمایا حضور نبی کریم ﷺ کے اہل بیت پر اس طرح گذری کہ گھر کے چراغ میں تیل بھی نہ تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مجبور ہو کر بعض ضرورتوں کے خیال سے اپنی پڑوسن سے تیل منگوایا تھا۔

(یہ روایت بھی بخاری نے نقل کی ہے۔)

نبی کریم ﷺ کی دعا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ اکثر یہ دعا زبان مبارک سے فرمایا کرتے تھے:

یا رب اجوع یوما و اشبع یوما فاما الیوم الذی اجوع فیه فاتضرع الیک وادعوک و اما الیوم الذی اشبع فیه فاحمدک واثنی علیک

ترجمہ: ''الٰہی میں ایک دن بھوکا رہوں ایک دن کھانے کو ملے۔ بھوک میں تیرے سامنے گڑگڑایا کروں، تجھ سے مانگا کروں اور کھا کر تیری حمد وثنا کیا کروں۔''

﴿الشفاء﴾

حضور نبی کریم ﷺ یہ دعا بھی فرمایا کرتے تھے۔ الٰہی آل محمد (ﷺ) کو اتنا دے کہ وہ ضرورت رفع کرنے کے طور پر کچھ پیٹ میں ڈال لیا کریں۔

دنیاوی مال و متاع درحقیقت کچھ ایسی چیز ہے کہ اگر ہم اس کی حقیقت سے واقف ہو جائیں تو ہمیں بھی اس سے نفرت ہو جائے۔

فقراء جنت میں دوڑتے جائیں گے:

چنانچہ ایک دفعہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے اونٹ نہایت کثیر تعداد میں مال سے لدے ہوئے یمن کی طرف سے مدینہ منورہ میں آئے۔ ان کی زیادتی تعداد سے اس قدر شور وغل ہوا کہ مدینہ میں ہل چل مچ گئی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دریافت فرمایا کہ یہ شور وغل کیسا ہے معلوم ہوا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے اونٹ آئے ہیں۔

یہ سن کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ کہا ہے۔ (جو کچھ کہا ہے وہ آیندہ معلوم ہوگا) یہ خبر کہیں حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو بھی پہنچ گئی۔ انہوں نے آ کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری نسبت کیا فرمایا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ میں نے دیکھا جنت کی طرف مہاجرین اور انصار میں سے وہ لوگ جو فقیر ہیں خوب دوڑتے ہوئے چلے جا رہے ہیں اور تونگروں میں سے کوئی بھی ان کے ساتھ نہیں ہے مگر صرف عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ہیں لیکن یہ بھی گھٹنوں کے بل چل رہے ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سنی تو وہ تمام اونٹ معہ کل سامان کے اللہ کی راہ میں اسی وقت خیرات کر دیئے اور جو غلام اونٹوں پر ملازم تھے انہیں بھی آزاد کر دیا۔

(یہ انہوں نے اس وجہ سے کیا کہ شاید فقیروں کیساتھ دوڑ کر میں بھی جنت کو جا سکوں۔)

اس روایت کو بیان کر کے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب احیاء العلوم میں تحریر فرماتے ہیں کہ اے کمبخت اب تو اپنے مال کی محبت بتا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اس فضل و تقویٰ احسان و بذل صدقہ خیرات کے باوجود جو ان میں تھا۔ اور

رسول اللہ ﷺ کے بہت بڑے صحابی بھی تھے۔ ان کو جنت کی بشارت بھی گئی تھی مگر پھر بھی کثرت مال کے سبب سے جنت کی طرف دوڑ کر نہ جاسکیں گے اور قیامت کے میدانوں میں رکے رہیں گے، حالانکہ ان کا مال اکل حلال سے پیدا کیا ہوا تھا اور اس مال سے وہ محتاجوں کی خبر گیری کرتے تھے اپنی آسائش و آرام کے لیے انہوں نے وہ مال جمع نہیں کیا تھا بلکہ وہ بھی دوسرے غریب صحابہ کی طرح میانہ روی کے ساتھ کھاتے پیتے تھے، جب حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ جیسے صحابی کا مال کی وجہ سے یہ حال ہو تو اب ان لوگوں کو خیال کرنا چاہیے جو سراسر دنیا طلبی میں ہمہ تن مصروف ہیں اور مال و دولت جمع کرنے کی فکر میں جائز و ناجائز کا بھی خیال نہیں کرتے۔

مال دنیا کی یہ حقیقت واقعی ہے چونکہ رسول اللہ ﷺ اور ان کے اہلبیت اس حقیقت واقعیہ سے پوری طرح واقف تھے اس لیے وہ افلاس ہی کو پسند کرتے تھے۔ جن لوگوں کو اس مال و دولت کی حقیقت معلوم نہیں ہے وہ بے فکر ہیں اور شیطان ان کی تسلی واطمینان کے لیے بعض دولت مند صحابہ کی مثالیں بھی پیش کر دیتا ہے۔ مگر یاد رکھنا چاہیے کہ نہ وہ صحابی ان کی طرح مال و دولت کے آرزومند تھے نہ ان کا مال ان کی سی خواہشوں کے ساتھ جمع ہوتا تھا۔ ان لوگوں نے تو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے مال جمع کیا تھا اور یہ اپنی تن پروری اور اپنے عیش و آرام کے لیے دولت اکٹھی کرتے ہیں۔ ''فمالیت قومی یعلمون'' (کاش کے میری قوم اس راز سے واقف ہوتی)

نبی کریم ﷺ نے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہ کھایا (حضرت عائشہؓ):

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ بعض دفعہ میں آپ کی بھوک دیکھ کر ترس کھاتی۔ اور مجھے اس قدر رنج ہوتا کہ میں رو پڑتی تھی۔ میں اکثر رحم اور ترس کھا کر حضور نبی کریم ﷺ کے پیٹ پر ہاتھ پھیر کر کہا کرتی تھی۔ کہ میں آپ ﷺ پر قربان جاؤں یا رسول اللہ ﷺ! اتنا تو کھا لیا کریں کہ طاقت بنی رہے اور بھوک سے محفوظ رہیں۔ یہ سن کر حضور نبی

کریم ﷺ فرماتے کہ اے عائشہ! میرے بھائی یعنی الوالعزم انبیائے علیہم السلام اس دنیا میں مجھ سے بھی زیادہ تکلیفیں برداشت کر گئے ہیں جب وہ تکلیفوں پر صبر کر کے اپنے پروردگار کے سامنے گئے تو ان کی بڑی تکریم ہوئی۔ اور ان کو بہت ثواب ملا مجھے یہ حیا آتی ہے اور یہ خوف رہتا ہے کہ ایسا نہ ہو زندگی میں آرام حاصل کرنے سے کل قیامت کے دن کسی درجہ میں ان سے کم نہ ہو جاؤں۔ صبر کرنا اس سے زیادہ آسان ہے کہ آخرت میں خسارہ حاصل ہو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بخدا اس گفتگو کو ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ کا وصال ہو گیا۔

﴿احیاء العلوم﴾

سب سے پہلی بدعت:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سب سے پہلی بدعت جو وفاتِ رسول اللہ ﷺ کے بعد پیدا ہوئی۔ وہ یہ تھی کہ لوگ پیٹ بھر کر کھانے لگے، جب لوگ پیٹ بھر کر کھائیں گے، تو ان کے نفس ضرور دنیا کی طرف راغب ہوں گے۔ اصحاب صفہ کی غذا یہ تھی کہ ایک آدمی کو ڈیڑھ پاؤ چھوارے ملتے تھے جو گٹھلیاں نکال ڈالنے کے بعد بمشکل تین چھٹانک رہ جاتے تھے، بس تمام دن اس پر ہی گزارتے تھے۔

دن میں دو دفعہ کھانا اسراف ہے:

حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا کہ اسراف (فضول خرچی) سے بچو۔ ایک دن میں دو دفعہ کھانا اسراف میں داخل ہے اور دو دن میں ایک دفعہ کھانا نفس پر بہت بڑی زیادتی اور نہایت کم خوری ہے، مگر ایک دن میں صرف ایک دفعہ کھانا اوسط درجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی کتاب میں اسی کو بہتر قرار دیا ہے۔

﴿احیاء العلوم﴾

نبی کریم ﷺ کی بھوک کی حالت دیکھ کر حضرت عائشہؓ کا رونا:

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتی ہیں میں نے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ سے غذا کیوں طلب نہیں فرماتے تاکہ آپ ﷺ کو خدا کھانا کھلائے اور حضور نبی کریم ﷺ کی بھوک کی حالت دیکھ کر میں رو پڑی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر میں اپنے پروردگار سے دعا کرتا کہ میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں تو جہاں میں چاہتا اللہ تعالیٰ زمین پر ان کو میرے ساتھ کر دیتا لیکن میں نے دنیا کی بھوک سیری پر، یہاں کے فقر کو غنا پر، اور یہاں کے رنج کو خوشی پر اختیار کر لیا ہے۔ اے عائشہ! دنیا محمد (ﷺ) اور آل محمد (ﷺ) کیلئے مناسب نہیں ہے۔ اے عائشہ! اللہ تعالیٰ نے الوالعزم رسولوں کیلئے یہی پسند کیا ہے کہ وہ دنیا کی سختیوں پر صبر کریں اور دنیا کی محبوب چیزوں سے رکے رہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے میرے لیے اس بات کو پسند کیا کہ جو سختیاں دوسرے الوالعزم رسولوں نے برداشت کی تھیں، انہیں میں بھی برداشت کروں۔

۞ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ

﴿سورۃ الاحقاف﴾

ترجمہ: ”تو تم صبر کرو جیسا ہمت والے رسولوں نے صبر کیا۔“ (کنزالایمان)

خدا کی قسم! میں اس کی فرمانبرداری سے مفر نہیں دیکھتا، جس طرح دوسرے رسولوں نے مصائب پر صبر کیا حتی المقدور میں بھی اسی طرح کروں گا، مگر خدا کی توفیق شامل حال رہی تو یہ کام پورا ہوگا۔ مجھ میں کچھ طاقت نہیں ہے۔

﴿احیاء العلوم﴾

مہاجرین کو کھلانا اپنے نفس پر مقدم سمجھتے تھے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی تین دن متواتر پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا، یہاں تک کہ حضور نبی کریم ﷺ دنیا سے جدا ہو گئے اور یہ بات کسی خاص مجبوری کے سبب سے نہ تھی اگر ہم چاہتے تو پیٹ بھر کر کھا سکتے تھے، مگر ہم لوگ مہاجرین کا پیٹ بھرنا اپنے نفسوں پر مقدم سمجھتے تھے۔

ایک دفعہ حضور نبی کریم ﷺ کے گھر ایک مہمان آیا، اتفاق سے حضور نبی کریم ﷺ کے گھر میں اس وقت کھانے کی کوئی چیز نہ تھی مگر اللہ تعالیٰ کی شان اسی وقت انصار میں سے ایک شخص آیا اور اس مہمان کو اپنے گھر لے گیا۔ اس کے سامنے کھانا رکھ کر اپنی گھر والی سے کہا کہ چراغ گل کر دے۔ اور آپ ﷺ بھی اس کے ساتھ کھانے کیلئے بیٹھ گئے، مگر ہاتھ کھانے کی طرف بڑھاتے تھے اور لقمہ نہ اٹھاتے تھے۔ یہاں تک کہ اس مہمان نے سب کھانا کھا لیا، یہ کام انہوں نے اس غرض سے کیا تھا کہ مہمان کو پتہ نہ چلے، جب صبح ہوئی اور وہ انصاری حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا: جو کام تم نے رات کو کیا وہ اللہ تعالیٰ کو بہت ہی پسند آیا، چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی ہے:

وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ

﴿سورۃ الحشر﴾

ترجمہ: ''اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو۔'' (کنزالایمان)

﴿احیاء العلوم﴾

سبحان اللہ! یہ شان تھی اس وقت کے اخلاص اور افلاس کی، آج کوئی ولی بھی ایسا نظر نہیں آتا جسے فرمان باری تعالیٰ سے آگاہ کیا جائے کہ تیرا یہ کام مقبول ہوا ہے۔

اس روایت سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ اپنی بھوک پیاس

کی حالت کو انصار و مہاجرین پر بھی ظاہر نہ فرماتے تھے، ورنہ اگر اس انصاری کو یہ معلوم ہو، تاکہ حضور نبی کریم ﷺ کے پاس اس وقت کچھ نہیں ہے تو وہ پہلے آپ ﷺ کیلئے کھانے کا انتظام کرتا اور مہمان کا خیال حضور نبی کریم ﷺ کے خیال پر مقدم نہ ہوتا۔

حضور نبی کریم ﷺ کے فقر و فاقہ کے متعلق بہت سی روایتیں ہیں مگر یہاں صرف وہی روایتیں درج کی گئی ہیں جنہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے۔ یا ان سے کچھ تعلق ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جو حال حضور نبی کریم ﷺ کا تھا وہی حال آپ کے اہل بیت کا تھا۔ یہ ممکن نہ تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ تو بھوکے رہیں اور حضور نبی کریم ﷺ کے اہل بیت شکم سیر ہو کر کھائیں۔ اس لیے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی اسی حال میں مبتلا رہتی تھیں، بغیر پیوند کے کوئی کپڑا جسم پر نہ ہوتا تھا۔ دو دن پیٹ بھر کر کھانے کو میسر نہ آتا تھا، غرضیکہ یہی حال اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کو پسند تھا۔ یہی اہل بیت رسول اللہ ﷺ نے اپنے لیے پسند کیا۔ اس وقت بھی جو مسلمان دولت ایمان سے مالا مال کیے گئے ہیں، ان کی پہچان یہی ہے کہ نہ ان کے پاس سواری کیلئے کچھ ہوگا نہ انہیں دو وقت کھانا کھانے کیلئے میسر ہوگا اور نہ وہ کسی سے سوال کرتے ہوں گے۔ اللہ کی عبادت اور دین کی طلب ان کی دولت ہے۔ یہی ان کا ساز و سامان ہے، یہی ان کی دولت ہے، اسی میں وہ مست ہیں۔ اچھے اچھے کپڑوں سے انہیں نفرت ہے، لیکن یہ زمانہ وہ نہیں ہے جس میں ان صفات کے مسلمان بکثرت پائے جائیں، اگر کسی ایک شہر میں دو ایک مسلمان بھی ایسے مل جائیں تو غنیمت سمجھئے، کیونکہ وہ زمانہ ہے کہ سوال کرنے والے اور بھیک مانگنے والے بھی محل کھڑے کر لیتے ہیں، ہم نے اکثر گداگروں کو دیکھا ہے کہ وہ بھیک مانگ کر اپنی اولاد کیلئے اس قدر ذخیرہ جمع کر گئے ہیں کہ ان کی اولاد بڑی امیر کبیر تصور کی جاتی ہے۔ مسلمانوں کی عبرت و نصیحت کیلئے حالات رسول اللہ ﷺ کا یہ نمونہ ہی کافی ہے۔

واقعۂ ایلاء

ازواج مطہرات میں سے کوئی بھی ایسی ازواج نہ تھی جس نے اپنی عمر کا کچھ حصہ ناز ونعم اور دولت مندیوں میں نہ کاٹا ہو۔ گو حضور نبی کریم ﷺ کے ازواج نے ان میں اور ان کے خیالات میں مصالحت پیدا کر دی تھی تاہم بشریت ان میں سے بالکل معدوم نہیں ہو گئی تھی، پھر یہ وہ زمانہ تھا کہ عورتیں مردوں پر غالب تھیں۔ مدینہ منورہ میں آ کر اس جذبہ نے اور بھی زور پکڑا۔ ازواج مطہرات دن رات دیکھتی تھیں کہ انصار کی عورتیں انصار پر غالب ہیں۔ گو قریش کے مردوں نے عورتوں کے غلبہ کی بہت کچھ روک تھام کی تھی مگر اب مدینہ میں آ کر اس کے خلاف مشاہدہ ہوا۔ ازواج مطہرات میں بڑے بڑے گھرانوں کی بیٹیاں تھیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا باپ رئیس خیبر تھا۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا قبیلہ بنی مصطلق کے رئیس کی بیٹی تھیں، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ایک رئیس قریش کی صاحبزادی تھیں۔ غرضیکہ کوئی ازواج ایسی نہ تھیں جس کے گھر میں شانِ ریاست جلوہ گر نہ ہو، یہاں آ کر دیکھا تو مشرب رسول اللہ ﷺ کچھ اور ہے اور گھر کی حالت کچھ اور ہے، فتوحات اسلام کا دائرہ بڑھتا جاتا تھا۔ مال غنیمت کے ہر طرف ڈھیر لگے رہتے تھے اور ان میں سب سمجھتی تھیں کہ اگر اس مال میں سے تھوڑا سا حصہ بھی ہمیں مل جائے تو آرام کے ساتھ زندگی بسر کرنے کو کافی ہے، اس لیے توسیع نفقہ کا خیال سب کے دل میں پیدا ہوا، یا کسی ایک نے یہ خیال کیا اور پھر سب اس میں شریک ہو گئیں۔ یہ

منافست بشریت کی وجہ سے تھی، جو کئی برس تک دبی رہی اور آخر نو (۹) ہجری میں اس نے ایک گہری سازش کی بنیاد ڈال دی۔

ادھر تو نفقہ بڑھانے کا خیال ازواج کے دلوں میں موجزن تھا۔ ادھر اپنی اپنی شان کا تحفظ بھی مدنظر تھا اور ہر خاتون کو یہ بھی خیال تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ سب سے زیادہ مجھ سے ربط رکھیں اور دوسری ازواج ان کے دل سے اتر جائیں۔ حریف کو شکست دینے کی کوشش ہوتی تھیں اور جب حضور نبی کریم ﷺ کا عمل مساوات اس کوشش کو کامیاب نہ ہونے دیتا تھا تو پھر وہی توسیع نفقہ کا جذبہ سب ازواج کو ایک ہی خیال سے متفق کر کے ملا دیتا تھا، جب اس جذبہ وسیع نے بہت زیادہ طول کھینچا تو حضور نبی کریم ازواج مطہرات کی اس تنگ دلی سے بہت ملول ہوئے اور آپ ﷺ نے عہد فرما لیا کہ ایک مہینہ تک ازواج مطہرات سے نہ ملیں گے۔

اتفاق وقت دیکھئے کہ اسی زمانہ میں آپ ﷺ گھوڑے سے گر پڑے اور ساق مبارک پر زخم آ گیا، اس وجہ سے آپ ﷺ نے بالاخانہ پر گوشہ نشینی اختیار کی، واقعات کا قرینہ کچھ ایسا تھا کہ لوگوں کو خیال ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی ازواج کو طلاق دیدی ہے۔

اس سے پہلے ایک واقعہ اور ہوا وہ یہ کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کوئی راز کی بات کہی اور یہ بھی کہہ دیا کہ اس کا ذکر کسی سے نہ کرنا۔ حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما دونوں میں ایکا تھا۔ یعنی توسیع نفقہ کے مطالبہ کے علاوہ بھی چند خاص معاملات میں یہ دونوں متفق الرائے تھیں اور توسیع نفقہ کے مطالبہ میں سب ازواج شریک تھیں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے وہ راز کی بات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہہ دی۔

ادھر تو وہ مطالبہ، ادھر یہ افشائے راز، گویا اپنے خیال سے دونوں ازواج نے حضور نبی کریم ﷺ کے متعلق باتیں شروع کر دی۔ بھلا یہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ حضور نبی

کریم ﷺ کے خلاف مظاہرہ ہوا اور قدرت خاموش رہے، اب آپ پر ان الجھنوں کا انکشاف شروع ہوا اور یہ آیت نازل ہوئی:

وَ اِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَ اَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَ اَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ.

﴿سورۃ التحریم﴾

ترجمہ: ”اور جب نبی نے اپنی ایک بی بی سے ایک راز کی بات فرمائی جب وہ اس کا ذکر کر بیٹھی اور اللہ نے اسے نبی پر ظاہر کر دیا تو نبی نے اسے کچھ جتایا اور کچھ سے چشم پوشی فرمائی پھر جب نبی نے اسے اس کی خبر دی بولی حضور کو کس نے بتایا؟ فرمایا: مجھے علم والے خبردار نے۔“ (کنزالایمان)

✿ جب حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما میں باہم مظاہرے ہونے لگے اور حضور نبی کریم ﷺ پر زور ڈالنے کی کوشش کی گئی تو پھر یہ آیتیں نازل ہوئیں:

اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا وَ اِنْ تَظٰهَرَا عَلَیْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِیْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِیْرٌ

﴿سورۃ التحریم﴾

ترجمہ: ”نبی کی دونوں بیبیو! اگر اللہ کی طرف تم رجوع کرو تو ضرور تمہارے دل راہ سے کچھ ہٹ گئے ہیں اور اگر ان پر زور باندھو تو بے شک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔“ (کنزالایمان)

یہ زمانہ حضور نبی کریم ﷺ کے لئے کوئی اطمینان کا زمانہ نہ تھا۔ غسانی عرب کا ایک خاندان، جو شام میں رومیوں کے ماتحت حکومت کرتا تھا، رومیوں کی تحریک سے مدینہ منورہ پر حملہ کی تیاریاں کر رہا تھا اور اسکی اطلاع مدینہ میں پہلے ہی پہنچ چکی تھی۔ ادھر یہ خانگی مظاہرے حضور نبی کریم ﷺ خانہ نشین ہو کر تنہا ہو کر نہ بیٹھتے تو کیا

کرتے۔ یکسوئی اور اطمینان کے زمانہ میں ہر قسم کی خواہش، آرزو، ضد اور مطالبہ، اچھا معلوم ہوتا ہے، لیکن جس زمانہ میں طبیعت پر مشکلات کا بار ہو گھر والوں کی شکر رنجی یا افسردگی بہت ہی بری معلوم ہوا کرتی ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ خدا کے منتظر تھے، مال غنیمت آپ کا ذاتی مال نہ تھا وہ تو غرباء اور مساکین کا حصہ تھا، جو حق داروں میں تقسیم ہوا کرتا تھا، پھر اس کی طرف ان ناز پروردہ خواتین کا خیال کرنا بے معنی ضرور تھا۔ ازواج مطہرات کیلئے کئی باتیں جمع ہوگئی تھیں جن کی وجہ سے وہ بھی اس قسم کے مطالبہ اور مظاہرہ سے مجبور تھیں۔

خیر قصہ مختصر جب مدت ایلاء پوری ہوگئی تو حضور نبی کریم ﷺ بالا خانہ سے نیچے تشریف لائے، سب لوگ عام طور پر آپ ﷺ سے ملنے لگے اور خدا نے مطالبہ ازواج کا فیصلہ ان آیتوں کے نزول سے فرمایا:

يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا، فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝ وَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ اَجْرًا عَظِيْمًا

﴿سورۃ الاحزاب﴾

ترجمہ: ”اے غیب بتانے والے نبی! اپنی بیبیوں سے فرما دے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں مال دوں اور اچھی طرح چھوڑ دوں اور اگر تم اللہ اور اسکے رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو بے شک اللہ نے تمہاری نیکی والیوں کیلئے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔ (کنزالایمان)

اس آیت کے مطابق حضور نبی کریم ﷺ کو مظاہرہ حضرت عائشہ و حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور مطالبہ ازواج مطہرات کا گویا جواب دیا گیا کہ اپنی بیویوں سے کہہ دیجئے تمہارے سامنے اس وقت دو حالتیں ہیں۔ دنیا اور آخرت، خدا اور اس کا رسول (ﷺ)، اگر تم دنیا چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں جوڑے دے کر رخصت کر دوں۔ رنجش

کی ضرورت نہیں اور اگر تم خدا اور اس کے رسول ﷺ کو اور آخرت کو پسند کرتی ہو تو پھر خاموش بیٹھی رہو اور ہنسی خوشی زندگی بسر کرو، تمہارے لیے خدا بہت بڑے ثواب کا وعدہ کرتا ہے، چونکہ ان تمام واقعات میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قدم سب سے آگے تھا۔ اس لیے بالاخانہ سے اتر کر پہلے آپؐ انہی کے پاس تشریف لے گئے اور خدا نے جو حکم دیا تھا وہ ان کو صاف صاف سنا دیا۔

ایک مہینے کی جدائی، اور حضور نبی کریم ﷺ کی تنہا نشینی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کیلئے کوئی معمولی سی بات نہ تھی، تمام خیالات فرو ہو چکے تھے، محبت رسول اللہ ﷺ اور غضب الٰہی نے جذبات کا رنگ بالکل بدل دیا تھا۔ سر سے وہ سودا نکل چکا تھا جس نے اتنا طول کھینچا تھا۔ آپ ﷺ نے ارشاد الٰہی زبان رسول اللہ ﷺ سے سنا اور سر تسلیم خم کر کے بولیں، میں سب کچھ چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کو اختیار کرتی ہوں۔ یہ حق کی فتح تھی۔

یہ معجزۂ رسالت تھا کہ عرب کی ضدی عورتوں نے اپنے مطالبات کو بالکل فراموش کر دیا اور جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو دنیا کی دولت و عزت پر ترجیح دی تو باقی تمام ازواج نے بھی انہیں کی تائید کی اور جو کچھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا وہی ان سب نے بھی سچے دل سے کہہ دیا۔

لیجئے یہ قصہ تھا اور یہ جھگڑا تھا جس کا فیصلہ خدا کے حکم اور قدرت کی مدد سے اس طرح ہو گیا، ہاں ہم واقعہ کی اہمیت کو ضرور تسلیم کرتے ہیں اور مانتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما میں کوئی مظاہرہ ایسا ضرور ہوا تھا جو بہت ضرر رساں اور پر خطر ہو سکتا تھا اگر ایسا نہ ہوتا اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا کہ

”وَاِنْ تَظَاهَرَ عَلَيْهُ فَاِنَّ اللّٰهُ هُوَ مَوْ لَاهُ وَ جِبْرِيْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰئِكَةُ بَعْدَذٰلِكَ ظَهِيْرٌ

﴿سورۃ التحریم﴾

معلوم ہوا کہ واقعہ ضرور اہم تھا جس کیلئے مظاہرہ کرنے والوں کو جتایا گیا کہ یا تو اس خیال کو دل سے نکال دو، ورنہ یادرکھو خدا اور اس کا مقدس و مقرب فرشتہ جبرئیلؑ اور تمام نیک مسلمان، اپنے رسول اللہ ﷺ کی مدد کریں گے اور سازش کرنے والوں کی ایک نہ چلنے دیں گے، اگر مدد کی کچھ اور ضرورت ہوگی تو ان سب کے بعد اللہ کے تمام فرشتے بھی رسول اللہ ﷺ کو مدد دینے کیلئے تیار ہیں۔

یہ اعلان کچھ معمولی اعلان تو تھا نہیں، پھر مظاہرہ کرنے والوں کے نازک دل، فوراً مرعوب ہو گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے مجبوراً اور ان کے مطالبات سے تنگ آ کر تنہا نشینی اختیار کی تھی، ورنہ بھلا کسی معمولی بات کیلئے اس قدر خاموشی اور بے تعلق کی کیا ضرورت تھی۔

چنانچہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کے مکارم اخلاق، کشادہ دلی اور کثرتِ عفو کے بھی مطابق ہے۔ آپ ﷺ نے اس وقت تک ایسا نہیں کیا ہوگا جب تک ان سے (یعنی ازواج مطہرات سے) اس قسم کی حرکتیں متعدد بار ظہور پذیر نہ ہوئی ہوں۔ لیکن یہ سمجھ میں نہیں آ سکتا کہ اگر ازواج مطہرات نان ونفقہ کی توسیع چاہتی تھیں، یا بروایات بعض ماریہ قبطیہ کو (جو آپؐ کی کنیز تھی) الگ کرنا چاہتی تھیں تو یہ کوئی ایسا لمبا چوڑا مطالبہ نہ تھا جسے حضور نبی کریم ﷺ اپنی متین اور سنجیدہ ذہانت سے فیصل نہ کر سکتے۔

منافقین کی سازش:

لیکن زیادہ تحقیق و تلاش کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ مظاہرہ حقیقت میں کوئی معمولی مظاہرہ نہ تھا۔ مدینہ منورہ میں اس وقت منافق لوگوں کا ایک بہت بڑا گروہ موجود تھا، جس میں تقریباً چار سو آدمی تھے، یہ چار سو آدمیوں کا گروہ ہمیشہ اسی تاک جھانک اور تگ و دو میں لگا رہتا تھا کہ کسی تدبیر سے حضور نبی کریم ﷺ کے خاندان اور ان کے اصحاب میں تفرقہ پڑھ جائے۔ ام جلوح ایک عورت تھی وہ ازواج مطہرات کو آپس میں بھڑکایا کرتی تھیں۔

افک کے واقعہ میں ام جلوح دیکھ چکی تھیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور نبی کریم ﷺ پندرہ روز تک کبیدہ خاطر رہے تھے۔ اس لیے انہیں اپنی کوشش میں پھر کامیابی کی جھلک نظر آئی۔ ازواج مطہرات کو خوب بھڑکایا۔

ادھر اس جماعت منافقین کو جب یہ معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات بعض مطالبات کی وجہ سے دل تنگ ہیں تو ان بدنفسوں نے اشتعال دینے کی کوشش کی ہوگی اور چونکہ مظاہرہ کی رکن اعظم حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا تھیں، اس لیے سوچا ہوگا کہ اگر انہیں ملا لیا اور ان پر داؤ چل گیا تو پھر ان کے والدین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حضور نبی کریم ﷺ کے خلاف کر کے اپنی جماعت میں ملا لینا کیا مشکل ہے۔ نادانوں نے یہ نہ سمجھا کہ بھلا حضرت ابوبکر صدیق یا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم ان باتوں میں آنے والے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بے قراری:

چنانچہ لکھا ہے کہ واقعۂ ایلا کے آخری دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کسی بات پر اپنی بیوی کو ڈانٹا، انہوں نے الٹ کر جواب دیا۔ وہ بولے تم میری بات کا جواب دیتی ہو، بولیں تم کیا ہو، رسول اللہ ﷺ کی بیویاں رسول اللہ ﷺ کو جواب دیا کرتی تھیں اور دن بھر حضور نبی کریم ﷺ سے روٹھی رہتی ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو آپ ﷺ کو نہایت غصہ آیا اور آپ سیدھے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اپنی لڑکی کے پاس پہنچے اور پوچھا حفصہ! کیا تو رسول اللہ ﷺ سے ناراض رہتی ہے؟ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا: اے حفصہ! تجھے معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی خدا کی ناراضگی ہے۔ بخدا رسول اللہ ﷺ میرا خیال کرتے ہیں، ورنہ تجھے اب تک کبھی کی طلاق مل چکی ہوتی۔ اس کے بعد آپ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان سے بھی یہی کہا۔ وہ بولیں کہ عمر اب تم ہر معاملہ میں دخل دینے لگے۔ یہاں تک کہ ازواج مطہرات کے معاملہ میں بھی دخل انداز ہو گئے،

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب یہ جواب پایا تو آپ خاموش ہو گئے، اپنے گھر واپس چلے آئے۔ ابھی اسی سوچ میں تھے کہ یا الہٰی! یہ ماجرا کیا ہے؟ جس کے پاس جاتا ہوں وہ ہی سوکھی سناتی ہے کہ اتنے میں عوس بن خولی یا عتبان بن مالک نے بڑے زور سے آپ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ گھبرا کر اٹھے اور خیال کیا کہ ہو نہ ہو غسانی مدینہ چڑھ آئے۔ جلدی جلدی آئے، دروازہ کھولا اور آنے والے انصار سے پوچھا کیوں خیر تو ہے وہ بولے کہ ازواج مطہرات کو حضور نبی کریم ﷺ نے طلاق دیدی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ علی الصباح مدینہ منورہ اپنے گھر سے آئے، حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز فجر ادا کی۔ حضور نبی کریم ﷺ بعد نماز بالاخانہ میں تنہا جا بیٹھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے۔ دیکھا تو وہ رو رہی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اے حفصہ! اب کیوں روتی ہے؟ کیا میں نے تجھے پہلے نہ کہا تھا۔ یہ کہہ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پھر مسجد نبوی ﷺ میں آئے، وہاں دیکھا کہ صحابہ ممبر کے پاس بیٹھے رو رہے ہیں۔ آپ بھی وہیں بیٹھ گئے، لیکن طبیعت کو سکون نہ تھا، پھر اٹھ کر بالا خانہ رسول کریم ﷺ کے پاس گئے اور رباح سے جو حضور نبی کریم ﷺ کا خادم خاص تھا کہا کہ حضور نبی کریم ﷺ کو میرے آنے کی اطلاع کر دو۔ رباح نے اطلاع کی لیکن حضور نبی کریم ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پھر مسجد میں چلے آئے اور تھوڑی دیر کے بعد بے تاب ہو کر پھر بالا خانہ کی طرف پہنچے اور دربان سے دوبارہ اذن طلبی کی درخواست کی، لیکن پھر کچھ جواب نہ ملا۔ اب تو آپ بہت گھبرا گئے اور چلا کر کہنے لگے: اے رباح! میرے لیے حضور نبی کریم ﷺ سے اجازت مانگ، شاید رسول اللہ ﷺ کو یہ خیال ہے کہ میں حفصہ کی سفارش کرنے کیلئے آیا ہوں۔ خدا کی قسم! اگر حضور نبی کریم ﷺ ارشاد فرمائیں تو ابھی حفصہ کا سر کاٹ کر خدمت اقدس میں لے آؤں۔

بھلا جس نکوکار اور جوانمرد رفیق رسول ﷺ کا خیال ہو کیا وہ سازشیوں کی

سازش میں بھی کس طرح آ سکتا ہے، لیکن یہ صرف اس جماعت کا خیال تھا اور اسی خیال پر سازش کی بنیاد بھی رکھی جا رہی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ ﷺ کو اس سے اطلاع دی، اس معاملہ کی اہمیت کو بیدار کیا، اور پھر مدت ایلاء کے ختم ہوتے ہی ایک ایسا فیصلہ صادر کر دیا کہ تمام قصے مٹ کر رہ گئے۔

طلاق دینے کی خبریں بالکل غلط اور مبنی برافواہ تھیں، چنانچہ روایت ہے کہ تیسری مرتبہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بالا خانے کے پاس پہنچے اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے متعلق وہ فقرہ کہا جو ہم اوپر نقل کر چکے ہیں تو آپ کی آواز حضور نبی کریم ﷺ کے کانوں تک پہنچ گئی اور آپ ﷺ نے رباح سے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آ جانے دو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں جب بالا خانہ پر گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ ایک کھردری چارپائی پر لیٹے ہوئے ہیں اور جسم مبارک پر نشان پڑ گئے ہیں۔

ادھر ادھر نظر اٹھا کر دیکھا تو ایک طرف مٹھی بھر جو رکھے ہوئے تھے۔ ایک کونے میں کسی جانور کی کھال کھونٹی پر لٹک رہی تھی، میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور میں نے حضور نبی کریم ﷺ سے اس اضمحلال و ملال اور اس بے سرو سامانی کا سبب پوچھا اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! قیصر و کسریٰ باغ و بہار کے مزے لوٹ رہے ہیں اور آپ ﷺ پیغمبر ہو کر اس حالت میں ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ قیصر و کسریٰ دنیا لیں اور ہم آخرت۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ نے ازواج کو طلاق دیدی، آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے فوراً نعرۂ اللہ اکبر بلند ہو گیا اور حضور نبی کریم ﷺ سے اجازت اعلان لے کر مسجد نبوی ﷺ میں آئے اور سب سے وہ بات کہہ دی جو حضور نبی کریم ﷺ سے سنی تھی۔ اس کے بعد آپ ﷺ خود بالا خانہ سے نیچے تشریف لے آئے اور عام باریابی کی اجازت ہو گئی اور پھر فرمان الٰہی کے مطابق جو کچھ آپ ﷺ نے اپنی ازواج سے فرمایا اور جو کچھ انہوں

نے بالاتفاق جواب دیا وہ سب کچھ آپ ابھی پڑھ چکے ہیں۔

یہ تو واقعہ ایلاء کی اصلی حقیقت ہے، اب ہم اس کے دوسرے پہلو پر نگاہ ڈالتے ہیں، اور یہ وہ پہلو ہے جو مخالفین اسلام، یا یورپین مورخوں نے حضور نبی کریم ﷺ کے کریکٹر کو مجروح دکھانے کیلئے از اوئے مخالفت اختیار کیا ہے جو روایات ہم اس جگہ لکھنے والے ہیں، ان میں اصلیت اور حقیقت کا شبہ بھی نہیں ہے اور سب اسی طرح غلط اور جھوٹ ہیں، جس طرح کہ زمانہ ایلاء میں ازواج مطہرات کو طلاق دے دینے کی خبر محض افواہ اور جھوٹی تھی۔

واقعہ ایلاء کا سبب:

کاذبین کہتے ہیں کہ واقعہ ایلاء کا سبب اصلی یہ تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ ایک دن جبکہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر جانے کی باری تھی، اپنی کنیز "ماریہ قبطیہ" کے ہاں چلے گئے یا اسے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں بلا لیا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم ﷺ کو اس کے پاس دیکھ لیا تو بگڑ گئیں، اور خفا ہو نے لگیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دیکھو حفصہ! اب آج سے ماریہ قبطیہ مجھ پر حرام ہوگئی، لیکن تم اس راز کو کسی کے سامنے بیان نہ کرنا۔

حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کے حجرے پاس پاس تھے اور بیچ کی دیوار میں بات چیت کرنے کیلئے ایک سوراخ تھا، جب حضور نبی کریم ﷺ چلے گئے تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے یہ راز فوراً اس سوراخ کے ذریعہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کانوں تک پہنچا دیا، وہ بھی برہم ہوئیں مگر ترک تعلقات کی وجہ سن کر خوش ہوگئیں۔

بعض کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی فرمایا کہ میں اپنے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم کو خلیفہ کروں گا۔ بعض نے اس سے انکار کیا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ جو عیاشی نے باسناد عبداللہ بن عطاء

المکی ابی جعفر سے روایت کی ہے کہ دونوں ازواج نے اپنے اپنے باپ کو خلافت کی خبر دی اور جب رسول اللہ ﷺ کو یہ معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے دونوں پر عتاب فرمایا اوران سے علیحدہ ہو گئے۔

✿ اس روایت کے راوی اپنی روایت کے استدلال میں کہتے ہیں کہ جب حضور نبی کریم ﷺ نے ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرلیا تو یہ آیت نازل ہوئی:

یَاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَکَ

﴿سورۃ التحریم﴾

ترجمہ: ''اے غیب کی خبریں بتانے والے نبی! تم اپنے اوپر کیوں حرام کیے لیتے ہو وہ چیز جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہو۔'' (کنزالایمان)

لیکن ہمیں ان راویوں کی عقل پر ہنسی آتی ہے کہ کہاں کا قصہ کہاں لے بیٹھے۔ گو یہ آیت اسی زمانہ میں نازل ہوئی تھی جس زمانہ کا یہ قصہ ہے لیکن اس کی شان نزول وہ واقعہ ہے جس کا ذکر ہم اس سیرۃ کے پچھلے اوراق میں کر چکے ہیں۔ یعنی ایک دفعہ کئی دن تک حضور نبی کریم ﷺ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس جو آپ ﷺ کی بیوی تھیں، معمول سے زیادہ بیٹھے، جس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس کہیں سے شہد آ گیا تھا۔ انہوں نے آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا۔ آپ ﷺ کو شہد بہت مرغوب تھا۔ پی لیا، اس روز وقت مقررہ سے زیادہ دیر ہوگئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جو رسول اللہ ﷺ کی محبت کو منقسم دیکھنا گوارا نہ کرتی تھیں، رشک پیدا ہوا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور دوسری ازواج سے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ ہمارے یا تمہارے گھر آئیں تو کہنا کہ آپ ﷺ کے منہ سے مغافیر کی بو آ رہی ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا، آپ ﷺ جس کے پاس گئے اس نے یہی کہہ دیا۔ پس اس کا یقین کر کے شہد کی وجہ سے منہ سے بدبو آ رہی ہے، آپ ﷺ نے قسم کھا لی کہ اب میں شہد نہ کھاؤں گا۔ چونکہ شہد ایک حلال چیز تھی، اس لیے خدا نے یہ آیت

نازل فرمائی جو ابھی لکھی جا چکی ہے۔

مخالفین ومعترضین کو ہم عہد ہونے کی وجہ سے اس آیت کو بھی اپنے حسب مطلب گھسیٹ لینے کا موقع مل گیا۔ اگر معترضین کو اس بات کا اور ثبوت درکار ہو تو شرح صحیح بخاری کا مطالعہ کریں جس کے باب النکاح جلد ۹ میں علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اور اس آیت کے شان نزول میں صحیح روایت یہ ہے کہ وہ شہد کے واقعہ میں ہے، ماریہ کے قصہ کے باب میں نہیں ہے، جو صحیحین کے سوا اور کتابوں میں مذکور ہے۔ نووی نے کہا کہ ماریہ کا واقعہ کسی صحیح طریقہ سے مروی نہیں ہے اور پھر اگر اس واقعہ کی کچھ صحت بھی ہو تو یہ ایسا واقعہ ہی کیا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو رشک ہوا تھا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا خفا ہوئی تھیں، دونوں کو سمجھا دیا جاتا، وہ سمجھ جاتیں اور وہ تو اچھی طرح سمجھتی تھیں کہ کنیز حلال ہے پھر رشک اور رقابت کیا، جیسے حضور نبی کریم ﷺ دوسری بیویوں کے پاس جاتے تھے، اس کے پاس بھی جاتے تھے، پھر لطف یہ ہے کہ رشک ورقابت اس وقت پیدا ہوئی جب بطن ماریہ سے ایک لڑکا ہو چکا اور وہ سال بھر کا ہو کر فوت بھی گیا، اگر رشک ہوتا یا خفگی ہوتی تو پہلے ہی دنوں میں اور ابتدائی حالت میں ہونی چاہیے تھی، نہ کہ اتنی مدت کے بعد۔

تھوڑی دیر کیلئے فرض کر لیجئے کہ اس دن حضرت ماریہ کے پاس جانا خلاف عہد و پیمان تھا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی باری تھی لیکن کیا یہ ایسا قصور تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی بیویاں اسے معاف ہی نہیں کر سکتی تھیں، اور کیا بغیر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم کے خلیفہ بنائے، وہ کسی طرح خوش ہی نہیں ہو سکتی تھیں۔

توبہ توبہ کتنا بڑا افترا تھا اور روایتوں کی کیسی تراش خراش ہے جو کسی طرح سمجھ ہی میں نہیں آتی۔

وہی راوی کہتے ہیں کہ جب آیت تحریم نازل ہوئی تو آپ ﷺ اختتام مدت ایلاء تک حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا ہی کے بالاخانے پر رہے۔ بالاخانہ کیلئے حدیث

میں مشربہ کا لفظ آیا ہے۔ مشربہ کے نام سے زیادہ تر مشربہ ام ابراہیم (یعنی بالا خانہ ماریہ) مشہور ہے۔ اس لیے بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوا کہ یہ وہی بالا خانہ تھا لیکن یہ قطعاً غلط ہے۔ مشربہ ام ابراہیم مدینہ سے باہر واقع تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جو روایت تمام صحاح میں موجود ہے، اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ وہ مقام تھا جو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر اور مسجد نبوی ﷺ سے بالکل متصل واقع تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دوڑ کر کبھی ادھر اور کبھی ادھر جاتے تھے۔

ابوداؤد میں بالتصریح لکھا ہے کہ یہ مشربہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کا بالا خانہ تھا جو مسجد نبوی ﷺ سے متصل دوسری ازواج رسول ﷺ کے حجروں کے سراپر تھا۔

﴿ابوداؤد باب الامام﴾

چلئے بالا خانہ کا بھی فیصلہ ہوگیا۔ اب رہی یہ بات کہ اگر حضرت ماریہ کا واقعہ غلط ہے تو وہ راز کی کونسی بات تھی جو حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی بیویوں سے کہی، تو اس کی تصریح قرآن مجید یا اور کہیں نہیں ملتی۔ صرف یہ پتہ چلتا ہے کہ کوئی راز کی بات ضرور تھی، جو آپ ﷺ نے حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما سے کہی تھی اور جس کے ظاہر نہ کرنے کا دونوں سے عہد لیا تھا، مگر دونوں نے افشائے راز کر دیا اور رسول اللہ ﷺ کو بذریعہ وحی اس کی خبر ہوگئی۔ ممکن ہے کہ وہ کوئی معمولی بات ہو اور صرف بطور آزمائش حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی بیویوں سے کہہ دی ہو، لیکن جو کچھ بھی ہو، اس کا تعلق واقعہ ایلاء سے بالکل نظر نہیں آتا۔ اس لیے ہم اس پر زیادہ بحث بھی کرنا نہیں چاہتے، ہاں یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ بیوی اگر شوہر کا کوئی راز کسی پر ظاہر کردے تو یہ بدترین خیانت ہے، بیوی کو خدا نے شوہر کا حقیقی راز دار بنایا ہے اور اس کا فرض ہے کہ وہ اپنے شوہر کے ہر راز کو جان سے زیادہ محفوظ رکھے، پس اگر افشائے راز پر وحی نازل ہوئی اور حضور نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگاہ کیے گئے تو کچھ تعجب کی بات نہیں ہے۔ یہ بھی طبقہ نسواں کی اصلاح کا ایک ذریعہ تھا۔

جسے اللہ تعالیٰ نے بصورت آیت نازل فرمایا تاکہ عورتیں جو اپنے شوہر کا راز فاش کر دیتی ہیں شرمائیں اور اس فعل کو قابل سرزنش سمجھیں، لیکن ہم ایک دفعہ اور صاف صاف کہنے پر مجبور ہیں کہ اس واقعہ یا اس آیت کا واقعہ ایلاء سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے۔

خلط مبحث کا سبب:

اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ آخر احادیث میں اس خلط مبحث کا سبب کیا ہے، سنیے ابتدائے سنین ہجری میں جو مخالفت مسلمانوں کے دو گروہوں میں پیدا ہو گئی تھی، وہی اس کی باعث ہوئی۔ پہلے یہ مخالفت ملکی مخالفت تھی، پھر اس نے رفتہ رفتہ مذہبی صورت اختیار کر لی۔ موضوع روایات کا سلسلہ شروع ہو گیا اور ایک دوسرے کو برا ثابت کرنا مقصود اصلی ٹھہر گیا۔ اس کے متعلق راویوں کا جو سلسلہ ہے وہ سب ایرانی النسل تھے، جن کی نسبت یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ وہ مسلمان بھی تھے یا نہیں، جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کئی لاکھ احادیث کا انتخاب کیا تو انہوں نے اہل بیت کی روایات پر زیادہ توجہ نہیں کی کیونکہ انہیں کثرت سے ایسی روایات کا انبار ملا جو اہل بیت کی حقیقت میں نہ تھیں، مگر ان کے نام سے منسوب تھیں۔ یہ مخالف روایتیں بھی اسی قبیل سے سمجھئے۔ اسی بنا پر بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے خاندان بنی امیہ کی راویتوں کو بھی نہیں لیا، کیونکہ ان میں بھی بوئے مخالفت آتی تھی، جب بخاری کی ترتیب ہو چکی تو اس کے پچاس برس بعد ان راویتوں کی ترتیب شروع ہوئی جن سے مجمع البیان طبرسی اور کلینی ماخوذ ہیں اور یہ مخالف روایت بھی مجمع البیان ہی میں منضبط کر دی گئی یہ تو کون کہے کہ ان میں تمام روایات غلط اور موضوع ہیں لیکن ہاں جو روایتیں بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بوجہ اختلاف و عدم ثبوت چھوڑ دی تھیں، وہ ان میں ضرور لے لی گئیں، انہیں مشکلات کی وجہ سے علم اسماء الرجال کی ضرورت محسوس ہوئی اور پھر بھی درایت تحقیق روایات کیلئے لازمی سمجھی گئی۔ درایت کا لحاظ کیا جائے تو پھر ان مخالف روایتوں میں کوئی الجھن باقی نہیں رہ سکتی، اور ہر وہ شخص جسے عقل سلیم سے کچھ بھی حصہ ملا ہے کہہ سکتا ہے کہ

جو رکیک واقعہ ان روایتوں میں بیان کیا گیا ہے اور خصوصاً طبری میں وہ ایک معمولی سے معمولی آدمی کی طرف بھی منسوب نہیں کیا جا سکتا، نہ کہ اس ذاتِ پاک کی طرف جو سرتا پا تقدس و لطافت کا نمونہ عدیم المثال تھی۔

شروع میں یہ بات مان لی گئی تھی کہ حضرت عائشہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما میں باہم عداوت ہے اور ان لوگوں کو جو نبی کریم ﷺ کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو خلیفہ دیکھنا چاہتے تھے، اس کا یقین تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خلیفہ ہو جانا محض حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے تھا۔ اس لیے وہ فطری کمزوری جس سے ہر زمانہ میں انسان مجبور ہو جاتا ہے اس اختلاف کی محرک اول ہوئی اور اس نے ایک طوفان برپا کر دیا۔

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو نہ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے عداوت تھی، نہ ان کے شوہر سے، اور ہوتی بھی کیوں، آخر انہوں نے ان کا کیا بگاڑا تھا، وہ دیکھتی تھیں اور جانتی تھیں کہ ان کے شوہر حضور نبی کریم ﷺ اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر دل و جان سے قربان ہیں، ان کے بچوں پر اپنی جان نچھاور کرتے ہیں، پھر کیا وجہ تھی کہ وہ ان سے عداوت رکھتیں، خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ حضور نبی کریم ﷺ کہہ چکے تھے کہ جس کو مجھ سے محبت رکھنی ہو وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حسنین رضی اللہ عنہم سے ضرور محبت رکھے، پھر آپ ﷺ نے دیکھا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حضور نبی کریم ﷺ سے کیسی محبت تھی، اور آپ نے پڑھا کہ حضور نبی کریم ﷺ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کیسا انس تھا، اگر حضرت عائشہ صدیقہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما یا ان کے بچوں سے یا ان کے شوہر سے جلتیں تو کیا یہ امر حضور نبی کریم ﷺ کو گوارا ہو سکتا تھا۔

اگر یہ کہا جائے کہ بغض وعناد وفاتِ رسول ﷺ کے بعد پیدا ہوا تھا تو واقعہ ایلاء اس اعتراض سے صاف نکل آتا ہے کیونکہ یہ تو حضور نبی کریم ﷺ کی زندگی کا واقعہ تھا۔

رہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت! تو یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا کوئی اختیاری فعل نہ تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی تھی، اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک عورت تھیں جن کا مردوں کے فیصلہ پر کچھ بس اور زور نہ تھا جو کچھ کیا قوم نے کیا اور جو کچھ ہوا منشائے ایزدی سے ہوا، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا بار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مرضی و اختیار پر ڈال کر انہیں اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن بنا دینا صرف شیعیان علی کا ہی کام ہے۔

لطف تو یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تسلیم کر لیا اور برا نہ مانا، مگر ہوا شیعان علی کرم اللہ وجہہ الکریم خواہ مخواہ بگڑ گئے، اور واقعہ ایلاء کی آڑ لے کر صاف کہہ دیا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی ہی میں طلاق دے دی تھی، یا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما گئے تھے کہ تم میرے بعد انہیں طلاق دے دینا، خدا کی قسم! کس قدر تضحیک انگیز افترا ہے۔

غیر قومی مورّخ جب کسی مذہب کی تاریخ لکھنے بیٹھتے ہیں تو وہ ہمیشہ ایسی کمزور اور بودی روایتیں ڈھونڈا کرتے ہیں جن سے اس مذہب کے بانی کی کمزوریاں متبادر ہو سکیں۔ یہی حال اس واقعہ کے لکھنے والوں کا ہے۔ کہ جب یہ واقعہ قلمبند کرنے بیٹھے تو آنکھیں بند کر کے تمام وہ روایتیں لکھ ڈالیں جو مخالف جماعت نے کسی ذات عناد کی باعث موضوع کی تھیں۔ یہ بے چارے کیا سمجھیں کہ صحیح روایت کیسی ہوتی ہے۔ انہیں تو کاغذ سیاہ کرنے سے کام، اور برے کیرکٹر دکھانے سے مطلب۔ یہ معلوم ہی نہیں کہ تحقیق کرنے والوں نے "خذ باصفاء مادع ما کدر" کو اپنا اصول ترتیب بنا کر کس قدر تلاش سے کام لیا ہے اور پھر بھی اپنے عجز علم کا اعتراف باقی ہے۔

محققین کے جانچ پڑتال کا معیار:

چنانچہ ایک عام روایت ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے جو فن حدیث کے بہت بڑے ماہر گزرے ہیں اور جن کا مثل زمانہ پیش نہ کر سکا، خلیفہ ہارون الرشید نے کہا

کہ میں آپ کی موطا کو خانہ کعبہ کے دروازہ پر لٹکائے دیتا ہوں، اور عام حکم دے دیتا ہوں کہ تمام مسلمان اسی پر عمل کریں۔ یہ سن کر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کانپ گئے اور فرمایا: اے امیر المومنین! کہیں ایسا نہ کیجئے گا کیونکہ ممکن ہے اوروں کے پاس ان سے زیادہ صحیح حدیثیں ہوں اور وہ ان پر عمل کرتے ہوں۔ مبادا اس کتاب کی عامیت سے متاثر ہو کر وہ انہیں ترک کر دیں۔

یہ تھا محققین کا حال، اور حدیثوں کی جانچ پڑتال کا معیار، ہمارے نادان مورخین کا یہ عالم ہے کہ تعصب کی عینک آنکھوں پر رکھ کر غلط اور صحیح روایات میں امتیاز کیے بغیر صفحہ کے صفحہ رنگتے چلے جاتے ہیں اور پھر خوش ہوتے ہیں کہ ہم نے غیر مذہب والوں کی تاریخ میں کیسا بدنما پہلو نکال دیا۔ سبحان اللہ! کیا شان تاریخ نویسی ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے واقعات زندگی نے ایک بالکل نیا رنگ اختیار کر لیا تھا اور اسی سبب سے آپ شیعیان علی کی نگاہوں میں موردِ الزامات بنیں، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ نہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے عداوت تھی، نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کوئی بغض تھا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی تھیں، تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی تھے، داماد تھے، خلیفہ تھے، دونوں کو امتیازی خصوصیتیں حاصل تھیں، پھر اختلاف کیسا؟

ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارے ناظرین اب واقعہ ایلا کی حقیقت، اور موضوع و مخالف روایتوں کی گوناگونی اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے اور انہیں اس واقعہ کے متعلق یورپین، یا ایرانی النسل مورخوں یا محدثوں کے اقوال و روایات کی ناہمواری کا اندازہ بخوبی ہو سکے گا۔ چونکہ یہ واقعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کا ایک اہم واقعہ تھا، اور اسے غیر مستند مورخین نے حاشیئے چڑھا کر کچھ کا کچھ بنا دیا تھا، اس لیے ضروری تھا کہ اسے بالتفصیل لکھا جائے اور ہر پہلو کی تفسیر کر کے دودھ دودھ اور پانی کا پانی کر دیا جائے۔ (واللہ اعلم)

واقعہ افک

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اشرف نساء عالم تھیں اوران کے فضائل و خصائص اس قدر تھے کہ اُس کا ایک جزو بھی دنیا کی کسی عورت میں نہیں پایا جاتا لیکن۔ آپؓ کی زندگی کا وہ اہم ترین واقعہ جس نے آپؓ کے فضائل کو غیر معمولی و عجیب و غریب اہمیت دیدی اور جس نے عالم کو ثابت کر دیا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نہ صرف محبوبہ رسول ﷺ بلکہ محبوبہ بارگاہ خداوندی بھی تھیں۔

واواقعہ افک جو کہ تفصیل کے ساتھ علامہ علی بن برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے ''انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون'' المعروف ''سیرہ حلبی'' میں بیان کیا ہے۔ ہم اس کا ترجمہ نقل کر رہے ہیں۔

افک یعنی حضرت عائشہؓ پر تہمت تراشی کا واقعہ

بنی مصطلق غزوہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت تراشی کا واقعہ پیش آیا۔ جس کو ''واقعہ افک'' کہا جاتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جیسی پاک دامن و پاکباز خاتون پر جھوٹا بہتان باندھا گیا۔ (جس سے حضور نبی کریم ﷺ اورام المومنین دونوں کواوران کے ساتھ عام مسلمانوں کوسخت تکلیف پہنچی۔)

لشکر سے دور ہار کی گمشدگی:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ غزوہ مصطلق سے فارغ ہوکر

مدینہ کو واپسی کے دوران ایک رات کوچ کا اعلان ہوا تو میں فوراً ہی قضائے حاجت کیلئے اٹھ کر لشکر سے دور ایک طرف چلی گئی۔ جب میں فارغ ہوگئی تو واپس لشکرگاہ کی طرف روانہ ہوئی۔ میرے گلے میں نگینوں یعنی اظفار کا بنا ہوا ایک ہار تھا۔ بخاری میں یہ لفظ الف کے ساتھ اظفار ہے۔ ایک روایت میں صرف ظفار کا لفظ ہے۔ اس میں الف نہیں ہے۔

بہرحال یہ ہار معمولی قیمت کا تھا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس کی قیمت بارہ درہم کے برابر تھی۔

واپسی میں تاخیر اور لشکر کا کوچ:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ قضائے حاجت کے بعد لشکرگاہ کی طرف آتے ہوئے راستے میں میرا وہ ہار ٹوٹ کر گر گیا، جب مجھے اس کا احساس ہوا تو میں اس ہار کی تلاش میں واپس چلی اور وہاں تک پہنچی جہاں میں نے قضائے حاجت کی تھی۔ اس ہار کی تلاش میں مجھے دیر ہوگئی۔ ادھر وہ لوگ جو میرا ہودج اٹھا کر سواری پر رکھا کرتے تھے آگئے انہوں نے آکر میرا ہودج یعنی محمل اٹھایا اور میرے اونٹ پر رکھ کر روانہ ہوگئے۔ وہ لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ ہودج میں موجود ہوں۔ اس زمانے میں عورتیں عام طور پر ہلکی پھلکی تھیں کیونکہ وہ بہت تھوڑا کھاتی تھیں اور اکثر حالات میں چربی اور موٹاپا زیادہ کھانے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ غرض تمام لشکر روانہ ہوگیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ وہ شخص جو ان کا ہودج لے کر چلتا تھا اور اس اونٹ کو ہنکاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے غلام ابومویہبہ تھے جو ایک نہایت صالح اور نیک آدمی تھے۔ اس روایت سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس قول پر شبہ نہیں ہونا چاہیے جس میں ہے کہ پھر ہودج اٹھانے والے آگئے۔ یا ان کا ایک دوسرا قول ہے کہ جب ان لوگوں نے ہودج اٹھایا اور کاندھوں پر رکھا تو انہیں اس میں وزن نہ ہونے سے شبہ پیدا نہیں ہوا۔

ان دونوں باتوں سے کوئی شبہ نہیں ہونا چاہیے (کہ ایک جگہ ایک ہی آدمی کا ذکر ہے جبکہ دوسری جگہ کئی لوگوں کا ذکر ہے۔) کیونکہ ممکن ہے اصل ذمہ دار تو حضرت ابوموہیبہ ہی ہوں اور باقی لوگ اس سلسلے میں ان کی مدد کیا کرتے ہوں۔

لشکرگاہ میں سناٹا اور حضرت عائشہؓ کی حیرانی:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کافی تلاش کے بعد میرا ہار مل گیا اور تب میں لشکرگاہ میں آئی مگر وہاں دور، دور تک سناٹا تھا نہ کوئی پکارنے والا تھا اور نہ جواب دینے والا۔ میں نے جس جگہ قیام کیا تھا وہیں ٹھہر گئی کیونکہ میں نے سوچا کہ جب انہیں میری گمشدگی کا پتہ چلے گا تو سیدھے یہیں آئیں گے۔ ابھی میں بیٹھی ہوئی تھی کہ تھوڑی دیر میں ہی مجھے نیند آنے لگی اور میں سو گئی۔

لشکر کے عقب میں چلنے والے صفوان سلمی:

ادھر صفوان سلمی ایک صحابی لشکر کے پیچھے پیچھے رہا کرتے تھے، وہ ہمیشہ لشکر کے عقب میں چلا کرتے تھے تاکہ اگر کسی شخص کا کوئی سامان گر جائے اور انہیں ملے تو اٹھا لیا کریں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت صفوان اصل میں بہت گہری نیند سویا کرتے تھے چنانچہ لشکر کوچ کر جاتا اور وہ سوتے رہ جاتے تھے۔

چنانچہ ایک حدیث شریف میں بھی ہے کہ ایک مرتبہ ان کی بیوی نے حضور نبی کریم ﷺ سے اس بات کی شکایت بھی کی تھی اور کہا تھا کہ وہ صبح کی نماز نہیں پڑھتے،

اس پر خود حضرت صفوان نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میری نیند بہت گہری ہے اور سورج نکل آنے تک میری آنکھ نہیں کھلتی۔ آپ نے فرمایا: خیر جب بیدار ہوا کرو اسی وقت نماز پڑھ لیا کریں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو اس کا علم تھا کہ وہ صبح کی نماز کے وقت سوتے رہتے ہیں پھر ان کی بیوی نے کہا کہ جب میں قرآن پاک پڑھتی ہوں تو یہ مجھے مارتے ہیں۔ صفوان نے کہا کہ میرے پاس ایک ہی سورت ہے۔ یعنی

قرآن پاک کی ایک ہی سورت ہے دوسری نہیں مگر یہ بھی اسی کو پڑھتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم ان کو مارا مت کرو کیونکہ یہ ایسی سورت ہے کہ اگر تمام لوگوں میں بھی تقسیم ہو جائے تو سب کو (اپنے ثواب میں) کافی ہو جائے گی۔ حضور نبی کریم ﷺ کے اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ صفوان کو خیال تھا کہ ان کی بیوی جب اس سورت کی تلاوت کرتی ہیں تو ان کے ثواب میں حصہ دار بن جاتی ہیں۔ (یعنی جو صفوان کا ثواب ہے اسی میں سے بیوی کو بھی حصہ ملتا ہے۔) یہ بات قابل غور ہے۔

صفوان کی آمد:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت صفوان جو لشکر کے پیچھے چلا کرتے تھے وہ اپنے مقام سے رات میں روانہ ہوئے اور صبح کو اس جگہ پہنچے جہاں میں بیٹھی ہوئی تھی۔ یعنی وہ اپنی عادت کے خلاف رات کو اپنے مقام سے روانہ ہو گئے تھے۔ یہاں پہنچے تو سنسان صحرا میں انہیں ایک انسانی ہیولیٰ نظر آیا۔ یعنی انہوں نے دیکھا کہ کوئی شخص پڑا ہوا سو رہا ہے۔ وہ قریب آئے اور مجھے دیکھ کر پہچان گئے۔ انہوں نے مجھے دیکھتے ہی ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھی۔ ان کی آواز سے میں جاگ گئی۔ انہوں نے ''انا للہ'' اس لیے پڑھی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا لشکر سے چھوٹ جانا ایک مصیبت اور پریشانی کی بات تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ انہیں دیکھتے ہی میں نے فوراً اپنی اوڑھنی کا پلہ اپنے چہرے پر ڈال لیا۔ یہاں جلباب کا لفظ استعمال ہوا ہے، یہ کپڑا دوپٹہ سے چھوٹا ہوتا ہے۔ (اس لیے اس کا ترجمہ اوڑھنی کیا گیا ہے۔) اس کو عربی میں مقنعہ یعنی نقاب بھی کہا جاتا ہے جس سے عورت اپنا سر ڈھانکتی ہے۔ ام المومنین نے اپنا چہرہ اس لیے چھپایا کہ واقعہ پردہ کا حکم ہونے کے بعد کا ہے جس کے متعلق یہ آیت حجاب نازل ہوئی تھی:

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمِنُوْ لَا تَدْ خُلُوْابُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَکُمْ اِلٰی

طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰهُ.

﴿سورۂ احزاب﴾

ترجمہ: ''اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو جب تک اذن نہ پاؤ، مثلاً کھانے کیلئے بلائے جاؤ۔'' (کنزالایمان)

کیونکہ پردے کی آیت ۴ ہجری میں نازل ہو چکی تھی جیسا کہ کتاب اصل کے مصنف کے نزدیک ترجیحی قول یہی ہے۔ مگر کتاب امتاع ہے کہ بعض محدثین کے نزدیک حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے جن کی وجہ سے پردے کی آیت نازل ہوئی تھی۔ حضور نبی کریم ﷺ کی شادی ذی قعدہ ۵ ہجری میں ہوئی تھی۔

مگر واضح رہے کہ یہ قول آگے آنے والی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کے خلاف ہے جس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہی وہ بیوی تھیں جو (حضور نبی کریم ﷺ کے نزدیک محبوبیت میں) میرا مقابلہ کرتی تھیں۔

تو اس روایت سے معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ شادی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس واقعہ اِفک سے پہلے ہو چکی تھی اور اس واقعہ کے وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ کی بیوی تھیں کیونکہ خود یہ غزوہ بنی مصطلق چھ (٦) ہجری میں پیش آیا ہے۔

اُم المومنین کو دیکھ کر حیران و ششدر صفوان:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ صفوان نے مجھے دیکھنے کے بعد خدا کی قسم! مجھ سے ایک لفظ بھی نہیں کہا اور نہ میں نے ان کے منہ سے ایک کلمہ سنا یعنی نہ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب کر کے کوئی بات کی اور نہ خود سے ہی کچھ کہا۔

ایک قول ہے کہ اس ہولناک واقعہ کو دیکھ کر وہ حیرت و ادب کی وجہ سے ساکت

رہ گئے اور ان کی زبان گنگ ہوگئی۔ غرض جب انہوں نے وہاں پہنچ کر اپنا اونٹ بٹھایا تو سوائے ''اناللہ'' کے ان کے منہ سے ایک لفظ نہیں نکلا۔

ام المومنین کیلئے صفوان کا احترام:

پھر انہوں نے اونٹنی کی اگلی ٹانگوں پر پیر مارے یہاں تک کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اونٹنی پر سوار ہوگئیں۔ ایک روایت میں ہے کہ پھر حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے اونٹ کو ام المومنین کے قریب کیا اور عرض کیا کہ سوار ہو جایئے۔

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ماں اٹھئے اور سوار ہو جائے اور وہ خود اونٹ کا سر پکڑ کر کھڑے ہو گئے۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سوار ہوگئیں تو انہوں نے کہا: ''**حسبی اللہ و نعم الوکیل**'' اللہ تعالیٰ کی ذات ہی مجھے کافی ہے اور وہی میرا بہترین سہارا ہے۔

اب ان تینوں روایتوں کے درمیان موافقت کی ضرورت ہے۔ نیز ان سے گزشتہ قول میں بھی مطابقت پیدا کرنی ہوگی اگر ان سب روایات کو درست مانا جائے، چنانچہ اس سلسلے میں کہا جاتا ہے کہ اصل میں بات یہ ہے کہ چونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سوائے اناللہ کے ان کے منہ سے اور کچھ نہیں سنا۔ (اس لیے وہ یہی سمجھیں کہ حضرت صفوان کچھ بولے ہی نہیں۔) نہ حضرت صفوان نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قریب اپنا اونٹ لانے تک ان سے کچھ کہا اور نہ خود سے بولے جیسا کہ واضح ہو چکا ہے پھر جب وہ اونٹ کو قریب لے آئے تو انہوں نے یہ لفظ کہے کہ ماں اٹھئے اور سوار ہو جایئے۔

یہ جملہ بھی اس لیے کہا گیا کہ اونٹ کو قریب لانے اور اس کو بٹھانے سے یہ ظاہر نہیں ہوسکتا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سوار ہونے کی اجازت ہے۔ چنانچہ حضرت صفوان نے وہ لفظ استعمال کیا جس سے ام المومنین کی انتہائی عظمت و

احترام اور توقیر ظاہر ہوتی تھی۔

اگرچہ بعض راویوں نے صرف اسی قدر الفاظ نقل کیے ہیں کہ ''سوار ہو جائیے'' پھر جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سوار ہوگئیں اور اس اچانک واقعہ کی ہول کم ہوکر اطمینان ہوا تو حضرت صفوان نے یہ لفظ کہے کہ آپ کیسے پیچھے رہ گئیں۔ یہ بات انہوں نے صرف اظہار حیرت کیلئے کہی سوال کے طور پر نہیں کہی تھی۔

صفوان کی ساربانی میں حضرت عائشہؓ کی روانگی:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر صفوان میری اونٹنی کے آگے آگے اسے ہانکتے ہوئے چلے یہاں تک کہ ہم اسلامی لشکر میں پہنچ گئے جو نحر ظہیرہ کے مقام پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ اس وقت سورج اپنی مسافت طے کر چکا تھا۔ یعنی نصف النہار ہو چکا تھا۔

حضرت عائشہؓ کیلئے تمام امت کے لوگ محرم:

اسی واقعہ سے شافعی فقہاء نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اگر اس طرح کوئی اجنبی عورت قافلے سے چھوٹی ملے تو اس کے ساتھ تنہائی یعنی اسے لے کر سفر کرنا جائز ہے بلکہ اس کو وہاں تنہا چھوڑنے یا تنہا بھیجنے کی صورت میں اس عورت کیلئے خطرہ ہو تو اس کو ساتھ لے کر جانا واجب ہے۔

کتاب ''خصائص صغیر'' میں امام طحاوی کی معانی آثار کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ تمام لوگ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کیلئے محرم تھے۔ (کیونکہ وہ سارے مسلمانوں کی ماں ہیں) لہٰذا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کسی بھی مسلمان کے ساتھ سفر کریں تو ان کا یہ سفر محرم کے ساتھ سفر کہلائے گا۔ مگر دوسری عورتیں ان کی طرح نہیں ہیں۔ یہاں دوسری عورتوں میں حضور نبی کریم ﷺ کی دوسری تمام ازواج بھی شامل ہیں۔ لہٰذا یہ بات قابل غور ہے کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دوسری امت کی ماؤں یعنی ازواج

مطہرات کے درمیان فرق نہیں کیا جا سکتا۔ (کیونکہ مسئلہ کی جو نوعیت ہے اس میں سب کا حکم برابر ہونا چاہیے۔)

اسی طرح آگے جو روایت آ رہی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والے شخص کی سزا قتل ہے جبکہ دوسری ازواج مطہرات پر تہمت لگانے والے کی سزا عام شرعی سزا یعنی کوڑے مارنے کی دو سزائیں تھیں۔ (چنانچہ یہ روایت بھی قابل قبول نہیں بلکہ قابل غور ہے۔)

ام المومنین اور صفوان کو دیکھ کر ابن ابی کی دریدہ دہنی:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ہم لشکر میں پہنچ گئے تو جن لوگوں کے مقدر میں ہلاکت و بربادی تھی وہ بہتان اور تہمت تراشی کر کے برباد ہوئے۔

ایسے لوگوں میں منافقوں کا سردار عبداللہ ابن ابی ابن سلول سب سے زیادہ پیش پیش تھا۔ یہی وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے اس واقعہ کو سارے لشکر میں شہرت دی۔ یہ شخص اگرچہ سارے لشکر کے ساتھ تھا مگر جہاں بھی لشکر پڑاؤ ڈالتا تو ابن ابی اپنے منافقوں کے گروہ کے ساتھ عام لوگوں سے ہٹ کر ذرا فاصلے سے ٹھہرا کرتا تھا۔

ابن ابی کی شرمناک بکواس اور واقعہ کی تشہیر:

اب جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صفوان منافقوں کے گروہ کے پاس سے گزرے تو ابن ابی نے پوچھا: یہ عورت کون ہے؟ اس کے ساتھیوں نے کہا: عائشہ اور صفوان ہیں۔ ابن ابی نے فوراً کہا کہ رب کعبہ کی قسم! ان دونوں کا ملاپ ہو چکا ہے۔

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ نہ یہ عورت اس شخص سے محفوظ رہی اور نہ مرد اس عورت سے محفوظ رہا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ خدا کی قسم! یہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ مبتلا ہو چکے ہیں، پھر اس نے کہا کہ لو تمہارے نبی کی بیوی ایک دوسرے شخص کے ساتھ پوری رات گزار چکی ہے۔

ابن ابی کی مجلسوں میں چرچے:

اس کے بعد جب سب لوگ مدینہ پہنچ گئے تو ابن ابی نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنی شدید دشمنی اور نفرت کی بنا پر اس بات کو شہرت دینی شروع کی۔

بخاری میں یوں ہے کہ اس کی مجلسوں میں اس کے ساتھی منافقین اس بات کا ذکر کرتے تو یہ اس کی تائید کرتا۔ بڑی توجہ سے سنتا اور اس معاملے پر بحث مباحثہ سے اس میں باریکیاں پیدا کرتا۔ بہرحال دونوں باتوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ممکن ہے مدینہ میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے خود اسی نے اس بات کو پھیلایا ہوا اور پھر اپنی مجلسوں میں لوگوں سے سن سن کر اس کی تائید کرتا ہو، تاکہ اس بات کی زیادہ سے زیادہ شہرت ہو جائے۔

حضرت عائشہؓ کی بیماری اور نبی کریم ﷺ کی سرد مہری:

پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد ہم مدینہ آ گئے۔ یہاں پہنچتے ہی میں بیمار ہوگئی اور ایک مہینے تک بیمار رہی جبکہ لوگ تہمت تراشوں کی باتوں پر چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ شدہ شدہ یہ باتیں رسول اللہ ﷺ اور میرے والدین تک بھی پہنچ گئیں لیکن اب تک مجھے کسی بات کا بھی پتہ نہیں تھا مگر مجھے اس بات پر حیرت و افسوس ضرور تھا کہ اس مرتبہ مجھے حضور نبی کریم ﷺ کے طرز عمل میں وہ محبت و مہربانی محسوس نہیں ہوئی جو میری بیماری کے زمانے میں (خاص طور پر) ہوا کرتی تھی۔ یہاں مہربانی کے لطف کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ یہ لطف جب کسی شخص کیلئے استعمال کیا جائے تو اسکے معنی مہر و محبت کے ہوتے ہیں اور جب اسکی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کے معنی توفیق کے ہوتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ ام مسطح کے ساتھ:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لاتے جہاں میری والدہ بھی میری تیمارداری کیلئے ٹھہری ہوئی تھیں، آپ

سلام کرتے اور پھر فرماتے کیا حال ہے۔ آپ اس کے سوا کچھ نہ کہتے اور اس کے بعد واپس تشریف لے جاتے۔ اسی اجنبی طرزِ عمل کی وجہ سے میں پریشان تھی۔ آخر جب مجھے قدرے افاقہ ہوا تو میں کمزوری کی حالت میں گھر سے نکلی میرے ساتھ ام مسطح بھی چلیں۔ یہ ام مسطح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خالہ زاد بہن تھیں۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ مسطح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خالہ کے بیٹے تھے مگر یہ بات درست نہیں ہے بلکہ بغیر اصل معنی مراد لیے ہوئے کہہ دی جاتی ہے جس کو تجوز کہتے ہیں۔ یہ مسطح یتیم تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی پرورش میں تھے۔ یہ بالکل مفلس شخص تھے اور ان کے اخراجات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی پورے کرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم دونوں یعنی وہ اور ام مسطح اس مقام پر جا رہے تھے جہاں عورتیں قضائے حاجت کیلئے جایا کرتی تھیں۔ یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ گھروں میں بیت الخلاء بنانے شروع نہیں کیے گئے تھے، چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو جب قضائے حاجت کی ضرورت ہوتی تو وہ رات کے وقت منصع کے مقام پر جایا کرتی تھیں جو کشادہ جگہ تھی۔

بہتان کی اچانک اطلاع اور شدید ردِ عمل:

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ہم فارغ ہو گئے اور میں چلنے لگی تو ام مسطح اپنے پاجامے میں الجھ گئیں، انہوں نے ایک دم کہا: مسطح یعنی ان کے بیٹے کا ناس ہو۔ لفظ مسطح اصل میں خیمہ کے بانس کو کہا جاتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کہا: بری بات ہے، تم ایسے شخص کو برا کہہ رہی ہو جو غزوہ بدر میں شریک ہو چکا ہے۔ ام مسطح نے کہا: لڑکی کیا تمہیں معلوم نہیں مسطح کیا کیا کہتا پھرتا ہے۔ میں نے پوچھا کیا کہہ رہا ہے۔ انہوں نے مجھے تہمت تراشوں کی باتیں بتلائیں یہ سن کر میرا مرض لوٹ آیا اور میں پھر بیمار ہو گئی اور مرض اور زیادہ بڑھ گیا۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ مجھ پر غشی سی طاری ہونے لگی۔

مرض کا اعادہ:

ایک روایت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یوں بیان فرماتی ہیں کہ ایک روز میں ایک ضرورت سے نکلی میرے سات مسطح بھی تھیں۔ میں ایک لوٹا لیے ہوئے تھی جس میں پانی بھرا تھا۔ اچانک مجھے ٹھوکر لگی اور لوٹے سے کچھ پانی گر گیا۔ ام مسطح نے کہا مسطح کا ناس ہو۔ میں نے کہا: کیا تم اپنے بیٹے کو کوس رہی ہوں۔ اس پر وہ خاموش ہو گئیں۔ اس کے بعد اتفاق سے مجھے پھر ٹھوکر لگی۔ ام مسطح نے پھر کہا کہ مسطح کا ناس ہو۔ میں نے پھر کہا کہ کیا تم اپنے بیٹے کو کوس رہی ہو؟ اس کے بعد مجھے پھر تیسری بار ٹھوکر لگی۔ ام مسطح نے پھر وہی لفظ کہے اور میں نے پھر انہیں ٹوکا تو وہ کہنے لگیں کہ خدا کی قسم! میں اسے تمہاری ہی وجہ سے کوس رہی ہوں۔ میں نے کہا: میری وجہ سے کیوں، تو اس وقت انہوں نے ساری بات میرے سامنے کھولی۔ میں نے کہا: کیا واقعی یہ سب ہو رہا ہے۔ انہوں نے کہا: ہاں۔ مجھے اسی وقت لرزہ سے بخار چڑھ آیا اور میں گھر لوٹ آئی۔ گھر پہنچنے کے بعد مجھے پوری رات (بے قراری میں) گزر گئی کہ نہ میرے آنسو تھمتے تھے اور نہ آنکھوں میں نیند کا پتہ تھا۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور میں برابر روتی رہی۔ اسی وقت رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور آپ نے سلام کے بعد پوچھا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا: کیا آپ مجھے اجازت دیں گے کہ میں اپنے والدین کے گھر چلی جاؤں۔

ام المومنین اپنے میکہ میں:

میں چاہتی تھی کہ اپنے والدین سے اس خبر کی تصدیق کروں۔

کیونکہ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو کچھ آرام ہو گیا تھا تو ان کی والدہ بیٹی کے پاس سے واپس اپنے گھر چلی گئی تھیں۔ لہٰذا یہ بات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس گزشتہ قول کے خلاف نہیں رہتی جس میں انہوں نے کہا تھا کہ میری والدہ ہی پاس (یعنی رسول اللہ ﷺ کے یہاں) میری تیمارداری کیلئے ٹھہری ہوئی تھیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے میکہ جانے کی اجازت دیدی اور میں اپنے والدین کے گھر آ گئی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے میرے ساتھ غلام کو بھیج دیا تھا۔ میں جب اپنے گھر پہنچی تو اس وقت ام رومان یعنی والدہ مکان کے نچلے حصہ میں تھیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بالائی حصے میں تلاوت کر رہے تھے۔ میری والدہ نے مجھے اچانک دیکھ کر پوچھا تم کیسے آ گئیں تو میں نے ان کو پورا واقعہ بتلایا۔

اس روایت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیماری سے اچھی ہونے کے بعد اور ام مسطح سے تہمت تراشی کا واقعہ سننے کے بعد اپنے میکے گئی تھیں، مگر سیرت ابن ہشام میں جو روایت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پہلے ہی اپنے میکے آ چکی تھیں اور یہ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی میرے پاس آتے تو صرف اتنا پوچھتے کہ کیا حال ہے؟ اس کے سوا کچھ نہ فرماتے یہاں تک کہ آپ کے اس طرز عمل سے میرے دل کو تکلیف ہونے لگی۔

آخر ایک روز جب میں نے آپ کی یہ بے اعتنائی دیکھی تو آپ سے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ مجھے اجازت دیدیں۔ آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میں اپنے والدین کے گھر آ گئی جہاں میری والدہ میری تیمارداری کرنے لگیں جبکہ مجھے اس وقت تک کچھ پتہ نہیں تھا کہ باہر کیا ہو رہا ہے۔ چنانچہ ایک رات میں ام مسطح کے ساتھ جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خالہ زاد بہن تھیں۔ قضاء حاجت کیلئے چلی کہ اچانک ام مسطح اپنے ازار میں الجھیں اور انہیں ٹھوکر لگی اور انہوں نے کہا: مسطح کا ناس ہو۔ میں نے کہا: خدا کی قسم! بہت بری بات ہے کہ تم ایک ایسے شخص کو کوس رہی ہو جو مہاجروں میں سے ہے اور غزوہ بدر میں شریک ہو چکا ہے۔ انہوں نے کہا: اے بنت ابوبکر! کیا تمہارے

کانوں تک کوئی بات نہیں پہنچی۔ میں نے کہا: کیسی خبر تو انہوں نے مجھے سارا واقعہ بتلایا کہ تہمت تراش کیا کیا کہہ رہے ہیں۔ میں نے کہا: کیا واقعی! انہوں نے کہا: ہاں۔ خدا کی قسم! یہی چرچا ہے۔ یہ سنتے ہی خدا کی قسم! میں قضائے حاجت کو بھی نہیں گئی بلکہ وہیں سے لوٹ گئی اور اس کے بعد خدا کی قسم! میں اتنا روئی کہ معلوم ہوتا تھا کہ میرا جگر پھٹ جائے گا۔

(یہ رروایت ابن ہشام سے نقل کی گئی ہے اور گزشتہ روایت اس کے علاوہ ہے۔ ان دونوں میں جو فرق ہے وہ قابل غور ہے اور اگر دونوں کو صحیح مانا جائے تو ان کے درمیان موافقت قابل غور ہے۔)

والدہ سے تذکرہ اور ان کی فہمائش:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے۔ لوگ کیا کیا کہہ رہے ہیں مگر آپ نے مجھ سے کسی بات کا ذکر نہیں کیا۔

ایک روایت میں ہے کہ میں نے والدہ سے کہا: ماں! لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟ ایک روایت میں یہی بات دوسرے الفاظ میں ہے۔ تو انہوں نے کہا: بیٹی! رنج نہ کرو۔ ایک روایت میں ہے کہ اپنے آپ کو سنبھالو، دنیا کا دستور یہی ہے کہ جب کوئی خوبصورت اور خوب سیرت عورت ایسی ہوتی ہے جو اپنے شوہر کے دل میں بھی گھر کیے ہوئے ہو اور اسکی سوکنیں (مراد جلنے اور حسد کرنے والی عورتیں) بھی ہوں تو وہ ہمیشہ اس کے دوپٹے آزاد رہتی ہیں۔ یعنی ''اس کی عیب جوئی کیا کرتی ہیں۔''

ازواج مطہرات اس طوفان سے علیحدہ ہیں:

یہاں جس لفظ کا ترجمہ سوکن کیا گیا ہے وہ ضرائر ہے۔ جو ضرہ کی جمع ہے۔ اس کے معنی سوکن کے ہیں۔ اب یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سوکنیں حضور نبی کریم ﷺ کی دوسری ازواج یعنی امہات المومنین تھیں

مگر ان میں کسی نے بھی اس مسئلے پر لب کشائی نہیں کی تھی اور نہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق کچھ کہا۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی والدہ نے سوچا ہو کہ چونکہ عام عادت یہی ہے کہ سوکنیں شوہر کے نزدیک مقبول بیوی کے خلاف طرح طرح کی باتیں کیا ہی کرتی ہیں۔ (اس لیے ان ہی نے خدانخواستہ یہ باتیں کہی ہوں گی۔) لہٰذا حضرت ام رومان نے یہ کہہ دیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے کہا: خدا کی پناہ تو لوگ ایسی ایسی باتیں کہہ رہے ہیں۔ پھر میں نے پوچھا کیا میرے والد کو بھی ان باتوں کا علم ہو چکا ہے۔ انہوں نے کہا: ہاں، مجھے اس بات سے سخت تکلیف پہنچی اور میں پھر رونے لگی۔ میرے رونے کی آواز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سنی تو وہ فوراً نیچے اتر کر آئے اور میری والدہ سے پوچھنے لگے کہ اسے کیا ہوا؟ انہوں نے بتایا کہ اس کے بارے میں لوگ جو افواہیں اڑا رہے ہیں وہ اس تک پہنچ گئی ہیں۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بے قراری:

اس رات بھی میں صبح تک مسلسل روتی رہی، نہ میرے آنسو خشک ہوئے اور نہ اس دوسری رات میں بھی میری پلک جھپکی۔ صبح ہوئی تو میرے والدین میرے پاس آئے، وہ یہ دیکھ رہے تھے کہ روتے روتے میرا کلیجہ پھٹا جا رہا تھا۔ میں اس وقت بھی رو رہی تھی، میرے ساتھ میرے والدین بھی رو رہے تھے اور گھر کے دوسرے تمام لوگ بھی رو رہے تھے۔ اسی وقت ایک انصاری عورت میرے پاس آئی اور اندر آنے کی اجازت چاہی۔ میں نے اسے اندر بلا لیا، وہ بھی بیٹھ کر میرے ساتھ رونے لگی۔ میں نے بعض مشائخ سے سنا ہے کہ اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر میں جو بلی تھی وہ بھی بیٹھی ہوئی رو رہی تھی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہؓ سے استفسار:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ابھی ہم سب بیٹھے ہوئے ہی

تھے کہ رسول اللہ ﷺ گھر میں تشریف لائے، آپ نے سلام کیا اور پھر بیٹھ گئے حالانکہ جب سے یہ باتیں شروع ہوئی تھیں، آپ میرے پاس آکر بیٹھے نہیں تھے۔ (بلکہ کھڑے کھڑے مزاج پرسی کر کے واپس تشریف لے جاتے تھے۔)

ادھر ان واقعات کو چلتے ہوئے ایک مہینہ گزر گیا، مگر میرے سلسلے میں آپ پر وحی نازل نہیں ہوئی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے بیٹھ کر کلمہ شہادت پڑھا اور اس کے بعد مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اما بعد

''عائشہ! مجھے تمہاری متعلق ایسی ایسی باتیں معلوم ہوئی ہیں، اب گر تم ان تہمتوں سے بری اور پاک ہو تو اللہ تعالیٰ خود تمہاری برأت فرما دے گا لیکن اگر تم اس گناہ میں مبتلا ہوئی ہو تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو اور توبہ کرو کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار اور اعتراف کر کے اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے۔''

۞ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

''عائشہؓ! لوگ جو کچھ کہہ رہے ہیں، وہ تمہیں معلوم ہو چکا ہے تم اللہ سے ڈرو، اگر تم نے کوئی برائی اور گناہ کیا ہے جیسا کہ لوگ کہہ رہے ہیں تو اللہ کے سامنے توبہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرما لیتا ہے۔''

بعض علماء نے کہا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو گناہ کا اعتراف کرنے کی دعوت دی، ان کو چھپانے کا حکم نہیں دیا۔

حالانکہ ایسے میں مطلوب اور قاعدہ یہ ہے کہ جس شخص نے گناہ کیا ہے وہ کسی کو اس کی خبر نہ کرے۔ (یعنی برائی کر کے اس کو کہتے پھرنا اور زیادہ برا ہے۔)

حضرت عائشہؓ کی حالت میں پرجوش تغیر:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور نبی کریم ﷺ اپنی

بات پوری کر چکے تو میرے آنسو تھم گئے۔ یعنی اس طرح رک گئے کہ ایک قطرہ بھی آنکھ میں محسوس نہیں ہوتا تھا۔ میں نے اپنے والد سے کہا: رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ فرمایا ہے اس کا جواب دیجئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: خدا کی قسم! میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ سے کیا کہوں۔

پھر میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو جواب دیجئے۔ انہوں نے بھی یہی کہا کہ میں نہیں جانتی رسول اللہ ﷺ سے کیا عرض کروں؟

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ "میں نے اپنے والدین سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو جواب دیجئے تو انہوں نے کہا: خدا کی قسم! ہم نہیں جانتے کیا جواب دیں۔"

بے لاگ جواب:

آخر میں نے کہا: آپ سب نے یہ باتیں سنیں جو آپ کے دلوں میں بیٹھ گئیں۔ (یعنی آپ سب کو ان باتوں پر یقین آ گیا ہے۔) اب اگر میں یہ کہوں کہ میں ان الزامات سے بری ہوں اور میرا خدا جانتا ہے کہ میں بری ہوں تو آپ لوگ اس پر یقین نہیں کریں گے اور اگر میں ان الزامات کا اقرار کرلوں جبکہ میرا خدا جانتا ہے کہ میں ان سے بری ہوں تو آپ لوگ اس کا یقین کر لیں گے، اس لیے خدا کی قسم! آپ کے اور اپنے لیے میں وہی مثل پیش کر سکتی ہوں جو حضرت یوسف علیہ السلام کے والد کا قول ہے:

فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ

﴿سورۂ یوسف﴾

ترجمہ: "تو صبر اچھا اور اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں ان باتوں پر جو تم بتا رہے ہو۔" (کنزالایمان)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس وقت میں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام یاد کرنے کی کوشش کی مگر باوجود کوشش کے نام یاد نہ آیا۔ ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے یہ آیت پڑھی:

قَالَ اِنَّمَا اَشْكُوْا بَثِّيْ وَ حُزْنِيْۤ اِلَى اللّٰهِ

﴿سورۂ یوسف﴾

ترجمہ: ''میں تو اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ سے ہی کرتا ہوں۔'' (کنزالایمان)

حضرت عائشہؓ کی تمنا:

اس حدیث سے یہ دلیل اور مسئلہ نکالا گیا ہے کہ قرآن کریم کی آیت سے مثال دینا جائز ہے۔ غرض حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میں اٹھی اور اپنے بستر پر لیٹ گئی۔ میں یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے معاملے میں بھی قرآن پاک نازل فرمائے گا جس کی تلاوت ہوا کرے گی۔

ایک اور روایت میں یوں ہے کہ جس کو مسجد میں اور نمازوں میں پڑھا جایا کرے گا کیونکہ میرے نزدیک میری حیثیت اس بات سے کہیں زیادہ کمتر تھی کہ میرے کسی معاملے میں وحی نازل ہو اور اس کی تلاوت ہوا کرے البتہ میں تمنا ضرور کرتی تھی کہ رسول اللہ ﷺ میرے متعلق کوئی خواب دیکھ لیں جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مجھے بری فرما دے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تاثر اور حزن و ملال:

اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں عرب کے کسی گھرانے پر ایسی افتاد نہیں پڑی ہوگی جیسی مجھ پر پڑی ہے۔ خدا کی قسم! جاہلیت کے زمانے میں بھی ہمارے متعلق ایسی بات نہیں کہی گئی جبکہ ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے تھے۔ جیسی اب اسلام کے زمانے میں کہی جا رہی ہے۔ اس کے بعد وہ غصہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف مڑے۔

نزول وحی کے آثار:

اسی وقت دیکھا تو حضور نبی کریم ﷺ پر وہی کیفیت طاری ہوگئی جو وحی کے نزول کے وقت ہوا کرتی تھی، یعنی ایک تنگی اور تکلیف کے سے آثار ظاہر ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو فوراً کپڑا اوڑھا دیا اور آپ کے سر کے نیچے

ایک چمڑے کا تکیہ رکھ دیا۔

آثار وحی پر حضرت عائشہؓ کا اطمینان:

ایک روایت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے یہ الفاظ ہیں کہ جب میں نے حضور نبی کریم ﷺ پر وحی کے آثار دیکھے تو خدا کی قسم! مجھے کوئی گھبراہٹ نہیں ہوئی کیونکہ میں جانتی تھی کہ میں بری ہوں اور اللہ تعالیٰ ظالم اور بے انصاف نہیں ہے۔ مگر جہاں تک میرے والدین کا تعلق ہے تو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ جب تک حضور نبی کریم ﷺ پر سے وہ کیفیت ختم نہیں ہوگئی اور آپ نے وحی کی اطلاع نہیں دیدی۔ اس وقت ان کی یہ حالت تھی کہ میں سمجھتی تھی اس خوف سے ان کی جانیں نکل جائیں گی کہ اللہ تعالیٰ اب ان باتوں کو کھرا کھوٹا ظاہر فرما دے گا جو لوگ کہہ رہے ہیں۔

ام المومنین کو نبی کریم ﷺ کی طرف سے خوشخبری:

آخر حضور نبی کریم ﷺ پر سے وحی کیفیت اور آثار ختم ہوئے تو آپ ہنس رہے تھے اور آپ کی پیشانی کے قطرے اس طرح جھلملا رہے تھے، جیسے موتی ہوں یا چاندی کے دانے ہوں۔ آپ اپنے چہرے مبارک سے پسینے کے قطرے پونچھنے لگے۔ اس وقت آپ نے جو پہلا جملہ ارشاد فرمایا وہ یہ تھا:

"عائشہ! اللہ تعالیٰ نے تمہیں بری کر دیا ہے۔"

نازش عفت:

جبھی میری والدہ نے مجھ سے کہا کہ اٹھ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آؤ۔ میں نے کہا: خدا کی قسم! نہ میں اٹھوں گی اور اللہ کے سوائے کسی کا شکریہ ادا نہ کروں گی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ آیتیں مختلف اوقات میں نازل ہوئیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ پھر حضور نبی کریم ﷺ نے میرا کپڑا کھینچا تو میں نے

اپنے ہاتھ سے ایک طرف کر دیا۔ یعنی آپ کا ہاتھ اپنے کپڑے سے ہٹانے لگی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر مجھے مارنے کیلئے اپنا جوتا اٹھایا، میں ان کو روکنے لگی۔ اس وقت حضور نبی کریم ﷺ ہنسنے لگے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بولے کہ میں تمہیں قسم دیتا ہوں یہ مت کرو۔

عظیم باپ کی عظیم بیٹی:

ایک روایت میں یوں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت میں آیات نازل فرما دیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اٹھ کر بیٹی کے پاس گئے اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آپ نے پہلے ہی میری بات کو کیوں نہیں مانا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''بیٹی! کونسی زمین مجھے پناہ دیتی اگر میں وہ بات کہتا جو مجھے معلوم نہیں تھی۔''

آیات برأت:

اسی روایت اور گزشتہ روایت میں کوئی مخالفت نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے جو پہلی روایت ہے وہ بعد کی رہی ہو۔

- اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے جو آیتیں نازل فرمائیں وہ یہ ہیں:

اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُ وْا بِالْاِ فْکِ عُصْبَةٌ مِّنْکُمْ. لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّکُمْ. بَلْ هُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ. لِکُلِّ امْرِیءٍ مِّنْهُمْ مَّا اکْتَسَبَ مِنَ الْاِ ثْمِ وَالَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ. لَوْ لَا اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَیْرًا وَ قَالُوْا هٰذَا اِفْکٌ مُّبِیْنٌ. لَوْلَا جَآءُ وا عَلَیْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ. فَاِذْ لَمْ یَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِکَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْکٰذِبُوْنَ، تا، وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ.

﴿سورۂ نور﴾

ترجمہ: ''بے شک وہ کہ یہ بڑا بہتان لائے ہیں تمہیں میں کی ایک جماعت ہے

اسے اپنے لیے برا نہ سمجھو بلکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ ان میں یہ شخص کیلئے وہ گناہ ہے جو اس نے کمایا اور ان میں وہ جس نے سب سے بڑا حصہ لیا اس کیلئے بڑا عذاب ہے۔ کیوں نہ ہوا جب تم نے اسے سنا تھا کہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنوں پر نیک گمان کیا ہوتا اور کہتے یہ کھلا بہتان ہے، اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے۔ تو جب گواہ نہ لائے تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔ اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر دنیا اور آخرت میں نہ ہوتی تو جب چرچے میں تم پڑے اس پر تمہیں بڑا عذاب پہنچتا۔ جب تم ایسی بات اپنی زبانوں ایک دوسرے سے سن کر لاتے تھے اور اپنے منہ سے وہ نکالتے تھے جس کا تمہیں علم نہیں اور اسے سہل سمجھتے تھے اور وہ اللہ کے نزدیک بڑی بات ہے۔ اور کیوں نہ ہوا جب تم نے سنا تھا اور کہا ہوتا کہ ہمیں نہیں پہنچتا کہ ایسی بات نہیں۔ الٰہی پاکی ہے تجھے یہ بڑا بہتان ہے۔ اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ اب کبھی ایسا نہ کہنا اگر ایمان رکھتے ہو اور اللہ تمہارے لیے آیتیں صاف بیان فرماتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ اور وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں برا چرچا پھیلے ان کیلئے دردناک عذاب ہے، دنیا اور آخرت میں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی اور یہ اللہ تم پر نہایت مہربان مہر والا ہے۔ (کنزالایمان)

اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے برأت میں دس آیتیں نازل فرمائیں مگر تفسیر بیضاوی میں ہے کہ اٹھارہ آیتیں ہیں۔

علامہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی متعلق برأت کا نزول مسلمانوں کے غزوہ بنی مریسیع (مصطلق) سے مدینے واپس آنے کی سینتیس دن بعد ہوا۔ جیسا کہ بعض مفسرین نے بیان کیا ہے۔

حضرت عائشہؓ پر تہمت تراشی کے متعلق مسئلہ:

اب جو لوگ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف زنا کی منسوب کرتے

ہیں وہ کافر ہوں گے کیونکہ اس طرح نص اور آیات قرآنی کو جھٹلانا اور ان سے انکار ثابت ہوگا اور آیات قرآنی کو جھٹلانے والا کافر ہوتا ہے۔

خواب میں الفاظ دعا کی تعلیم:

کتاب حیات الحیوان میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت ہے کہ جب لوگ تہمت تراشیاں کر رہے تھے تو میں نے خواب میں ایک نوجوان کو دیکھا جس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا بات ہے۔ میں نے کہا کہ لوگ جو کچھ کہہ رہے ہیں، اس کی وجہ سے غمگین ہوں۔ اس نے کہا کہ ان کلمات کے ساتھ دعا کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری پریشانی دور فرمائے گا میں نے کہا وہ دعا کیا ہے تو اس نے کہا یوں دعا کرو:

یا سابغ النعم و یاد افع النقم و یا فارج الغمم و یا کاشف الظلم و یا اعدل من حکم و یا حسیب من ظلم و یا اول بلا بدایۃ و با اخر بلا تھا یۃ اجعل لی من امرئی فرجا و مخرجا

ترجمہ: ”اے نعمتوں کی تکمیل کرنے والے اور اے غموں کو دور کرنے والے، پریشانیوں کو دور کرنے والے، مصیبتوں کے اندھیروں سے نکالنے والے، فیصلوں میں سب سے زیادہ انصاف کرنے والے اور ظالم سے بدلہ لینے والے اور اے اول اور اے آخر! میری اس پریشانی کو دور فرما دے اور میرے لیے گلوخلاصی کی کوئی راہ پیدا فرما دے۔“

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے کہا بہت اچھا۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی اور پھر اللہ تعالیٰ نے میرے لیے سکون یعنی برأت نازل فرما دی۔

چار لوگوں کی چار برأتیں:

بعض علماء نے لکھا ہے کہ چار لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کے ذریعہ بری فرما دیا۔ (۱) حضرت یوسف علیہ السلام زلیخا کے گھر والوں میں سے ایک گواہ اور شاہد کے ذریعہ بری فرمایا۔ (۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کے متعلق یہودیوں کے اس قول

سے بری فرمایا کہ ان سے اعضاء مردانہ میں نقص اور عیب ہے چنانچہ وہ پتھر ان کے کپڑے لے کر فرار ہوا، جس پر کپڑے رکھے تھے۔ (۳) حضرت مریم علیہا السلام کو ان کے بیٹے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جھولنے میں کلام کے ذریعہ بری فرمایا اور (۴) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ان کے متعلق آیات کے ذریعہ بری فرمایا۔

مسطح کے خلاف سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کارروائی:

پیچھے مسطح کا ذکر گزرا ہے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قریبی عزیز تھے اور اس رشتہ داری کی وجہ سے ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے اخراجات اپنے ذمے رلے رکھے تھے۔ پھر یہ کہ مسطح بالکل مفلس اور نادار تھے۔ (اس لیے بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کی خبر گیری کرتے تھے مگر اس موقع پر مسطح نے بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت طرازی میں حصہ لیا۔)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حلف:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیٹی کی برأت نازل ہونے کے بعد حلف کیا کہ آئندہ وہ مسطح پر اپنا کوئی پیسہ خرچ نہیں کریں گے۔

۞ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس وقت یہ کہا:

> ”خدا کی قسم! آئندہ کبھی بھی مسطح پر اپنا مال خرچ نہیں کروں گا۔ اس نے عائشہ کے خلاف جو بہتان باندھا اور ہماری آبرو کے درپے ہو، اس کی وجہ سے آئندہ میری ذات سے اسے کبھی کوئی نفع نہیں پہنچے گا۔“

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسطح کو اپنے گھر سے بھی نکال دیا اور ان سے کہا کہ آئندہ میں کبھی ایک درہم سے بھی تیری خبر گیری نہیں کروں گا اور نہ کبھی تیرے ساتھ شفقت ومحبت کا معاملہ کروں گا۔

۞ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَ لَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ یُّؤْتُوْۤا اُولِی الْقُرْبٰى وَ

الْمَسَاكِيْنَ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لْيَعْفُوْا وَ لْيَصْفَحُوْا اَ لَا يُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ.

﴿سورۂ نور﴾

ترجمہ: ''اور قسم نہ کھائیں اور وہ جو تم میں فضیلت والے اور گنجائش والے ہیں قربت والوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے کی اور چاہیے کہ معاف کریں اور درگزر کریں، کیا تم اسے دوست نہیں رکھتے کہ اللہ تمہاری بخشش کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (کنزالایمان)

قسم کا کفارہ اور مسطح کی امداد:

اسی وقت رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کیا تم اسے پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرما دے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خدا کی قسم! میں یقیناً چاہتا ہوں کہ میری مغفرت ہو۔ پھر وہ مسطح کے پاس گئے اور ان کے جو اخراجات بند کر دیئے تھے وہ پھر جاری کر دیئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: خدا کی قسم! آئندہ میں کبھی مسطح کا خرچہ بند نہیں کروں گا۔

کتاب معجم طبرانی کبیر اور نسائی میں ہے کہ اس تہمت سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسطح کو جو اخراجات اور نفقہ دیا کرتے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے اس کا دوگنا کر دیا۔ یعنی جتنا پہلے دیتے تھے۔ اس آیت کے بعد اس سے دوگناہ دینے لگے۔ ساتھ ہی چونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نفقہ بند کرنے پر قسم کھا چکے تھے۔ اس لیے انہوں نے قسم کا کفارہ ادا کر دیا۔

ایک مسئلہ:

صحیح بخاری میں حضور نبی کریم ﷺ کا ایک ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کام کے کرنے کی قسم کھالے اور اس کے بعد اس سے بہتر دوسرا کام نظر آئے جس میں زیادہ خیر ہو تو وہ یہ دوسرا کام کر سکتا ہے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دے۔

ان دونوں روایتوں کی روشنی میں شافعی فقہاء نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ جس شخص نے کسی جائز کام کے نہ کرنے پر قسم کھالی ہو تو اس کیلئے افضل یہ ہے کہ وہ اپنی قسم توڑ دے اور اس کا کفارہ ادا کردے۔

ایک دلچسپ واقعہ:

یہاں ایک لطیفہ بھی ہے کہ ابن مقری کے بیٹے نے کوئی ایسی حرکت کی جس کی بنا پر سرزنش اور تادیب کے طور پر ابن مقری نے اس کا خرچہ بند کر دیا۔ اس پر ابن مقری کے بیٹے نے اپنے باپ کو یہ شعر لکھ کر بھیجے:

لا تقطعن عادة بر ولا　　　تجعل عقاب المرء في رزقه

فان امر الافک من مسطح　　　يحط قدر النجم من افقه

و قد جرى منه الذي قد جرى　　　و عو تب الصديق في حقه

ترجمہ: ''نیکی کی عادت مت چھوڑو اور کسی کا رزق بند کر کے اس کو سزا نہ دو۔ دیکھو! مسطح کی تہمت تراشی ایسی خوفناک تھی کہ آسمان کے تارے ٹوٹ جاتے۔ اور جو کچھ مسطح نے کیا وہ سب کچھ معلوم ہی ہے لیکن اس کے باوجود جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کا وظیفہ بند کرنا چاہا تو ان سے اس پر بھی مواخذہ فرمایا گیا۔''

✿ اس کے جواب میں ان کے والد نے ان کو یہ شعر لکھ کر بھیجے:

قد يمنع المضطر سمن ميتة　　　اذا عصى بالسير في طرقه

لا نه يقوى على توبة　　　تكون ايصا لا الى رزقه

لولم يتب مسطح من ذنبه　　　ماعو تب الصديق في حقه

ترجمہ: ''کبھی بھوک سے بے تاب شخص کو بھی مردار کھانے سے روک دیا جاتا ہے جبکہ اس کا سفر گناہ کا سفر ہو کیونکہ اس موقع پر رزق کی پابندی سے اسے توبہ کی توفیق ہوگی۔ پھر اس توبہ سے اس کا رزق جاری ہوگا اگر مسطح گناہوں سے توبہ نہ کرتے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان کے

بارے میں تنبیہ نہ کی جاتی۔"

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عالی اوصاف:

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بڑے بلند اوصاف اور خوبیوں کا مالک بنایا تھا جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عالی اوصاف اور بلند خصائل سے موافقت رکھتی تھیں۔

چنانچہ ایک حدیث شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فوراً اپنی جگہ سے سرکے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان بٹھالیا۔ یہ دیکھ کر خوشی ومسرت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک چمکنے لگا اور آپ نے فرمایا کہ بزرگوں کی بزرگی کو بزرگ ہی پہچان سکتے ہیں۔

تہمت کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ سے مشورہ:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب تہمت طرازیوں کا سلسلہ چل رہا تھا اور کافی وقت گزر جانے کے بعد بھی وحی نازل نہیں ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسئلے میں کچھ صحابہ سے مشورہ فرمایا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! عائشہؓ سے آپ کی شادی کس نے کی تھی؟ (یعنی کس نے یہ جوڑی قائم فرمائی تھی؟) آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے ان کی حقیقت کی پردہ پوشی کی ہوگی (یعنی اگر وہ ایسی ہوتیں خوانخواستہ، تو اللہ تعالیٰ ان کو آپ کیلئے منتخب نہ فرماتا۔) پاک ہے وہ ذات اور حقیقت میں یہ زبردست بہتان اور جھوٹی تہمت ہے۔ اس کے بعد وہ آیتیں نازل ہوئی تھیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے:

اسکے بعد نبی کریم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت اسامہ ابن زید رضی اللہ عنہم کو بلایا تا کہ آپ اپنی بیوی یعنی مجھے علیحدہ کرنے نہ کرنے کے بارے میں مشورہ فرمائیں جہاں تک حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے۔ انہوں نے تو یہ کہا کہ یارسول اللہ ﷺ! وہ آپ کی بیوی ہیں، آپ ان کو ہرگز علیحدہ نہ فرمائیں، ان میں ہم نے ہمیشہ خیر اور بھلائی ہی دیکھی ہے۔ مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پر مشورہ دیتے ہوئے یہ کہا:

"یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے کوئی کمی نہیں کی ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ اور بہت سی عورتیں موجود ہیں، آپ کسی اور سے ان کی جگہ پُر کر سکتے ہیں۔"

- ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

"آپ کیلئے عورتوں کی کمی نہیں ہے، آپ ان کو طلاق دے کر کسی دوسری عورت سے نکاح کر لیں۔ (جہاں تک تحقیق حال کا تعلق ہے تو) اگر آپ اس باندی یعنی بریرہ سے پوچھیں تو وہ آپ کو صحیح بات بتلائے گی۔"

بریرہ سے پوچھ گچھ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت بریرہ کا نام اس لیے لیا کہ حضرت بریرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ رہ چکی تھیں۔ یا تو وہ خریداری سے پہلے ان کی خادمہ تھیں یا خریداری کے بعد فتح مکہ کے بعد ان کو آزاد کر دیا گیا تھا۔ اس رائے کے مطابق حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت بریرہ کو بلایا اور فرمایا کہ اے بریرہ! کیا تم نے (عائشہ) کے متعلق کوئی ایسی بات کبھی دیکھی جس سے تم کو شک ہوا ہو۔ بریرہ نے کہا: قسم اس ذات کی! جس نے آپ کو حق اور سچائی دے کر بھیجا کہ میں نے کبھی ان کی کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جس سے ان کا کوئی عیب اور برائی ظاہر ہوتی ہو۔ اس کے سوائے کہ وہ ابھی بہت کم عمر لڑکی ہیں اور گندھا ہوا آٹا چھوڑ کر سو جاتی ہیں

اور بکری آکر اسے کھا جاتی ہے۔ (یعنی وہ تو اس قدر سیدھی سادھی ہیں کہ ان کو آٹے دال کا بھی پتہ نہیں۔ وہ ان چالاکیوں اور برائیوں کو کیا جانیں۔)

بریرہ پر سختی اور ان کی بے لاگ رائے:

یہاں جس لفظ کا ترجمہ بکری کیا گیا ہے۔ وہ لفظ داجن ہے۔ داج کسی بھی پالتو جانور کو کہا جاتا ہے جو گھروں ہی میں رہتے ہے چراگاہ وغیرہ میں نہیں جاتا یہاں اس سے مراد بکری ہے۔ ایک روایت میں یوں ہے:

حضور نبی کریم ﷺ نے بریرہ کو بلایا اور ان سے وہی سوال کیا۔ (جو پیچھے ذکر ہوا) اسی وقت حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور وہ بریرہ کو پکڑ کر بری طرح مارنے لگے۔ ساتھ ہی وہ بریرہ سے کہتے جاتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ سے سچی سچی بات بتلاؤ مگر بریرہ جواب میں یہی کہتی رہیں کہ خدا کی قسم! میں نے ان میں سوائے خیر اور بھلائی کے کچھ نہیں دیکھا۔ میں حضرت عائشہ پر سوائے اس کے اور کوئی الزام نہیں لگا سکتی کہ میں اپنا آٹا گوندھ کر ان سے کہہ جایا کرتی کہ اسے اٹھا کر حفاظت سے رکھ دو مگر وہ سو جاتیں اور بکری آکر سارا آٹا کھا جاتی۔

اس روایت میں بیان ہوا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو مارا۔ جیسا کہ علامہ سہیلی نے کہا ہے۔ جبکہ بریرہ نے کوئی جرم نہیں کیا اور وہ پٹنے کی مستحق نہیں تھیں نہ ہی حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہا نے ان کو مارنے کیلئے حضور نبی کریم ﷺ سے اجازت حاصل کی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بریرہ پر یہ الزام لگایا تھا کہ وہ اصل بات کو چھپا کر اللہ اور اس کے رسول کی خیانت کر رہی تھیں جبکہ اس کو چھپانے کی ان میں طاقت نہیں تھی۔ یہاں تک علامہ سہیلی کا کلام ہے۔

بخاری میں یوں ہے کہ جب حضور نبی کریم ﷺ نے بریرہ سے تحقیق کی تو ایک صحابہ نے بریرہ کو ڈانٹا اور کہا کہ اللہ کے رسول سے سچ سچ بات بتلاؤ۔ انہوں نے کہا: سبحان اللہ! خدا کی قسم! میں ان کے بارے میں وہی جانتی ہوں جو ایک کاریگر اپنی

سونے کی تبر کے بارے میں جانتا ہے۔ (یعنی جیسا کہ سونے کی تبر بنانے والے کو اپنی بنائی ہوئی تبر کے بارے میں پورے یقین سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خالص سونے کی ہے اسی طرح مجھے ان کے بارے میں پورے یقین سے معلوم ہے کہ وہ پاکدامن اور عصمت وعفت مآب ہیں۔)

کتاب امتاع میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ بریرہ کے پاس تشریف لائے اور آپ نے ان سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں پوچھا تو بریرہ نے کہا کہ وہ یعنی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سونے کے کھرے پن سے زیادہ کھری اور پاک صاف ہیں۔ خدا کی قسم! میں نے ان میں خیر اور بھلائی کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔ خدا کی قسم! یارسول اللہ ﷺ اگر وہ ایسی ویسی ہوتیں تو اللہ تعالیٰ یقیناً آپ کو بتلا دیتا۔

حضرت بریرہؓ سے ایک روایت:

جہاں تک حضرت بریرہؓ کا تعلق ہے تو عبدالملک ابن مروان نے ان سے روایت بیان کی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا کہ عبدالملک نے کہا کہ خلافت حاصل ہونے سے پہلے میں مدینہ میں حضرت بریرہؓ کے پاس جا کر بیٹھا کرتا تھا۔ وہ مجھ سے کہا کرتی تھیں کہ عبدالملک مجھے تم میں کچھ خصوصیات نظر آتی ہیں۔ تم اپنے اخلاق کے لحاظ سے اس قابل ہو کہ مسند خلافت تم کو ملے۔ اس لیے اگر واقعی خلافت تم کو مل جائے تو خون ریزی سے اپنا دامن بچانا کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص بغیر حق کے یعنی ظلم کے ذریعہ کسی مسلمان کا خون بہائے گا تو اس کو جنت کے دروازے تک لے جایا کر اور دور سے ہی جنت کا نظارہ کرا کے واپس دھکیل دیا جائے گا۔

ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی رائے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے معاملے میں نبی کریم ﷺ نے ام المومنین حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا سے بھی پوچھا تھا۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تمہیں عائشہؓ کے متعلق کچھ معلوم ہو یا تم نے کوئی بات دیکھی ہو تو بتلاؤ۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: میرے کان بہرے ہو جائیں اگر میں یوں کہہ دوں کہ میں نے سنا ہے کہ جبکہ حقیقت میں، میں نے کچھ نہیں سنا اور میری آنکھیں پھوٹ جائیں اگر میں یوں کہہ دوں کہ میں نے دیکھا ہے حالانکہ حقیقت میں، میں نے کبھی کچھ نہیں دیکھا۔ مجھے ان میں سوائے خیر اور بھلائی کے کبھی کچھ نظر نہیں آیا۔

ایک روایت میں یوں ہے:

''خدا کی قسم! میرے کان آنکھ جاتے رہیں (اگر میں نے کچھ سنا، یا دیکھا ہو) میں نے ان میں خیر ہی خیر دیکھی ہے۔ خدا کی قسم! میں ان کیلئے حاضر و غائب کوئی غلط بات نہیں کہوں گی اور جب کہوں گی صرف حق بات ہی کہوں گی۔''

حضرت زینب رضی اللہ عنہا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ازواج میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہی وہ ہستی تھیں جو حضور نبی کریم ﷺ کے نزدیک محبت و الفت میں میرا مقابلہ کرتی تھیں لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کے باوجود محفوظ رکھا۔ اسی لیے کتاب نور میں ان کو حضرت عائشہ صدیقہ و حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہما کے بعد حضور نبی کریم ﷺ کی ازواج میں سب سے افضل خاتون قرار دیا گیا ہے۔

قرآن پاک میں ہے کہ یہی بات ہے جو اس کو ظاہر کرتی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ازواج میں حضرت عائشہ و حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے افضل خاتون حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہیں۔ (یعنی حضور نبی کریم ﷺ کے دل میں اپنی محبت و منزلت کے لحاظ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہم پلہ وہی تھیں یعنی ایسی صورت میں سوکن کا رشتہ بہت زیادہ ابھرنا چاہیے مگر اس کے باوجود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کیلئے ان کے جو الفاظ ہیں وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عظمت اور انسانی رفعت کو ظاہر کرتے ہیں۔) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان کی

فضیلت بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ میں نے دین کے لحاظ سے زیادہ باخبر اللہ سے ڈرنے والی، سچ بات بولنے والی، رشتہ داروں کی خبر گیری کرنے والی، صدقات دینے والی اور اللہ کا قرب حاصل کرنے کیلئے اپنے نفس کو مارنے والی حضرت زینب بنت جحش سے بڑھ کر کوئی دوسری عورت نہیں دیکھی۔ اسکے سوائے کہ وہ مزاج کی تیز تھیں اور بڑی جلدی انہیں غصہ آ جاتا تھا مگر اتنی ہی تیزی سے ان کا غصہ ختم ہو بھی ہو جاتا تھا۔

نبی کریم ﷺ کا خطبہ اور ابن ابی کی طرف اشارہ:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب وحی کے آنے میں تاخیر ہوئی اور لوگ منتظر تھے تو ایک دن حضور نبی کریم ﷺ نے لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر خطبہ دیا، پہلے آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان فرمائی اور پھر فرمایا:

''لوگوں کو کیا ہو گیا کہ وہ مجھے میری اہل یعنی بیوی کے متعلق تکلیف پہنچاتے ہیں اور میرے اہل کے متعلق خلاف حق بات کہتے ہیں۔''

۞ ایک روایت میں ہے:

حضور نبی کریم ﷺ نے ابن ابی کی اس حرکت پر اس کی طرف اشارہ فرمایا چنانچہ آپ ﷺ نے ممبر پر کھڑے ہو کر فرمایا:

''کون ہے جو اس شخص کے مقابلے میں میری مدد کرے جس نے مجھے میرے اہل کے متعلق ایذا اور تکلیف پہنچائی ہے۔ خدا کی قسم! میں نے اپنے گھر والوں میں سوائے خیر کے کبھی کچھ نہیں دیکھا۔ لوگ اس سلسلے میں ایک شخص یعنی صفوان سلمی کا نام لیتے ہیں، مگر میں نے اس میں سوائے خیر کے کوئی بات نہیں دیکھی۔''

ایک روایت میں ہے کہ ''حالانکہ وہ شخص کبھی ایسے وقت میرے گھر بھی نہیں آتا۔''

ایک اور روایت میں ہے کہ ''وہ شخص میرے حجروں میں سے کسی حجرے میں کبھی ایسے وقت نہیں آتا جب میں موجود نہ ہوں اور میں جب کبھی سفر میں جاتا ہوں تو وہ بھی ہمیشہ میرے ساتھ سفر میں ہوتا ہے، لوگ اس کے متعلق خلاف حق باتیں کہہ رہے ہیں۔''

حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ کی پر جوش پیشکش:

یہ سن کر حضرت سعد بن ابی معاذ رضی اللہ عنہ جو قبیلہ اوس کے سردار تھے کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ یارسول اللہ ﷺ! میں اس شخص سے آپ کو چھٹکارہ دلاؤں گا۔ (جو ایسے بہتان اٹھا رہا ہے۔) اگر وہ قبیلہ اوس کا شخص ہے تو بھی میں اس کی گردن مار دوں گا اور اگر ہمارے خزرجی بھائیوں میں سے ہے تو بھی آپ اس کے متعلق ہمیں حکم دیں، ہم اس حکم کی تعمیل کریں گے۔

حضرت سعد ابن عبادہ رضی اللہ عنہ کا غصہ اور جواب:

حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ سے یہ سنکر قبیلہ خزرج کے سردار حضرت سعد ابن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے، انہیں حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ کی بات پر غیرت آئی (کہ ابن معاذ رضی اللہ عنہ اوس کے سردار ہو کر خزرج کے آدمیوں کے متعلق ایسی بات کہہ رہے ہیں۔)

✡ ایک روایت میں ہے:

انہیں زمانہ جاہلیت کی سی حمیت اور غیرت نے آ دبایا جبکہ وہ ہمیشہ ہی ایک صالح اور نیک مسلمان رہے۔ مگر چونکہ حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ نے ان کی قوم خزرج کا نام لے دیا تھا اس لیے حضرت سعد رضی اللہ عنہ ابن عبادہ کو غصہ آ گیا اور اپنی قوم کی غیرت میں انہوں نے جاہلیت کی سی بات کہہ دی۔ انہوں نے غصہ میں کھڑے ہو کر حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ خدا کی قسم! تم جھوٹے ہو، تم کسی خزرج کے آدمی کو قتل نہیں کر سکتے، تم میں اس کی ہمت ہی نہیں ہے۔

حضرت اُسید حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی حمایت میں:

اسی وقت حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے جو حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی تھے جیسا کہ بیان ہوا اور انہوں نے حضرت سعد ابن عبادہ کو مخاطب کر کے کہا کہ خدا کی قسم! تو خود جھوٹا ہے ہم یقیناً ایسے خزرجی کو بھی قتل کر دیں،

گے اور تو ذلیل ہوگا کیونکہ تو منافق ہے اور منافقوں کی طرف سے لڑ رہا ہے۔ یہاں ان کو منافق کہنے سے مراد یہ ہے کہ تم منافقوں کی سی باتیں کر رہے ہو۔ چنانچہ اسی لیے حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت اسید ابن حضیر رضی اللہ عنہ کا یہ جملہ سن لینے کے باوجود ان کو اس سے منع نہیں کیا۔

اوس وخزرج میں تصادم کا خطرہ:

غرض اس تکرار کے بعد اوس وخزرج کے دونوں قبیلے غضبناک ہوگئے، یہاں تک کہ دونوں قبیلے لڑ جانے پر تل گئے کیونکہ اسلام سے پہلے ان دونوں قبیلوں کے درمیان سخت دشمنی اور نفرت تھی۔ اس وقت جبکہ حضور نبی کریم ﷺ ممبر پر کھڑے ہوئے تھے، یہ دونوں قبیلے لڑنے مرنے کو تیار ہوگئے۔ حضور نبی کریم ﷺ دونوں کو سمجھاتے اور منع کرتے رہے۔ یہاں تک کہ سب لوگ خاموش ہوگئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وہاں یہ سب کچھ ہو رہا تھا اور مجھے معلوم نہیں تھا۔

غلط فہمی پر ایک نظر:

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: یہاں ایک شبہ ہو سکتا ہے کہ ابن معاذ نے یہ ہرگز نہیں کہا تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے اہل کے خلاف بہتان اٹھانے والا شخص اگر قبیلہ خزرج میں سے ہے تو ہم اسے قتل کر دیں گے بلکہ انہوں نے صرف یہ کہا تھا کہ تب ہم حضور نبی کریم ﷺ کے حکم کی تعمیل کریں گے آپ جو بھی فرمائیں۔ لہٰذا اس پر حضرت سعد ابن عبادہ کا اتنا سخت ردعمل سمجھ میں نہیں آتا۔ میں نے اس سلسلے میں ایک کتاب دیکھی جس میں ہے کہ میرے نزدیک بظاہر یہ بات ہے کہ حضرت سعد ابن عبادہ کا یہ شدید اور سخت ردعمل اپنی قوم کی حمیت اور غیرت کی بنا پر نہیں تھا بلکہ ان کا مقصد حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ کے اس دعویٰ کا انکار کرنا تھا کہ وہ اپنی قوم اوس کے ایسے شخص کو قتل کر دیں گے چاہے وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔ یعنی چاہے وہ ظاہری طور پر مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔ یہ انکار اس لیے کیا کہ ایسے شخص کو جو اسلام کا اظہار

کرتا ہو، حضور نبی کریم ﷺ قتل نہیں کرتے تھے۔ (جیسے ابن ابی اور دوسرے منافقین تھے کہ حقیقت میں وہ لوگ منافق تھے مگر ظاہری طور پر چونکہ اسلام قبول کر چکے تھے اس لیے ان کو منافق سمجھنے اور جاننے کے باوجود حضور نبی کریم ﷺ نے قتل نہیں کیا۔) تو گویا حضرت سعد ابن عبادہ رضی اللہ عنہ کا مقصد اس جواب سے یہ تھا کہ ایسی بات مت کہو جو تم نہیں کر سکتے اور جسے کرنے کی تم میں طاقت ہی نہیں ہے کیونکہ ایسی بات کا حکم حضور نبی کریم ﷺ تمہیں دیں گے ہی نہیں۔

اب جہاں تک حضرت اسید ابن حضیر رضی اللہ عنہ کے دخل دینے اور حضرت ابن معاذ رضی اللہ عنہ کی حمایت میں بولنے کا تعلق ہے تو ان کا مقصد اس نازک وقت میں حضور نبی کریم ﷺ کی حمایت اور مدد کرنا تھا جس میں حضور نبی کریم ﷺ نے تہمت تراشوں کے مقابلے میں صحابہ کو اپنی مدد کیلئے پکارا تھا۔ حضرت اسید ابن حضیر رضی اللہ عنہ کا حضرت سعد ابن عبادہ رضی اللہ عنہ کو جھٹلانا اور ان کا انکار کرنا محض لفظی اور ظاہری انکار تھا اگرچہ وہ باطنی اور قلبی طور پر نیک اور مخلص تھے۔ ایسے کتنے ہی لفظ ہوتے ہیں کہ ظاہری طور پر ان کے ذریعہ بولنے والے کی مراد اور دوسرے کی تردید ہوتی ہے حالانکہ حقیقت میں وہ مخاطب کیلئے مخلص ہوتا ہے۔ یہاں تک ان کا حوالہ ہے۔

حضرت ابن عبادہ رضی اللہ عنہ کے عار کا سبب:

ادھر میں نے سیرت ابن ہشام دیکھی۔ جس میں ہے کہ اس موقع پر حضور نبی کریم ﷺ کے سوال کے جواب میں کھڑے ہونے والے حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ تھے، جنہوں نے یہ بات کہی تھی کہ یا رسول اللہ ﷺ! اگر وہ تہمت طراز ہمارے قبیلہ اوس سے تعلق رکھتے ہیں تو آپ کی طرف سے ان لوگوں سے ہم نبٹ لیں گے اور اگر وہ لوگ ہمارے خزرجی بھائیوں میں سے ہیں تو بھی آپ ہمیں حکم دیجئے کیونکہ خدا کی قسم! وہ لوگ اسی لائق ہیں کہ ان کی گردن ماردی جائے۔ اس پر حضرت سعد ابن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم! تو جھوٹا ہے۔ خدا کی قسم!

تو ان کی گردن نہیں مار سکتا۔ خدا کی قسم! تو نے یہ بات صرف اسی لیے کہی ہے کہ تو سمجھتا ہے کہ وہ لوگ ہمارے قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے ہیں اگر ایسے لوگ تیرے قبیلہ اوس کے ہوتے تو ہرگز یہ بات نہ کہتا۔

انہوں نے یہ بات اس لیے کہی کہ عبداللہ ابن ابی جو اس تہمت تراشی کا بانی مبانی تھا اور اسی طرح حضرت حسان ابن ثابت جو اس میں شریک تھے دونوں قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے۔ حسان ابن ثابت کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ وہ بھی اصحاب افک یعنی تہمت تراشوں میں سے تھے۔

بخاری میں یہ ہے کہ حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کے جواب میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں ان تہمت تراشوں کی گردن ماردوں۔ اس پر ایک خزرجی شخص کھڑا ہو گیا۔ حضرت حسان ابن ثابت کی ماں اس شخص کے خاندان میں سے یعنی قبیلہ خزرج سے تھیں۔ اس نے حضرت ابن معاذ رضی اللہ عنہ کو سخت جواب دیتے ہوئے کہا کہ تو جھوٹا ہے خدا کی قسم! اگر وہ لوگ قبیلہ اوس کے ہوتے تو تو کبھی انکی گردن مارنا پسند نہ کرتا۔ اس روایت بعد کوئی اشکال نہیں پیدا ہوتا۔

جہاں تک بخاری کا یہ قول ہے۔ حسان کی ماں اس شخص کے خاندان سے تھیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حسان خود قبیلہ خزرج میں سے نہیں تھے۔ (بلکہ صرف ان کی ماں خزرجی تھیں) جبکہ یہ روایت گزشتہ روایت کے بھی خلاف ہے اور آنے والی اس روایت کے بھی خلاف ہے جس کے مطابق حسان قبیلہ خزرج میں سے تھے۔ لہٰذا اب اس بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ حسان ابن ثابت کی ماں چونکہ خزرجی تھیں لہٰذا صرف اس نسبت کی وجہ سے ہی حسان کو بھی خزرجی کہہ دیا گیا۔ تاہم یہ بات قابل غور ہے۔

گزشتہ روایت میں حضور نبی کریم ﷺ کے خطبہ کے ساتھ ممبر کا ذکر بھی ہے کہ آپ نے ممبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا جبکہ کتاب اصل یعنی ''عیون الاثر'' کے مطابق ممبر کا استعمال آٹھ (۸) ہجری میں شروع ہوا تھا اور تہمت تراشی کا واقعہ ۵ ہجری یا

۶ ہجری کا ہے۔

کتاب نور میں یہ ہے کہ یہاں ممبر سے مراد کوئی بھی اونچی چیز ہے ورنہ وہ کہتے ہیں کہ ممبر کا طریقہ ۸ ہجری میں اختیار کیا گیا تھا۔

لہٰذا اس ممبر سے جو ۶ ہجری میں اختیار کیا گیا مراد یہ ہے کہ وہ مٹی کا بنا ہوا تھا اور جو ممبر ۸ ہجری میں اختیار کیا گیا وہ لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ واللہ اعلم

تہمت تراشوں کو شرعی سزا کا حکم:

پھر تہمت تراشوں کے سلسلے میں آیات نازل ہوئیں:

اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُ و ابا لا فکِ عُصبَۃُ سے اُولٰئِکَ مُبَرَّئُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَ رِزْقٌ کَرِیْمٌ تک ہیں۔

ان آیات افک کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ صحابہ کے مجمع میں تشریف لائے۔ آپ نے خطبہ دیا اور آیتیں تلاوت فرمائیں اور اس کے بعد آپ نے تہمت تراشوں پر شرعی سزا جاری کرنے یعنی ان کے کوڑے لگانے کا حکم دیا۔ ان تہمت تراشوں میں ایک تو منافقوں کا سردار یعنی عبداللہ ابن ابی تھا اور مسلمانوں میں سے یہ لوگ تھے۔ (ایک مسطح، دوسری حمنہ بنت جحش جو ام المومنین حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں، تیسرے ان کے بھائی عبیداللہ ابن جحش جن کو ابواحمد کہا جاتا تھا۔ یہ اندھے تھے مگر بغیر کسی سہارے یا ساتھی کے مکہ کے بالائی و نشیبی حصوں میں جہاں چاہتے گھوما کرتے تھے۔ یہ شاعر تھے اور حضور نبی کریم ﷺ کی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ جہاں تک ان کے بھائی عبداللہ ابن جحش کا تعلق ہے تو وہ غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے۔)

کچھ علماء نے لکھا ہے (عبداللہ ابن ابی سمیت) پانچویں آدمی زید بن رفاعہ تھے مگر ان کے نام میں یہ اشکال ہے جیسا کہ پیچھے بیان ہوا کہ یہ اس وقت مر چکے تھے جب مسلمان مدینہ پہنچے۔ لہٰذا اب یہی کہا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے وہ زید ابن رفاعہ کوئی

دوسرے رہے ہوں لہٰذا یہ زید ابن رفاعہ وہی ہو سکتے ہیں۔

غرض نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کے بعد کہا جاتا ہے کہ حسان ابن ثابت پر حد یعنی شرعی سزا جاری کی گئی جو اسی کوڑے ہے۔ ادھر بعض لوگوں نے کہا ہے کہ گزشتہ روایت کے مطابق حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ نے یہ کہا تھا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں تہمت طراز کے مقابلے میں آپ کی مدد کروں گا۔ مگر یہ راوی کا وہم ہے کیونکہ حقیقت میں یہ بات حضرت اسید ابن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہی تھی جیسا کہ سیرت ابن ہشام کے حوالے سے بیان ہوا۔ مگر کتاب اصل میں ہے کہ اگر اہل مغازی یعنی غزوات کے مؤرخین اس پر متفق ہوتے کہ غزوہ خندق اور غزوہ بنی قریظہ غزوہ بنی مصطلق سے پہلے ہوئے ہیں تو لازمی طور پر یہ وہم ہوگا مگر اہل مغازی میں اس بات پر اختلاف ہے۔

حضرت ابن عبادہ و ابن معاذ میں نبی کریم ﷺ کے ذریعہ مصالحت:

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں یعنی یہ وہم صرف اسی صورت میں لازم آتا ہے جبکہ اس غزوہ بنی مصطلق کو غزوہ قریظہ کے بعد مانا جائے اور پھر کتاب اصل کی طرح اس موقع پر حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ کا نام ذکر کیا جائے چنانچہ ابن اسحاق نے بنی مصطلق کو بنی قریظہ کے بعد مانتے ہوئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جو روایت بیان کی ہے۔ اس میں حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ کے نام کے بجائے حضرت اسید ابن حضیر رضی اللہ عنہ کا نام ذکر کیا ہے۔

کتاب امتاع نے بھی اسی کو درست قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس وہم کو کوئی انسان تسلیم نہیں کر سکتا، مگر اسی کتاب میں ایک روایت ہے جس کے مطابق غزوہ بنی مصطلق غزوہ غزوہ بنی قریظہ سے پہلے ہوا تھا اور یہ کہ اسی بناء پر اس میں حضرت سعد ابن معاذ کا نام ذکر ہونا صرف وہم نہیں ہے۔

وہ روایت یہ ہے کہ حضرت سعد ابن معاذ اور حضرت سعد ابن عبادہ رضی اللہ عنہم کے درمیان یہ لشکر رنجی پیدا ہو جانے کے کچھ عرصہ بعد ایک دن حضور نبی کریم

ﷺ نے حضرت سعد ابن معاذ کا ہاتھ پکڑا اور چند دوسرے لوگوں کے ساتھ ان کو لے کر حضرت سعد ابن عبادہ کے گھر گئے وہاں کچھ دیر ادھر ادھر کی باتیں ہوئیں اور اس کے بعد حضرت سعد ابن عبادہ نے تواضع کے طور پر کھانا لاکر رکھا جس میں سے سب نے کچھ کھایا پیا اور اس کے بعد حضور نبی کریم ﷺ سب کے ساتھ واپس آ گئے۔ پھر کچھ دن بعد ایک روز آپ نے حضرت سعد ابن عبادہ کا ہاتھ پکڑا اور چند دوسرے لوگوں کے ساتھ ان کو حضرت سعد ابن معاذ کے گھر لے گئے وہاں کچھ دیر باتیں ہوتی رہیں، اس دوران میں حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ نے تواضع کے طور پر کھانا لاکر پیش کیا جس میں سے سب نے کچھ کھایا اور اس کے بعد واپس آ گئے۔ اس طرح ان دونوں حضرات اور ان کے متعلقین کے درمیان جو رنجش پیدا ہو گئی تھی وہ ختم ہو گئی۔ روایت کے مطابق اس معاملے میں حضرت سعد ابن معاذ کا نام بخاری ومسلم وغیرہ میں بھی ہے۔ واللہ اعلم

صفوان سلمی نامرد تھے:

کہا جاتا ہے کہ صفوان ابن معطل سلمی کے متعلق جن کی نسبت سے یہ بہتان تراشی ہوئی تھی۔ بعد میں ظاہر ہوا کہ وہ قوت مردانہ سے معذور تھے اور عورتوں کے پاس جانے کے قابل نہیں تھے۔ یعنی ان کے مردانہ عضو نہ ہونے کے برابر تھا اور وہ عنین تھے۔ (اس روایت میں صفوان کیلئے حصور کا لفظ استعمال ہوا ہے۔)

شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہمارے یہاں حصور کے معنی عنین یعنی نامرد کے ہیں۔ اسی بات کی تائید بخاری کی روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ حضرت صفوان نے کبھی کسی عورت کی شرمگاہ دیکھی ہی نہیں تھی یعنی کھولی ہی نہیں تھی۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کا یہی وصف:

حضرت یحییٰ ابن ذکریا علیہ السلام کو بھی حصور کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کی تفسیر میں ایک حدیث شریف ہے کہ ایک دفعہ (جبکہ رسول اللہ ﷺ سے حضرت یحییٰ

علیہ السلام کے متعلق پوچھا گیا غالباً اس تشبیہ سے مراد یہ بتلانا تھا کہ بالکل نرم تھا جس میں سختی قطعاً نہیں تھی۔ (اس سے گویا حصور کے معنی متعین ہوگئے، یہی حصور کا لفظ حضرت صفوان کے متعلق بھی استعمال ہوا ہے۔) لہٰذا دونوں باتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (کیونکہ عضو تناسل تہ ہونے کے برابر ہونے سے یہی مراد ہے اس کا طول و عرض مقصود نہیں بلکہ اس کی سختی مراد ہے۔)

چار ملعون:

مگر کتاب نہر میں حصور کے معنی یہ لکھے ہیں وہ شخص جو قدرت و طاقت ہونے کے باوجود عورتوں کے پاس نہ جائے۔ ان معنی کا وجود اس حدیث سے بھی کسی حد تک ثابت ہوتا ہے جس میں ہے کہ چار شخص ایسے ہیں جن پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہوئی اور اس پر فرشتوں نے آمین کہی۔ ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مردانہ اعضا یعنی عضو تناسل دیا مگر اس نے اپنے آپ کو عورت بنا لیا اور عورتوں کی طرح رہنے لگا۔

دوسری وہ عورت جس کو اللہ تعالیٰ نے مونث بنایا مگر وہ مردوں کی طرح رہنے لگے۔

تیسرے وہ شخص جو کسی نابینا کو جان بوجھ کر غلط راستے پر ڈال دے۔

چوتھے وہ شخص جو حصور بن جائے جبکہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے اس کو حصور یعنی نامرد نہ بنایا ہو سوائے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے۔

لہٰذا حصور ایک بدتر وصف ہے سوائے حضرت یحییٰ علیہ ابن ذکریا علیہ السلام کے کہ ان کیلئے یہ برا وصف نہیں تھا۔ (یعنی ان کے بارے میں خصوصیت سے صرف حضرت یحییٰ علیہ السلام ہی مستثنٰی تھے نہ کہ ان کے علاوہ دوسرے پیغمبر، کیونکہ جہاں تک دوسرے پیغمبروں کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا یہ احسان جتلایا کہ انہیں اولاد دی گئی۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّنْ قَبْلِکَ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجاً وَّ ذُرِّيَّةً

﴿سورۃ الرعد﴾

ترجمہ: ''اور بے شک ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے اور ان کیلئے بیبیاں اور بچے کیے۔'' (کنزالایمان)

ایک قول ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام میں یہ وصف جو پیدا ہوا، وہ ان کے والد حضرت ذکریا علیہ السلام کی خواہش کے اثر سے پیدا ہوا کیونکہ جب انہوں نے حضرت مریم علیہا السلام کا زوج یعنی جوڑے سے منقطع دیکھا تو ان کی دل میں یہ خواہش ہوئی کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی ایک ایسا ہی بیٹا دے جو زوج یعنی جوڑے سے منقطع ہو، چنانچہ ان کے یہاں حضرت یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے جو حصور تھے۔

اسی بات کی تائید اس قول سے بھی ہوتی ہے جو کتاب انس جلیل میں ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام عورتوں کے پاس نہیں جاتے تھے کیونکہ ان کے مردانہ عضو نہیں تھا۔ ان کے متعلق اسی طرح کا قول ہے مگر یہ ناپسندیدہ قول ہے۔

قاضی عیاض نے کتاب شفاء میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے حصور ہونے پر جو بحث کی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ بات جو کہی جاتی ہے یہ ایک نقص اور عیب ہے جو انبیاء کی شان کے خلاف ہے۔ حقیقت میں حصور کے معنی یہ ہیں کہ یحییٰ علیہ السلام گناہوں سے معصوم اور پاک تھے گناہ کی طرف یعنی عورتوں کے پاس جاتے ہی نہیں تھے تو گویا وہ گناہوں کے قریب جانے سے بھی محصور کر دیئے گئے تھے اور انہوں نے اپنی شہوت کو اپنے میں محصور اور قید کر لیا تھا۔ یہاں تک کتاب شفاء کا حوالہ ہے جو قابل غور ہے۔

کیا حضرت حسان تہمت تراشوں میں شامل تھے:

بہرحال اگر حصور کے معنی وہی لیے جائیں جو پہلے بیان ہوئے ہیں تو بھی حضرت صفوان کے شادی شدہ ہونے پر کوئی شبہ نہیں پیدا ہونا چاہیے جیسا کہ پیچھے بیان ہوا ہے کہ ان کی بیوی نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر شوہر کی شکایت کی تھی۔ کیونکہ علامہ ابن جوزی نے اپنے شیخ ناصرالدین کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ

حضرت صفوان نے تہمت تراشی کے اس واقعہ کے بعد شادی کی تھی۔

(پیچھے بیان ہوا ہے کہ حضرت حسان ابن ثابت بھی بہتان طرازی میں شریک تھے) مگر ایک قول یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان لوگوں میں شامل نہیں تھے چنانچہ ان پر جو الزام ہے اس کے مقابلے میں ان کے یہ شعر پیش کیے جاتے ہیں جو انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مدح اور تعریف میں کہے ہیں۔

مھذبة قد طیب اللہ خیمها و طهرها من کل سوء و باطل

فان کنت و قد قلت الذی قد زعمتم فلا رفعت سوطی الی اناملی

و کیف و ودی ماجیت و نصرتی لآل رسول اللہ زین المحافل

ترجمہ: ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نہایت پاکیزہ ہیں اللہ نے ان کی بارگاہ کو پاکیزہ فرمایا ہے اور ہر غلط اور باطل چیز سے انہیں پاک و صاف رکھا۔ اگر تمہارے دعویٰ کے مطابق میں نے وہ بات کہی ہوتی تو میری انگلیاں میرا قلم اٹھانے کے قابل نہ رہتیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ میں ان کے بارے میں ایسی بات کہوں حالانکہ میری تو یہ تمنا ہے کہ جب تک میں زندہ رہوں خانوادۂ رسول کی مدد اور خدمت کرتا رہوں۔''

حضرت حسان کے متعلق حضرت عائشہؓ کی رائے:

چنانچہ علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ لوگوں کی ایک جماعت نے اس بات سے انکار کیا ہے کہ حضرت حسان ابن ثابت بھی تہمت تراشوں کے گروہ میں شامل تھے اور یہ کہ ان کو شرعی سزا کے طور پر کوڑے مارے گئے تھے۔

ادھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک حدیث بھی ہے جس میں انہوں نے حضرت حسان کو اس الزام سے بری کیا ہے۔ چنانچہ زبیر ابن بکار نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جب حضرت حسان ابن ثابت کے متعلق یہ کہا کہ میں امید کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس صلہ میں جنت میں داخل فرمائے گا کہ

ان کی زبان نے رسول اللہ ﷺ کی بے حد تعریف و توصیف کی ہے۔ اس پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا کہ انہوں نے آپ کے متعلق جو کچھ کہا گیا اس کی وجہ سے وہ ان لوگوں میں سے نہیں جن پر دنیا و آخرت میں اللہ نے لعنت فرمائی ہے۔

۞ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ انہوں نے کوئی بات نہیں کہی تھی بلکہ ان کا قول تو یہ ہے:

فان کان ماقد قبل عنی قلته
فلا رفعت سوطی الی انا ملی

ترجمہ: ''اگر وہ بات ہوتی جو لوگ میرے بارے میں کہتے ہیں تو میری انگلیاں میرا قلم اٹھانے کے قابل نہ ہوتیں۔''

اسی قسم کا ایک شعر انس ابن زنیم نے بھی کہا تھا۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا کہ انس نے آپ کی ہجو یعنی برائی میں کچھ شعر کہے ہیں۔ اس پر آپ نے اس کے قتل کا حکم دے دیا۔ یہ بات انس کو معلوم ہوئی تو یہ حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا۔

۞ اس نے پہلے معذرت کی اور پھر کچھ شعر پڑھے جن میں سے ایک یہ ہے:

و نبی رسول اللہ انی هجوته
فلا رفعت سوطی الی اذن یدی

ترجمہ: ''حضور نبی کریم ﷺ کو یہ بتلایا گیا کہ میں نے آپ کی ہجو کی ہے اگر ایسا ہوتا تو اسکے بعد میرے ہاتھ میرا قلم اٹھانے کے قابل بھی نہ رہتے۔

ام المومنین کے دل میں حضرت حسان کا احترام:

بلکہ ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت حسان حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس آتے تو وہ ان کو اجازت دیتیں اور ان کیلئے تکیہ رکھواتیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہا کرتی تھیں کہ حسان کے متعلق کلمہ خیر ہی کہا کرو کیونکہ وہ اپنی

زبان یعنی شاعری کے ذریعہ نبی کریم ﷺ کی طرف سے مدافعت کیا کرتے تھے۔

✿ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ الَّذِیْ تَوَلّٰی كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ

﴿سورۂ نور﴾

ترجمہ: ''اور ان میں جس نے سب سے بڑا حصہ لیا اس کے لیے بڑا عذاب ہے۔ (کنزالایمان)

حضرت حسان آخر میں اندھے ہوگئے تھے اور اندھا ہونا خود ایک زبردست عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ قدرت ہے کہ وہ اسی کو حیلہ اور بہانہ بنا کر ان کی مغفرت فرما دے اور انہیں جنت میں داخل فرما دے۔ اس سلسلے میں یہ اشکال ہے کہ آگے ایک روایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وغیرہ سے ہی آ رہی ہے کہ جس شخص کے متعلق یہ فرمایا گیا ہے اور جس نے اس بہتان میں سب سے بڑا حصہ لیا تھا۔ وہ منافقوں کا سردار عبداللہ ابن ابی ابن سلول تھا لہٰذا یہ بات قابل غور ہے۔

علامہ زہری سے روایت ہے کہ ایک رات میں خلیفہ ابن عبدالملک کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اس وقت اپنے بستر پر لیٹے ہوئے سورۂ نور پڑھ رہے تھے جب وہ اس آیت پر پہنچے کہ ''والذی تولی کبرہ'' تو ایک دم اٹھ کر بیٹھ گئے اور پھر کہنے لگے کہ اے ابوبکر! جس نے تہمت کے معاملے میں سب سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا کیا وہ علی ابن ابوطالب نہیں تھے۔

علامہ زہری کہتے ہیں یہ سن کر میں دل میں سوچنے لگا کہ کیا کہوں، اگر انکار کر دوں تو یقیناً یہ میرے لیے مصیبت پیدا کر دے گا اور میں اس کے شر سے محفوظ نہیں رہوں گا اور اگر ہاں کہہ دوں تو اس کا مطلب ہے ایک نہایت تباہ کن بات کہوں گا۔ آخر پھر میں نے دل میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے پر خیر پیدا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے، لہٰذا میں نے کہہ دیا نہیں۔ یہ سن کر ولید نے جوش وغصہ میں پلنگ کی پٹی پر

ہاتھ مارا اور کہنے لگا کہ پھر کون تھا۔ یہ لفظ اس نے بار بار کہا۔ میں نے جواب دیا: عبداللہ ابن ابی ابن سلول تھا۔

اسی طرح کا واقعہ سلمان ابن یسار کو بھی ہشام ابن عبدالملک کے ساتھ پیش آیا تھا۔ سلمان ابن یسار ایک دن ہشام ابن عبدالملک کے پاس پہنچے۔ اس نے ان سے پوچھا کہ اے ابوسلیمان! جس نے اس طوفان میں سب سے بڑا حصہ لیا تھا وہ کون تھا۔ انہوں نے کہا: عبداللہ ابن ابی ابن سلول۔ اس نے کہا: تم جھوٹ بولتے ہو وہ علی تھے۔'' انہوں نے کہا تیرا ناس ہو، میں جھوٹ بولتا ہوں، ارے! اگر آسمان سے کوئی پکارنے والا یہ پکارے کہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹ کو جائز فرما دیا ہے تو میں اس وقت بھی جھوٹ نہیں بولوں گا۔'' مجھ سے عروہ اور سعید اور عبداللہ اور علقمہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: جس شخص نے اس بہتان میں سب سے بڑا حصہ لیا وہ عبداللہ ابن ابی ابن سلول تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ ایک مرتبہ کسی نے ان کے سامنے برے انداز میں حضرت حسان ابن ثابت کا ذکر کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان لوگوں کو اس سے روکا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ آپ سوائے مومن کے کسی سے محبت نہیں رکھتے اور سوائے منافق کے کسی سے بغض و دشمنی نہیں رکھتے۔

بخاری میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس بات کو ناپسند کرتی تھیں کہ ان کے سامنے حضرت حسان ابن ثابت کو برا بھلا کہا جائے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ یہ شعر حسان ابن ثابت ہی کا ہے کہ

فان ابی و والدتی و عرضی
لعرض محمد منکم و قاء

ترجمہ: ''تم لوگوں کے مقابلے میں میرے ماں باپ اور میری عزت و

آبرو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی عزت و آبرو کیلئے ایک ڈھال اور سپر ہیں۔''
اور اسی شعر کے ذریعہ اللہ تعالیٰ (انشاء اللہ) ان کی مغفرت فرما دے گا۔

شاعر اسلام حضرت حسان ابن ثابت:

بعض علماء نے لکھا ہے کہ قریشی مشرکوں میں سے جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخانہ شعر کہا کرتے تھے، وہ عبداللہ ابن زبعری اور حضور نبی کریم ﷺ کا چچازاد بھائی ابوسفیان، عمرو ابن عاص اور ضرار ابن حرث تھے۔ اس کے مقابلے میں حضرت حسان ابن ثابت نے ارادہ کیا کہ ان شاعروں کی ہجو لکھیں۔ یعنی اشعار میں ان کی عیب جوئی کریں مگر رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم کیسے ان لوگوں کی ہجو لکھنے کا ارادہ کر رہے ہو، جبکہ میں بھی ان ہی میں سے یعنی قریش میں سے ہوں۔ تم کیسے ابوسفیان کی ہجو لکھنے کا ارادہ کرتے ہو جبکہ وہ میرا چچازاد بھائی ہے۔

حضرت حسان نے عرض کیا کہ خدا کی قسم! میں آپ کی ذات کو ان لوگوں میں سے اس صفائی اور آہستگی سے نکال دوں گا جیسے گندھے ہوئے آٹے میں سے بال نکال دیا جاتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے پاس جاؤ کیونکہ وہ تمہارے مقابلے میں قوم کے نسب ناموں کے بہت بڑے عالم ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد حضرت حسان ابن ثابت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تاکہ وہ انہیں قریش کے نسب نامے بتلائیں پھر اس روشنی میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ قریشی شاعروں کی ہجو لکھنے لگے۔ جب ان لوگوں نے حضرت حسان کے ہجو کے شعر سنے تو کہنے لگے کہ ان شعروں میں ابوقحافہ یعنی ابوبکر کا علم جھلک رہا ہے۔

حسان اور ان کے باپ دادا اور پڑدادا کی عمریں:

حضرت حسان ابن ثابت کی عمر ایک سو بیس سال ہوئی جس میں سے آدھی عمر تو جاہلیت میں گزری اور آدھی عمر اسلام میں گزری۔ ان کے والد کی عمر بھی ایک سو بیس سال ہوئی تھی۔ اور اسی طرح ان کے دادا اور پڑدادا کی عمریں بھی اتنی ہی ہوتی

تھیں۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ ان لوگوں یعنی حضرت حسان ابن ثابت اور ان کے باپ دادا اور پڑدادا کے سوا ایسا کوئی خاندان تاریخ میں نہیں ملتا کہ جس میں اولاد در اولاد اتنی اتنی عمریں ہوئی ہوں۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی کمزوری قلب:

حضرت حسان ابن ثابت (مسلمان ہونے کے باوجود) حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ کسی غزوہ میں شریک نہیں ہوئے کیونکہ وہ موت سے بہت ڈرتے تھے۔ اسی لیے لوگ ان کو بزدل کہا کرتے تھے اور اسی وجہ سے غزوہ خندق کے موقع پر (جو مدینہ ہی میں پیش آیا تھا ان کو عورتوں اور بچوں کے ساتھ سراپردہ اور پناہ گاہ میں رکھا گیا تھا۔) حضور نبی کریم ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ایک یہودی کا جو واقعہ پیش آیا تھا اور جس کو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے قتل کر دیا تھا اور اس وقت حضرت حسان ابن ثابت نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے جو کچھ کہا تھا اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حسان بہت ہی زیادہ کمزور دل اور ڈرپوک تھے۔

مگر بعض علماء نے حضرت حسان ابن ثابت کے بزدل ہونے کا انکار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ بات صحیح ہوتی تو اس دور کے شاعران کے خلاف ہجو ضرور لکھتے کیونکہ حضرت حسان دوسرے شاعروں کی ہجو لکھا کرتے تھے اور وہ شاعران کے جواب میں ان کی ہجو لکھا کرتے تھے۔

(جس میں ان شاعروں نے حسان کے خلاف طرح طرح کی باتیں لکھیں)

مگر کسی نے ان کو بزدلی کا طعنہ نہیں دیا اور نہ اس سلسلے میں ان کے خلاف کچھ لکھا۔ جہاں تک غزوہ خندق کے موقع پر ان کو عورتوں اور بچوں کے ساتھ رکھے جانے کا تعلق ہے تو اس وقت شاید حضرت حسان کو کوئی معذوری اور عذر تھا جس کی وجہ سے ان کو سراپردہ اور پناہ گاہ میں رکھا گیا اور یہ میدان جنگ میں حاضر نہ ہو سکے۔ یہاں تک ان بعض علماء کا حوالہ ہے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ اگر بزدلی کے سلسلے میں ان کی ہجو نہیں لکھی گئی تو ممکن ہے اس کی وجہ یہ رہی ہو کہ وہ اپنی کمزوری کو کوئی خامی اور برائی ہی نہ سمجھتے ہوں۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حسان ابن ثابت نے صفوان کی ہجو لکھی تھی جس پر ایک دفعہ صفوان نے غضبناک ہوکر ان کے اوپر تلوار کا ایک زبردست وار کیا جوان کے ہاتھ پر پڑا، اس کے بعد سے ان کا یہ ہاتھ شل اور بے کار ہو گیا تھا۔ حضرت حسان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا جس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان اور صفوان دونوں کو اپنے سامنے طلب کیا اور صفوان کی اس حرکت پر اپنی ناگواری کا اظہار کیا کہ انہوں نے حسان پر ہتھیار اٹھایا اور ان کو چوٹ پہنچائی۔ اس پر صفوان نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! انہوں نے میری ہجو لکھ کر مجھے تکلیف اور ایذاء پہنچائی تھی جس پر مجھے غصہ آ گیا اور میں نے ان پر وار کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسان سے فرمایا کہ حضرت حسان تمہیں جو تکلیف پہنچی ہے، اس کے جواب میں تم اس کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ حضرت حسان نے عرض کیا: کہ میں آپ کیلئے اپنا حق چھوڑتا ہوں۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ صفوان پر میرا جو بھی حق ہے وہ میں آپ کو سونپتا ہوں۔ (یعنی چاہے آپ معاف کر دیں میں آپ کو اختیار دیتا ہوں) آپ نے فرمایا: تم نے بہت اچھا اور احسان کا معاملہ کیا، میں تمہارے دیئے ہوئے اس حق کو قبول کرتا ہوں۔

حضرت حسان کو بئرحا کا تحفہ:

پھر اس کے بدلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان کو ایک باغ عنایت فرمایا جس کا نام بئرحا تھا۔ (اس میں لفظ بئر یعنی کنواں، الگ ہے اور لفظ حا علیحدہ ہے۔) اس لفظ میں ر پر زبر یا زیر پیش تینوں میں سے کوئی بھی حرکت پڑھی جا سکتی ہے۔ جس کے بعد صرف لفظ حا ہے۔ اس باغ کو بئرحا کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جب اونٹ کسی چشمے پر آتے ہیں اور وہاں سے ان کو ڈپٹ کر بھگا دیا جاتا ہے تو ان کو حاحا

کہا جاتا ہے۔ یہاں پر شبہ ہو سکتا ہے کہ قیاس کے لحاظ سے تو لفظ بڑحا میں ر پر صرف پیش پڑھا جانا چاہیے مگر جواب میں کہا جاتا ہے کہ یہ اسم مرکب ہے۔ یہ کنواں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا تھا پھر انہوں نے اس کو حضور نبی کریم ﷺ کے نام پر پیش کر دیا کہ جیسے آپ چاہیں اسے رکھیں۔ (چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ نے اس موقع پر وہ باغ جس میں یہ کنواں تھا حضرت حسان ابن ثابت کو عنایت فرما دیا) بعد میں حضرت حسان نے اس کو امیر معاویہ کے ہاتھ ایک بڑی رقم کے بدلے میں فروخت کر دیا تھا۔

ابوطلحہ اور باغ بئر حا:

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں کہ بخاری میں یوں ہے: حضرت ابوطلحہ انصاریوں میں سب سے زیادہ مالدار شخص تھے اور اپنے مال میں جو چیز انہیں سب سے زیادہ باغ میں جا کر درختوں کے سائے میں تشریف فرما ہوتے اور اس کنوئیں کا پانی پیا کرتے تھے جس میں بہت عمدہ قسم کی خوشبو آتی تھی۔ اسی اثنا میں حضور نبی کریم ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ

﴿سورۂ آل عمران﴾

ترجمہ: ”ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہ خدا میں اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرو۔“ (کنز الایمان)

بئر حا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں:

اسی وقت حضرت ابوطلحہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بولے: یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے: ”تم خیر کامل کو کبھی نہ حاصل کر سکو گے۔“ یہاں تک کہ اپنی پیاری چیز کو خرچ نہ کر دو گے۔ اب میری سب سے محبوب اور پیاری چیز بئر حا ہے، اب وہ اللہ کے نام پر صدقہ ہے میں اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کی خیر اور بھلائی کا امیدوار ہوں لہٰذا یا رسول اللہ ﷺ! آپ جیسے چاہیں اس کو صرف فرما دیں۔ آپ نے فرمایا:

''واہ! یہ بڑا منافع بخش مال ہے۔ یہ بڑا منافع بخش مال ہے۔ تم نے اس سلسلے میں جو کچھ کہا میں نے سن لیا۔ ہم نے اس کو تمہاری طرف سے قبول کر لیا اور اب تمہیں اس کو واپس کرتے ہیں۔ میری رائے ہے کہ تم اس کو رشتہ داروں میں تقسیم کر دو۔''

ابوطلحہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں ایسا ہی کروں گا۔ اس کے بعد انہوں نے اسکو اپنے رشتہ داروں یعنی اپنے گھر والوں اور اپنے چچا کی اولاد میں تقسیم کر دیا۔

بخاری ہی میں ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اس باغ کو اپنے غریب رشتہ داروں میں تقسیم کر دو، چنانچہ ابوطلحہ نے اس کو حضرت حسان ابن ثابت اور ابی ابن کعب کے نام کر دیا، مگر اس روایت میں یہ اشکال ہوتا ہے کہ ابی ابن کعب تو خود مال دار آدمی تھے غریب نہیں تھے۔

نبی کریم ﷺ کی طرف سے حضرت حسان کیلئے سیرین:

بخاری میں حضرت حسان ابن ثابت اور ابی ابن کعب کے ساتھ ابوطلحہ کی رشتہ داری بھی بیان کی گئی ہے اس میں ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ تیسری پشت میں ابوطلحہ کے ساتھ مل جاتے ہیں (یعنی دونوں کے دادا ایک ہی تھے) اور ابی ابن کعب چھٹی پشت میں جا کر حضرت ابوطلحہ کے ساتھ مل جاتے ہیں۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ ابی ابن کعب حضرت ابوطلحہ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔

کتاب امتاع میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت حسان ابن ثابت کو یہ باغ عنایت فرمایا تھا اور اپنی باندی سیرین بھی عنایت فرما دی تھی جو حضرت ماریہ قبطیہ کی بہن تھیں۔ حضرت ماریہ نبی کریم ﷺ کی باندی تھیں جن کے بطن سے نبی کریم ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے تھے۔ غرض نبی کریم ﷺ کی دی ہوئی باندی سیرین سے حضرت حسان ابن ثابت کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام عبدالرحمٰن تھا۔ یہ عبدالرحمٰن اس بات پر فخر کیا کرتے تھے کہ وہ حضور نبی

کریم ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم کے خالہ زاد بھائی ہیں۔ ان سیرین نے رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث بھی روایت کی ہے۔ یہ کہتی ہیں کہ ایک روز حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے صاحبزادے ابراہیم کی قبر میں شکستگی دیکھی، آپ نے اس کو درست کیا اور پھر فرمایا کہ جب بندہ کوئی عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ وہ اسے صحیح اور مکمل طور پر کرے۔

ادھر حضرت سعد ابن عبادہ رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت حسان کو ایک باغ دیا جس سے بڑی زبردست آمدنی حاصل ہوتی تھی۔ اس بارے میں کتاب امتاع میں جو کچھ ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت حسان ابن ثابت اور صفوان کے درمیان جو جھگڑا ہوا تھا تو اس کا سبب حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا یہ شعر تھا۔

امسی الجلابیب قد غروا وقد کبروا

وابن القریعة امسی بیضة البلد

ترجمہ: ''اور پردہ نشین عورتیں مبتلائے غم ہوگئیں اور ان کے شوہر بوڑھے بیکار اور نکھے ہوگئے۔ رہا ابن قریعہ تو وہ شہروں میں آبلہ پائی کرتا پھرتا ہے۔''

یہ شعر صفوان نے سنا تو انہوں نے کہا کہ یہاں جلابیب یعنی پردہ نشین عورت سے مراد میرے خیال میں میرے سوا کوئی نہیں ہے۔ یہ بات گزر چکی ہے کہ یہ لفظ عبداللہ ابن ابی ابن سلول نے مہاجروں کے بارے میں کہا تھا۔ اس شعر میں لفظ ''قریعہ'' جو ہے وہ حسان ابن ثابت کی دادی کا نام تھا ایک قول ہے کہ ان کی والدہ کا نام تھا۔

''قریعۃ الشئ''۔ کسی چیز کے بہترین حصہ کو کہتے ہیں اور قریعۃ القبیلہ سردار قبیلہ کو کہتے ہیں۔ ادھر اس شعر میں بیضۃ البدر برائی اور مذمت کے لیے استعمال کیا گیا ہے جیسا کہ اس مقام کے مناسب ہے ورنہ بیضۃ البلدر جس طرح مذمت اور برائی کے لیے استعمال ہوتا ہے اسی طرح تعریف اور مدح کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص بیضۃ البلدر ہے یعنی اپنی قوم اور بستی میں اپنی

عظمت کے لحاظ سے ایک ہی ایک ہے۔

حسان اور صفوان کا جھگڑا:

غرض کتاب امتاع میں ہے کہ جب حضرت حسان کا یہ شعر صفوان نے سنا اور اس کو اپنی ہجو میں سمجھا تو وہ فوراً تلوار سونت کر حضرت حسان کی طرف روانہ ہوئے جب صفوان حضرت حسان کے پاس پہنچے تو وہ اس وقت اپنی قوم خزرج کی ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے صفوان نے حضرت حسان کو دیکھتے ہی ان پر تلوار کا وار کیا جو انہوں نے گھبراہٹ میں ہاتھ پر روکا لہٰذا ان کے ہاتھ پر ہی وار پڑا۔ یہ دیکھ کر وہاں موجود لوگ ایک دم کھڑے ہو گئے اور انہوں نے صفوان کو پکڑ کر رسی سے۔ باندھ دیا۔ انہیں کھول دیا گیا اور حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لایا گیا۔

حضرت حسان نے شکایت کی کہ یا رسول اللہ ﷺ انہوں نے مجھ پر اس وقت تلوار بلند کی جبکہ میں اپنی قوم کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا اور مجھ پر وار کیا۔ میرے اتنا کاری زخم آیا ہے کہ میں سمجھتا ہوں زندہ نہیں رہ سکوں گا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے صفوان سے پوچھا کہ تم نے انہیں کیوں مارا اور ان پر ہتھیار اٹھایا۔ آپ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی حمایت میں صفوان سے ناگواری اور غصہ کا اظہار فرمایا۔ اس پر صفوان نے وہی جواب دیا جو پیچھے ذکر ہوا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت حسان کی قوم سے کہا کہ صفوان کو قید کر لو اور اگر حسان مر گئے تو صفوان کو قتل کر دینا۔ چنانچہ صفوان کو ان لوگوں نے [illegible] کر لیا۔

جھگڑے میں ابن عبادہ [illegible] اخلت:

اس کے بعد یہ خبر [illegible] خزرج کے سردار حضرت سعد ابن عبادہ رضی اللہ عنہ تک پہنچی وہ اپنی قوم کے لوگوں سے ملے اور انہیں اس بات پر ملامت کی کہ انہوں نے صفوان کو قید کر لیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان کو قید کرنے کا حکم ہمیں رسول اللہ ﷺ نے دیا تھا اور کہا تھا کہ اگر تمہارا آدمی مر جائے تو اس کے بدلے میں صفوان کو قتل کر دینا۔

حضرت سعد نے کہا۔ "خدا کی قسم حضور نبی کریم ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب بات معاف کر دینا ہے۔ یہ فیصلہ آپ نے صرف حق و انصاف کے تحت فرمایا ہے۔ خدا کی قسم میں اس وقت تک نہیں مانوں گا جب تک صفوان کو رہا نہیں کر دیا جاتا۔"

یہ سن کر قوم کو ندامت ہوئی اور انہوں نے صفوان کو چھوڑ دیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ صفوان کو اپنے گھر لائے اور ایک خلعت دیا اور پھر انہیں مسجد نبوی میں حضور نبی کریم ﷺ کے پاس لے کر آئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے انہیں دیکھ کر پوچھا صفوان ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! آپ نے پوچھا انہیں یہ خلعت کس نے پہنایا ہے۔ عرض کیا گیا سعد ابن عبادہ نے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت کا خلعت پہنائے۔

تصفیہ اور انعام:

آپ نے اس کے بعد حضرت حسان سے بات کی کہ وہ صفوان کو معاف کر دیں جس پر حضرت حسان نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! صفوان پر میرا جو بھی حق ہے وہ میں آپ کو سونپتا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم نے احسان کا معاملہ کیا میں تمہارے دیئے ہوئے اختیار کو قبول کرتا ہوں پھر حضور نبی کریم ﷺ نے ان کو اپنی زمین اور اپنی باندی سیرین عنایت فرمائی جو آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی والدہ حضرت ماریہ قبطیہ کی بہن تھیں جیسا کہ بیان ہوا۔

ادھر حضرت سعد ابن عبادہ رضی اللہ عنہ نے بھی ان کو اپنا ایک باغ دیا جس سے بہت بڑی آمدنی ہوتی تھی۔ حضرت عبادہ نے ان کو یہ باغ اس صلہ اور شکر گزاری میں دیا کہ انہوں نے اپنا حق چھوڑ دیا تھا۔

حضرت حسان کی زبان یا شاعری اسلام کی تلوار:

ایک قول ہے کہ آپ نے یہ باندی سیرین ان کو اس سبب سے نہیں دی تھی بلکہ ان کے شعروں کے صلہ میں دی تھی جن کے ذریعہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کی طرف سے مدافعت کیا کرتے تھے۔

حضرت سعد نے کہا۔ ''خدا کی قسم حضور نبی کریم ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب بات معاف کر دینا ہے۔ یہ فیصلہ آپ نے صرف حق و انصاف کے تحت فرمایا ہے۔ خدا کی قسم میں اس وقت تک نہیں مانوں گا جب تک صفوان کو رہا نہیں کر دیا جاتا۔''

یہ سن کر قوم کو ندامت ہوئی اور انہوں نے صفوان کو چھوڑ دیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ صفوان کو اپنے گھر لائے اور ایک خلعت دیا اور پھر انہیں مسجد نبوی میں حضور نبی کریم ﷺ کے پاس لے کر آئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے انہیں دیکھ کر پوچھا صفوان ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! آپ نے پوچھا انہیں یہ خلعت کس نے پہنایا ہے۔ عرض کیا گیا سعد ابن عبادہ نے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت کا خلعت پہنائے۔

تصفیہ اور انعام:

آپ نے اس کے بعد حضرت حسان سے بات کی کہ وہ صفوان کو معاف کر دیں جس پر حضرت حسان نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! صفوان پر میرا جو بھی حق ہے وہ میں آپ کو سونپتا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم نے احسان کا معاملہ کیا میں تمہارے دیئے ہوئے اختیار کو قبول کرتا ہوں پھر حضور نبی کریم ﷺ نے ان کو اپنی زمین اور اپنی باندی سیرین عنایت فرمائی جو آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی والدہ حضرت ماریہ قبطیہ کی بہن تھیں جیسا کہ بیان ہوا۔

ادھر حضرت سعد ابن عبادہ رضی اللہ عنہ نے بھی ان کو اپنا ایک باغ دیا جس سے بہت بڑی آمدنی ہوتی تھی۔ حضرت عبادہ نے ان کو یہ باغ اس صلہ اور شکر گزاری میں دیا کہ انہوں نے اپنا حق چھوڑ دیا تھا۔

حضرت حسان کی زبان یا شاعری اسلام کی تلوار:

ایک قول ہے کہ آپ نے یہ باندی سیرین ان کو اس سبب سے نہیں دی تھی بلکہ ان کے شعروں کے صلہ میں دی تھی جن کے ذریعہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کی طرف سے مدافعت کیا کرتے تھے۔

چنانچہ علامہ ابن عبدالبر کا قول ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی طرف سے اپنی باندی سیرین کو حضرت حسان رضی اللہ عنہ کیلئے دیئے جانے کا جو سبب ہے اس کے متعلق مختلف روایتیں ہیں اور مختلف سندیں ہیں مگر اکثر روایات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ سیرین کو پیش کیا جانا، اس لیے نہیں تھا کہ صفوان نے ان کے تلوار ماری تھی بلکہ حضرت حسان ابن ثابت چونکہ اپنے اشعار کے ذریعے حضور نبی کریم ﷺ کی مدافعت کیا کرتے تھے۔ اس لیے اس خدمت کے صلہ میں آپ نے سیرین کو انہیں بخش دیا تھا۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی زبان:

ایک قول ہے کہ حضرت حسان کی زبان اس قدر لمبی تھی کہ وہ اسے اوپر کی طرف اپنی پیشانی تک پہنچا دیتے تھے اور نیچے کی طرف اپنی گردن سے لگا سکتے تھے، اسی طرح ان کے والد اور دادا کی زبانیں بھی اس قدر لمبی تھیں۔ حضرت حسان اپنی زبان کی تیزی اور تاثیر یعنی اشعار کی تاثیر کے متعلق خود کہا کرتے تھے کہ میری زبان اس قدر تیز ہے کہ خدا کی قسم! اگر میں اس کو پتھر پر رکھ دوں تو پتھر کو پھاڑ دے اور اگر بالوں پر پھیر دوں تو ان کو مونڈ دے۔

ابن ابی پر حد کیوں نہیں لگائی گئی:

(حضرت حسان کی طرح) مسطح بھی اندھے ہو گئے تھے۔ امام بخاری، مسلم، ترمذی اور ابوداؤد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کی ہے کہ تہمت تراشی کے نتیجہ میں رسول اللہ ﷺ نے دو مردوں اور ایک عورت پر حد یعنی شرعی سزا جاری کرنے کا حکم فرمایا تھا۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب کہا ہے۔

ان میں جو عورت تھیں وہ حمنہ بنت جحش تھیں اور دو مرد تھے۔ ان میں سے ایک حمنہ کے بھائی عبیدہ اللہ ابواحمد ابن جحش اور مسطح تھے۔ (یعنی اس روایت میں حسان پر حد جاری کرنے کا ذکر نہیں ہے۔) جہاں تک خبیث عبداللہ ابن ابی کا تعلق ہے (جو بظاہر مسلمان اور دل سے کافر یعنی منافق تھا) اس پر حد جاری نہیں کی گئی کیونکہ حد یا

شرعی سزا دراصل گناہ کا کفارہ ہے اور ابن ابی کفارہ کا اہل اور مستحق نہیں تھا۔ مگر ایک قول یہ ہے کہ چونکہ اس سلسلے میں عبداللہ ابن ابی کے خلاف کوئی گواہ فراہم نہیں ہو سکا، اس لیے اسپر حد جاری نہیں ہو سکی۔ جبکہ ان باقی لوگوں کے خلاف گواہ اور شہادتیں حاصل ہو گئی تھیں۔

ایک قول کے مطابق اس پر حد اس لیے جاری نہیں کی گئی کہ وہ یہ تہمتیں یہ کہہ کر نہیں لگا تا تھا کہ وہ خود ایسا سمجھتا ہے بلکہ یہ کہتا تھا کہ دوسرے لوگ یوں کہتے ہیں۔

کیا ابن ابی کو سزا دی گئی:

مگر طبرانی اور معجم نسائی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ عبداللہ ابن ابی پر حد جاری کی گئی اور دوہری حد جاری کی گئی۔ یعنی اس کو اسی کوڑوں کے بجائے ایک سو ساٹھ کوڑے مارے گئے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہی سزا ہر اس شخص کو دی جاتی ہے جو کسی نبی کی زوجہ پر بہتان اور تہمت لگائے۔ غالباً حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی مراد یہ ہے کہ ایسے شخص کو اگر دوہری سزا دی جائے تو بھی جائز ہے۔ لہٰذا اب یہ بات اس گزشتہ قول کے خلاف نہیں رہتی کہ شرعی سزا اسی کوڑے ہے۔

تمام انبیاء کی بیویاں پاک دامن تھیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ کسی نبی کی بیوی نے کبھی زنا اور ایک روایت کے مطابق فحش کام نہیں کیا۔ اب جہاں حضرت نوح اور حضرت لوط علیہم السلام کی بیویوں کے بارے میں اللہ تعالی کا یہ ارشاد پاک ہے:

كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتَاهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا

عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَ قِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ

﴿سورۂ تحریم﴾

ترجمہ: ''وہ ہمارے بندوں میں دو سزاوار لائق قرب بندوں کے نکاح میں تھیں پھر انہوں نے ان سے دغا کی تو وہ اللہ کے سامنے انہیں کچھ کام نہ آئے اور فرما دیا گیا کہ تم دونوں عورتیں جہنم میں جاؤ جانے والوں کے ساتھ۔ (کنزالایمان)

نبی کی بیوی کافر ہوسکتی ہے زنا کار نہیں:

تو اس سے مراد یہ ہے کہ ان دونوں عورتوں نے ان دونوں پیغمبروں یعنی اپنے شوہروں کو ایذا پہنچائی چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی نے اپنے شوہر کو کہا کہ وہ پاگل اور مجنون ہیں اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی نے اپنے شوہر کے ان مہمانوں کے متعلق لوگوں کو اطلاع دیدی جن کو حضرت لوط علیہ السلام نے چھپایا ہوا تھا۔

ایک قول ہے کہ ایک نبی کی بیوی کا کافر ہونا جائز یعنی ممکن ہے جیسا کہ حضرت نوح اور حضرت لوط علیہم السلام کی بیویاں تھیں مگر نبی کی بیویوں کا فاجر یعنی زنا کار ہونا ممکن نہیں ہے کیونکہ نبی کافروں کی طرف مبعوث اور ظاہر ہوتا ہے تاکہ انہیں حق کی دعوت دے لہٰذا ضروری ہے کہ خود نبی کے ساتھ ایسی کوئی کمزوری اور عیب نہ ہو جو لوگوں کو اس سے متنفر اور بیزار کر دے اور جہاں تک کفر کا تعلق ہے تو وہ ان لوگوں کے نزدیک کوئی عیب اور خامی نہیں ہوگی۔ (کیونکہ وہ خود کافر ہیں) اور جہاں تک فسق و فجور بدکاری کا تعلق ہے تو وہ (ہر ایک شخص کے نزدیک) ایک بہت بڑی خامی اور عیب ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی ازواج پر بہتان طراز کی سزا:

کتاب خصائص صغریٰ میں ہے کہ جس شخص نے حضور نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات پر تہمت لگائی، اس کیلئے ہرگز ہرگز توبہ کا دروازہ نہیں ہے جیسا کہ حضرت ابن

عباس ﷺ وغیرہ نے کہا ہے بلکہ اس کو قتل کرنا ضروری ہے جیسا کہ قاضی عیاض وغیرہ نے کہا ہے۔ ایک قول ہے کہ قتل کی سزا خاص طور پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والے کیلئے ہے اور دوسری ازواج پر تہمت لگانے والے کو دوہری سزا دی جائے گی۔

ازدواج کی پاکدامنی اور گستاخ کی گردن اڑادی:

ایک واقعہ ہے کہ حسن ابن یزید راعی طبرستان کے مشہور اور بڑے لوگوں میں سے تھے۔ یہ ہمیشہ موٹی اون کا لباس پہنا کرتے تھے اور امر بالمعروف یعنی نیک کاموں کا حکم دیا کرتے تھے۔ نیز ہر سال بیس ہزار دینار بغداد بھیجا کرتے تھے تاکہ یہ رقم صحابہ کی اولاد پر خرچ اور تقسیم کر دی جائے۔

ایک دن ان کے پاس ایک شخص آیا جو علوی شیعہ تھا۔ اس نے نہایت گستاخانہ اور بیہودہ انداز میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا۔ حسن ابن یزید نے اپنے غلام سے کہا کہ اس شخص کی گردن مار دو، اس پر علوی لوگ بگڑ کر حسن پر چڑھ دوڑے اور کہنے لگے کہ یہ شخص ہمارے فرقہ اور شیعوں میں سے ہے۔ حسن نے کہا کہ معاذ اللہ اس شخص نے درحقیقت رسول اللہ ﷺ پر طعن کیا ہے۔

✪ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَ الْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ وَ الطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَ الطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ

﴿سورۂ نور﴾

ترجمہ: ''گندیاں گندوں کیلئے اور گندے گندیوں کیلئے اور ستھریاں ستھروں کیلئے اور ستھرے ستھریوں کیلئے۔'' (کنزالایمان)

قرآنی دلیل:

لہٰذا اگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (معاذ اللہ) عورت ہوتیں تو ان کے

شوہر بھی (معاذ اللہ) گندے ہوتے، مگر بے شک رسول اللہ ﷺ اس سے پاک ہیں بلکہ آپ طیب و طاہر اور پاکیزہ ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پاکیزہ، پاک دامن اور طاہرہ ہیں جن کی برأت اور صفائی آسمان پر سے خدا نے فرمائی ہے۔ لہٰذا اے غلام! اس کافر کی گردن مار دے۔ چنانچہ اس علوی شیعہ کی گردن مار دی گئی۔ (اور اس کے بعد مقتول کے علوی ساتھیوں نے اعتراض نہ کیا۔)

مکھیوں کے ذریعہ حضرت عائشہؓ کی برات:

جس زمانے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان طرازی ہو رہی تھی، اس کے دوران رسول اللہ ﷺ اکثر اوقات اپنے گھر یعنی حجرہ مبارکہ میں ہی میں رہتے تھے۔ ایک دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آپ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے اس طوفان کے سلسلہ میں ان سے مشورہ فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ ﷺ! مجھے منافقوں کے جھوٹا ہونے کا یقین ہو چکا ہے۔ میں نے مکھیوں کے ذریعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برات کا ثبوت اور یقین حاصل کر لیا ہے۔ یعنی مکھیاں آپ کے بدن مبارک پر نہیں بیٹھیں۔ لہٰذا جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے بدن مبارک کو مکھیوں تک سے صرف اس بناء پر محفوظ فرما دیا ہے کہ مکھیاں گندگی پر بیٹھتی ہیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تو آپ کی بیوی ہیں۔

(جن کا بدن آپ کے بدن سے اکثر چھوتا ہے لہٰذا ان کے بدن کے پاک صاف ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔)

سائے سے حضرت عائشہؓ کی برات کی دلیل:

پھر اسی دوران ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آپ کے پاس حاضر ہوئے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان سے بھی اس بارے میں مشورہ کیا۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے تو آپ کے سائے کے ذریعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کی دلیل مل گئی ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ

کے سائے کو زمین پر پڑنے سے محفوظ رکھا ہے۔ کیونکہ آپ کے جسم مبارک کا سایہ نہ دھوپ میں زمین پر پڑتا تھا اور نہ چاندنی میں زمین پر پڑتا تھا تاکہ دوسرے چلنے والوں کے قدموں میں پامال نہ ہو۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے سائے تک کو دوسروں کے ذریعہ پامال ہونے سے محفوظ فرما دیا ہے تو وہ تو آپ کی بیوی ہیں، ان کیلئے کیسے یہ بات ممکن ہو سکتی ہے۔

اسی بات کی طرف امام سبکی نے اپنے قصیدہ کے اس شعر میں اشارہ کیا ہے:

لقد نزہ الرحمن ظللک ان بری

علی الارض مبقی فانطوی لمزیۃ

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے آپ کے سائے کو زمین پر پڑنے سے پاک کر دیا تاکہ کسی ہمراہی کے قدموں تلے پامال ہونے سے محفوظ رہے۔''

مسلمانوں کو ایذا رسانی یہود کا مذہب ہے:

یہاں ایک لطیفہ یاد آتا ہے جس کے پیش کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سفر میں تھے اور ان کے ساتھ ایک یہودی بھی چل رہا تھا جب دونوں کی راہیں الگ الگ ہوئیں اور دونوں جدا ہونے لگے تو حضرت عبداللہ نے یہودی سے کہا کہ میں نے سنا ہے تمہارا مذہب ہی مسلمانوں کو تکلیفیں پہنچانا ہے۔ اب اس سفر کے دوران کیا تم میرے ساتھ بھی اس قسم کی کوئی حرکت کر سکے جس سے مجھے ایذاء پہنچے۔

ساتھ ہی حضرت عبداللہ نے اسے قسم دیدی کہ بتلاؤ۔ اس نے کہا کہ اگر آپ مجھے جان کی امان دیں تو میں بتلاؤں۔ حضرت عبداللہ نے اسے امان دیدی تو اس نے کہا کہ اس سفر میں میں اس کے سوا اور کچھ نہ کر سکا کہ جب بھی زمین پر تمہارا سایہ دیکھتا تو اپنے مذہبی جذبے کے تحت میں اسے اپنے پیروں سے پامال کرتا رہا۔

(یہ ہے یہودیوں کی طباشت)

حضرت عائشہؓ کی پاکدامنی پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دلیل:

غرض اس کے بعد اسی دوران حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے بھی اس بارے میں مشورہ کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''میں نے ایک بات سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برات کی دلیل حاصل کی ہے ہم آپ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے اور آپ جوتوں سمیت نماز پڑھا رہے تھے، پھر آپ نے اپنا ایک جوتا اتار دیا تو ہم نے آپ سے عرض کیا کہ یہ بات ہمارے لیے ضرور سنت بن جائے گی۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں جبرئیل علیہ السلام نے مجھے خبر دی تھی۔ اس جوتے میں گندگی لگی ہوئی تھی تو جب آپ کے جوتوں تک میں نجاست ممکن نہیں ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تو آپ کی بیوی ہیں۔ (ان کیلئے کیسے اس قسم کی بات ممکن ہوسکتی ہے۔) یہ سن کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے۔

اب شافعی علماء کو اس حدیث کا جواب دینے کی ضرورت ہے کہ آیا نماز کے دوران کسی نجاست کی وجہ سے ایک جوتا اتارنا اور نماز کا جاری رہنا جائز اور ممکن ہے۔ (کیونکہ شوافع کے نزدیک یہ عمل کثیر ہے جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے جبکہ احناف کے نزدیک ایسا نہیں ہے۔)

تہمت تراشی کے متعلق حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کی بیوی سے گفتگو:

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے (اسی بہتان تراشی کے زمانے میں) اپنی بیوی سے کہا:

''تم دیکھ رہی ہو، اس تہمت تراشی کے سلسلے میں کیا کیا کہا جا رہا ہے۔''

انہوں نے کہا: اگر صفوان کی جگہ آپ ہوتے تو کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرم محترم کیلئے کوئی برا ارادہ کر سکتے تھے۔ حضرت ابوایوب نے کہا: ہرگز نہیں۔ ان کی بیوی نے کہا: ''اور اگر حضرت عائشہ کی جگہ میں ہوتی تو ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہرگز خیانت نہیں کر سکتی تھی (تو جب میں اور تم ایسا نہیں کر سکتے تھے) تو

ظاہر ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مجھ سے کہیں زیادہ بہتر ہیں اور صفوان آپ سے زیادہ بہتر ہیں۔''

سیرت ابن ہشام میں یہ روایت اس طرح ہے کہ جب حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے ان کی بیوی نے کہا: تمہیں معلوم ہے لوگ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کیا کہہ رہے ہیں تو وہ کہنے لگے۔

''ہاں جانتا ہوں اور یہ سب بالکل جھوٹ ہے اور اے ام ابوایوب! (اگر تم ان کی جگہ ہوتیں تو) کیا تم ایسا کرسکتی تھیں۔''

انہوں نے کہا: خدا کی قسم! ہرگز نہیں۔ میں کبھی ایسا نہیں کرسکتی تھی۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ (پھر تم اندازہ کرسکتی ہو کہ) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تو تم سے کہیں زیادہ بہتر ہیں۔

(دونوں روایتوں میں جوفرق ہے وہ قابل غور ہے۔)

﴿ماخوذ سیرت حلبی﴾

جنگ جمل

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قصاص کا مطالبہ:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے محاصرہ کے زمانہ میں حج بیت اللہ کے ارادہ سے مدینہ منورہ سے مکہ روانہ ہوگئی تھیں، مناسک حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ واپس تشریف لا رہی تھی کہ اثنائے سفر میں صرف کے ایک مقام پر ایک شخص عبیداللہ بن ابی سلمہ لیثی سے ملاقات ہوگئی۔ اس سے جب مدینہ منورہ کا حال دریافت کیا تو اس نے حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کی خبر سنائی۔ یہ خبر سن کر آپ کو بہت دکھ ہوا اور آپ نے اعلان کیا کہ امیر المومنین کے خون کا بدلہ لیا جائے گا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا: ''مفسدین نے وہ خون بہایا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا۔ اس مقدس ترین شہر کی عظمتوں کو داغدار کیا جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت گاہ تھا۔ اس مہینہ میں خون ریزی کی جس میں کشت وخون ممنوع تھا۔ وہ مال لوٹا جس کا لینا ان کیلئے جائز نہ تھا۔

اللہ کی قسم! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ایک انگلی بلوائیوں جیسے تمام عالم سے بہتر ہے بے شک وہ جس الزام کے ساتھ حضرت عثمان کی عداوت پر کمربستہ ہوئے تھے، اس سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس طرح پاک وصاف ہوگئے جس طرح سونا کیٹ سے اور کپڑا میل سے پاک ہو جاتا ہے۔'' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مدینہ منورہ جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن حضرمی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے مکہ کے عامل تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا

قصاص لینے والا پہلا شخص میں ہوں۔ یہ سن کر بنوامیہ سے تعلق رکھنے والے تمام وہ لوگ جمع ہوگئے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مکہ چلے آئے تھے۔ ان میں دوسرے لوگوں کے علاوہ حضرت سعید بن العاص اور ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ مدینہ منورہ سے حضرت طلحہ وحضرت زبیر رضی اللہ عنہم مکہ پہنچ چکے تھے۔ بصرہ میں عبداللہ بن عامر اور یمن سے یعلی بن منیہ چھ سو اونٹ اور چھ لاکھ دینار لے کر آئے۔ حضرت طلحہ وحضرت زبیر رضی اللہ عنہم نے تفصیل کے ساتھ مدینہ منورہ کے حالات گوش گزار کیے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت اور قصاص کا مطالبہ خاص طور پر زیر بحث آئے۔ کچھ لوگوں نے شام کی طرف جانے کا مشورہ دیا۔ ابن عامر نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے بتایا کہ شام میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بلوائیوں کی روک تھام کیلئے کافی ہیں اور رائے دی کہ بصرہ کی طرف خروج کیا جائے۔ بصرہ کے لوگوں کا حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی طرف رجحان طبع ہے نیز میرے مراسم بھی وہاں بہت گہرے ہیں جب ہم بصرہ پر قابض ہوگئے تو اہل بصرہ بھی ہمارے ساتھ ''قصاص'' کا مطالبہ کرنے لگیں گے۔ اس طرح ہم زیادہ موثر انداز میں قاتلین عثمان کا مقابلہ کرسکیں گے۔ سب حاضرین نے اس رائے کو پسند کیا اور بصرہ کی طرف خروج کا فیصلہ ہوگیا۔

مکہ سے بصرہ روانگی:

مکہ سے بصرہ کی طرف کوچ کا وقت آیا تو شہر میں اعلان کر دیا گیا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کی طرف روانہ ہو رہے ہیں جو لوگ اسلام سے ہمدردی رکھتے ہیں اور حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا قصاص لینے کے حق میں ہیں، وہ ساتھ مل جائیں جس کے پاس سواری نہ ہوگی اسے سواری فراہم کی جائے گی۔ مکہ مکرمہ سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کم وبیش سولہ سو افراد نکلے۔ اطراف و جوانب سے آکر لوگ شامل

ہوتے گئے۔ اس طرح فوجی دستے کی تعداد تین ہزار ہوگئی۔ حضور نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت عباس ابن عبدالمطلب کی زوجہ محترمہ حضرت ام الفضل مکہ میں قیام پذیر تھیں۔ انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ایک خط لکھا جس میں مکہ کے حالات تفصیل کے ساتھ بیان کیے اور خفیہ طور پر ایک نامہ بر کے ذریعے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا۔ مکہ مکرمہ سے نکلتے ہی نماز کا وقت ہوگیا۔ امامت کے فرائض انجام دینے پر اختلاف رائے پیدا ہوگیا۔ مروان بن الحکم نے اذان دی اور حضرت طلحہ اور حضرتت زبیر رضی اللہ عنہم سے استفسار کیا کہ امامت کے فرائض کون انجام دے گا؟ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ فوراً کہنے لگے: ''میرا باپ'' یہ سن کر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے کہنے لگے: ''میرا باپ'' ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس تنازعہ کو بڑھنے سے روک دیا اور فرمایا: امامت کے فرائض میرا بھانجہ ادا کرے گا۔

(حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے، ان کی والدہ کا نام اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھا۔)

حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کی علیحدگی:

جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئیں تو دیگر امہات المومنین ذات عرق تک ان کے ہمراہ گئیں اور اس مقام سے رو رو کر ان کو الوداع کہی۔ اس مقام پر سعید ابن العاص، مروان بن الحکم کو ساتھ لے کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کے پاس گئے اور پوچھا:

حضرت سعید بن العاصؓ: تمہارے خروج کا مقصد کیا ہے؟

حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما: ''اصلاح احوال۔''

حضرت سعید بن العاصؓ: کیا حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے مظلومانہ قتل کا بدلہ نہیں لیا جائے گا؟''

حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما: ''اس کے بغیر تو اصلاح کی اور کوئی صورت ہی نہیں۔ یہ

مقصد ہمارے پیش نظر ہے۔''

حضرت سعید بن العاصؓ: ''کامیابی کی صورت میں خلیفہ کس کو بنایا جائے گا؟''

حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما: ''اگرچہ یہ سوال قبل از وقت ہے لیکن ایک بات واضح ہے کہ اس کا اختیار لوگوں کو حاصل ہوگا۔''

حضرت سعید بن العاصؓ: ''میں اس سے زیادہ وضاحت کا طلب گار ہوں۔''

حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما: ''ہم دونوں میں سے جس کو لوگ چاہیں گے خلیفہ منتخب کر لیں گے۔''

حضرت سعید بن العاصؓ: ''میری تجویز تو یہ ہے کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے بیٹے کو خلیفہ منتخب کیا جائے۔''

حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما: ''یہ کس طرح ممکن ہے؟''

حضرت سعید بن العاصؓ: ''کیوں! اس میں کیا حرج ہے؟''

حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما: ''اکابر وشیوخ مہاجرین کو نظر انداز کر کے ایک نوعمر لڑکے کو کس طرح خلیفہ بنایا جا سکتا ہے؟''

حضرت سعید بن العاصؓ: ''ایسی صورت میں میں آپ کا ساتھ دینے سے معزور ہوں کیونکہ اس طرح بنی عبد مناف کو خلافت وحکومت سے محروم کیا جا رہا ہے۔''

حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم یہ جواب سن کر خاموش رہے اور حضرت سعید ابن العاص رضی اللہ عنہ واپس چلے گئے۔ ان کے واپس چلے جانے کا نتیجہ یہ نکلا کہ عبداللہ بن خالد مغیرہ بن شعبہ اور قبیلہ ثقیف کے لوگ واپس لوٹ گئے۔

چشمہ حواب کے کتے کس پر بھونکیں گے: (فرمان نبوی)

ایک روز حضور نبی کریم ﷺ تشریف فرما تھے۔ اکثر و بیشتر امہات المومنین حاضر خدمت تھیں۔ اچانک حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کاش مجھے پتہ چل جاتا کہ تم میں سے کس کو دیکھ کر چشمہ حواب کے کتے بھونکنے لگیں گے۔''

ذات عرق سے قافلہ روانہ ہوا۔ ام المومنین کو ایک اونٹ پر سوار کیا گیا جس کا نام عسکر تھا۔ چلتے چلتے چشمہ حواب کے قریب پہنچ گئے۔ قافلہ کو دیکھ کر چشمہ حواب کے کتوں نے بھونکنا شروع کر دیا۔ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: یہ کونسا مقام ہے؟ عرض کیا گیا: یہ چشمہ حواب ہے۔ یہ سننا تھا کہ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بے تاب ہو کر فرمایا: مجھے لوٹاؤ۔ لوٹاؤ۔ آپ نے فوراً اونٹ کی گردن پر تھپکی دے کر اس کو بٹھا دیا اور اونٹ سے اتر پڑیں۔ قافلہ رک گیا۔ آپ نے ایک رات اور ایک دن وہاں پر قیام فرمایا۔ فرمان نبوی (ﷺ) یاد کر کے حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تذبذت کا شکار ہوگئیں۔ طبع مبارکہ پر اضطراب کے آثار نظر آنے لگے۔ اسی عالم میں جب ایک دن گزر گیا تو کسی نے چلا کر کہا: "جلدی کرو، جلدی کرو حضرت علی رضی اللہ عنہ پہنچ گئے۔" یہ سننا تھا کہ قافلہ والے سوار ہو کر تیزی سے روانہ ہو گئے۔ ان کا رخ بصریٰ کی طرف تھا۔ آخر نواح بصریٰ میں جا کر قیام کیا۔

اہل بصرہ کے ساتھ مراسلت:

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جب بصرہ میں داخل ہونا چاہا تو عمیر بن عبداللہ تمیمی نے ازراہ خیر خواہی آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر بصرہ میں داخل ہونے سے روکا اور مشورہ دیا کہ پہلے اہل بصرہ کے ساتھ خط و کتابت کر کے اپنے موقف سے آگاہ کیا جائے اور تعاون پر آمادہ کیا جائے۔ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور آپ کے ساتھیوں کو یہ رائے پسند آئی اور عبداللہ ابن عامر کو اپنا قاصد بنا کر بصرہ بھیجا۔ احنف بن قیس اور دیگر روساء و عمائدین کے نام مرسلے لکھے اور خود حفین کے مقام پر انتظار فرمانے لگیں۔ جب بصرہ کے عامل عثمان بن حنیف کو ان کے آنے کی خبر ملی تو اس نے بھی عمران بن حصین اور ابوالاسود دولی کو اپنا قاصد بنا کر حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم کے پاس بھیجا۔ پہلے یہ دونوں ام المومنین حضرت، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خروج

کا مدعا پوچھا۔ آپ نے فرمایا: بلوائیوں اور فتنہ پردازوں نے ازراہ جفا حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے۔ میں اس لیے نکلی ہوں کہ صحیح حالات سے مسلمانوں کو آگاہ کروں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا قصاص طلب کروں۔ جنگ وجدل اور تخریب کاری ہرگز مقصود نہیں بلکہ میرا مقصود مسلمانوں کی اصلاح ہے۔ اس کے بعد آپ نے قرآن پاک کی آیات قرآنی تلاوت فرمائیں۔

اس کے بعد وہ دونوں شخص حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم سے ملے اور ان سے استفسار کیا کہ ان کے خروج کا مقصد کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ان کے خروج کا مقصد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا قصاص ہے پھر پوچھا: انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی تھی۔ انہوں نے جواب دیا کہ بیعت مشروط اور بحالت مجبوری تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قصاص خون عثمان کی ہماری شرط پوری نہیں کی۔ دونوں قاصدوں نے واپس جا کر عثمانؓ بن حنیف کو سب کچھ بتا دیا۔ عثمان نے جب اپنے قاصدوں سے رائے طلب کی تو انہوں نے خاموشی اختیار کرنے کا مشورہ دیا لیکن عثمان نے کہا: نہیں! میں امیر المومنین کے آنے تک ان کو روکوں گا۔ ہشام بن عامر نے نرمی اور ملاطفت کا رویہ اختیار کرنے اور چشم پوشی کرنے کا مشورہ دیا لیکن عثمان نے اس مشورہ کو بھی رد کر دیا۔

عثمان بن حنیف کی لشکر کشی:

عثمان بن حنیف نے لوگوں کو مقابلہ کیلئے امادہ کرنے کیلئے مسجد میں طلب کیا اور کوفہ کے ایک شخص قیس کو لوگوں کو خطاب کرنے کی دعوت دی۔ عوام میں دونوں فریقوں سے ہمدردیاں رکھنے والے لوگ موجود تھے، اس لیے خیرا خواہاں حضرت طلحہ وحضرت زبیر رضی اللہ عنہم نے اسے تقریر کرنے کا موقع نہ دیا اور اس قدر کنکر برسائیں کہ جلسہ درہم برہم ہوگیا۔ اس کے بعد ام المومنین کوچ کر کے مربد پہنچ گئیں۔ عثمان بن حنیف نے بصرہ سے نکل کرن کا راستہ روک لیا۔ جب بصرہ کے خیر

خواہان طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہم کو خبر ملی تو وہ بھی شہر سے نکل کر ان سے جا ملے۔ جب دونوں فوجیں آمنے سامنے صف بستہ ہوگئیں تو باری باری حضرت طلحہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہم اور ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خطاب فرمایا۔ سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے فضائل اور مناقب بیان کیے گئے۔ ان کی مظلومانہ شہادت کا ذکر کیا گیا۔ بلوائیاں کی طرف سے ہجرت گاہ مصطفوی ﷺ کی بے حرمتی کے واقعات بیان کیے گئے۔ ام المومنین نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے بدلہ لینے کی اہمیت اور ضرورت پر زور دیا۔ آپ نے قرآنی آیات کے حوالے بھی دیئے۔ آپ کی تقریر سے عثمان بن حنیف کے ہمراہی بھی متاثر ہوئے اور ان میں پھوٹ پڑ گئی اور آپس میں ایک دوسرے پر سنگ باری کرنے لگے۔ ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے خیمہ میں تشریف لے گئیں، اسی دوران ایک شخص جاریہ بن قدامہ ام المومنین کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: "اے ام المومنین! اللہ کی قسم! عثمان کا قتل ہونا زیادہ پسندیدہ تھا۔ بہ نسبت اس کے کہ آپ اس ملعون اونٹ پر سوار ہوکر لڑائی کیلئے گھر سے نکلتیں۔ آپ کیلئے اللہ تعالیٰ نے پردہ حرمت مقرر کیا تھا۔ بے شک جو شخص آپ سے لڑنا چاہے اس کا قتل مباح ہے۔ پس اگر آپ اپنی رضامندی سے آئی ہوں تو بہتر ہے کہ مدینہ منورہ واپس چلی جائیں اور اگر بہ جبر واکراہ آئی ہوں تو اللہ تعالیٰ سے استعانت چاہیں اور لوگوں کو واپس چلنے کو کہیں......اس شخص کی تقریر جاری تھی کہ حکیم بن جبلہ نے سواروں کے ایک دستہ کے ساتھ حملہ کردیا۔ حضرت زبیر اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہم نے اس حملہ کو نہایت موثر انداز میں روکا، لڑائی شروع ہوگئی۔ رات کی تاریکی کی وجہ سے لڑائی کی شدت میں کمی آگئی لیکن رات بھر، اکا دکا واقعات رونما ہوتے رہے۔ عثمان بن حنیف قصر امارت کو لوٹ گیا تھا اور ام المومنین مع اپنے ہمراہیوں کے دارالرزق کے میدان میں صف آرا پایا گیا۔ بنی عبدالقیس سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے تعارض کیا تو

حکیم نے اس کا سرتن سے جدا کر دیا۔ اسی طرح ایک عورت بھی اس ظالم کے ہاتھوں جان سے ہاتھ دھو بیٹھی۔ اس کے بعد فریقین میں میدان کارزار گرم ہو گیا، جس میں حکیم بن جبلہ کے کئی ساتھیوں کی جانیں چلی گئیں۔ فریقین کے بے شمار گھائل جنگ جو میدان کارزار میں پڑے تڑپ رہے تھے۔ دن ڈھلے تھکے ماندے حریف صلح کی طرف مائل ہو گئے۔ آخر طے یہ پایا کہ کسی معتبر شخص کو مدینہ بھیجا جائے اور وہ اہل مدینہ سے اس امر کی تحقیق کر کے واپس آئے کہ حضرت طلحہ و حضرت زبیر رضی اللہ عنہم نے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بیعت بہ رضا و رغبت کی تھی یا بکراہت۔ اگر یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ جائے کہ بیعت مشروط اور بحالت مجبوری کی گئی تھی تو عثمان بن حنیف بصرہ ان کیلئے خالی کر دے ورنہ بصورت دیگر حضرت طلحہ و حضرت زبیر رضی اللہ عنہم بصرہ سے واپس چلے جائیں۔

کعب بن سور قاضی کا انتخاب:

فریقین نے متفقہ امور پر تحریر کیے گئے اقرار نامہ پر دستخط کر دیئے۔ مدینہ بھیجنے کیلئے نظر انتخاب کعب بن سور قاضی پر پڑی اور وہ جلد بصرہ سے روانہ ہو گئے۔ مدینہ منورہ پہنچ کر جمعہ کے اجتماع میں انہوں نے اپنی آمد کا مقصد بیان کرتے ہوئے لوگوں سے گواہی طلب کی۔ لوگ مہر بہ لب کھڑے تھے، خوف کے مارے کسی کو یارائے کلام نہ تھا۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے اور اعلان کر دیا کہ حضرت طلحہ و حضرت زبیر رضی اللہ عنہم نے بیعت بکراہت کی تھی۔ یہ سن کر لوگ حضرت اسامہ بن زید پر ٹوٹ پڑے۔ مسلمانوں کی شومئی قسمت ملاحظہ ہو، وہ شخص پٹ رہا تھا جسے چشم زمانہ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اونٹنی پر سوار دیکھا۔ حضرات ابوایوب انصاری اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم نے ان لوگوں کے جبر و تشدد سے بچایا اور اٹھا کر گھر لے گئے۔ کعب بن سور قاضی حالات و واقعات اور حقائق کا مشاہدہ کر کے واپس بصرہ لوٹ گئے۔ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم نے کعب بن سور کی ان کے حق

میں گواہی کے بعد عثمان بن حنیف کو اقرار نامہ پر عمل درآمد کرنے اور بصرہ خالی کرانے پر مذاکرات کیلئے بلایا لیکن اس دوران اسے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا گرامی نامہ مل چکا تھا اور بصرہ خالی کرنے کے اقدام سے روک دیا گیا تھا۔ اس لیے اس نے بصرہ خالی کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم نے یلغار کر دی کہ عثمان بن حنیف کو گھر سے گرفتار کر لیا گیا۔ اس موقع پر کشت وخون بھی ہوا اور کم وبیش چالیس آدمی جان سے جاتے رہے، جن میں سے اکثریت بصرہ والوں کی تھی۔ گرفتاری کے وقت لوگ عثمان بن حنیف پر ٹوٹ پڑے، اور ان کے چہرے کے تمام بال نوچ ڈالے۔ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم نے اس کو لوگوں کے تشدد سے نجات دلائی۔ ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اسے رہا کرنے کا حکم دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اسے شہر بدر کر دیا گیا تھا۔

حکیم بن جبلہ کا دوسرا حملہ: (شکست اور خاتمہ)

عثمان بن حنیف کی گرفتاری کے بعد حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم بصرہ میں داخل ہو گئے اور باری باری لوگوں کو خطبہ دیا۔ حکیم بن جبلہ کو جب عثمان بن حنیف کی گرفتاری کی خبر ملی تو وہ ان کی مدد پر کمر بستہ ہو گیا اور اپنے شمشیر بکف ساتھیوں کو لے کر حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم پر حملہ کر دیا۔ شدید جنگ ہوئی جس میں بصرہ کے کئی افراد مارے گئے۔ حکیم بن جبلہ بھی ان میں شامل تھا۔ بصرہ پر حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کا قبضہ ہو گیا۔ یہ واقعہ ۲۵ ربیع الاوّل ۳۶ ہجری کو پیش آیا۔

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہاں اہل کوفہ، اہل یمامہ اور مدین والوں کو خطوط ارسال کیے اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے خون کا قصاص لینے کے عمل میں مدد کیلئے طلب کیا۔

امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بصرہ کا عزم:

گزشتہ صفحات میں آپ مطالعہ فرما چکے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ کی پچی

ام الفضل زوجہ حضرت عباس ابن عبدالمطلب مکہ کے حالات اور مکہ سے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کی بصرہ کو روانگی کے بارے میں مطلع کر چکی تھیں۔ اس خبر میں امیر المومنین سخت تشویش میں مبتلا ہو گئے اور مکہ کی طرف یلغار کا ارادہ ملتوی کر کے بصرہ کی طرف روانگی کی تیاریاں شروع کر دیں۔ ربیع الثانی ۳۶ ہجری کے آخری دنوں میں مدینہ، کوفہ، مصر اور مکہ کی ایک جمعیت کو ساتھ لے کر بصرہ کی سمت روانہ ہوئے، راستہ میں اچانک مشہور صحابی رسول حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہو گئی۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے آپ کے گھوڑے کی عنان پکڑ کر روک لیا اور کہنے لگے:

''اے امیر المومنین! آپ مدینہ سے تشریف نہ لے جائیں۔ واللہ! اگر آپ یہاں سے نکل گئے تو مسلمانوں کا امیر پھر لوٹ کر یہاں نہیں آئے گا۔''

یہ سن کر لوگ سخت سست کہتے ہوئے ان کی طرف دوڑ پڑے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو یہ کہہ کر ان پر دست درازی سے روک دیا:

''ان سے درگزر کرو۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور اچھے شخص ہیں۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب زبذہ پہنچے تو بصرہ پر حضرت طلحہ و حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کے قبضہ کی خبر ملی، تشویش میں اضافہ ہو گیا۔ ربذہ میں قیام کیا اور یہاں سے متعدد احکام جاری کیے۔ ربذہ میں قیام پذیر تھے کہ قبیلہ طے کی ایک جماعت امداد کیلئے آئی، آپ نے ان کی تعریف کی اور لشکر میں شامل کر لیا۔ ربذہ سے روانہ ہوئے تو راستہ میں کوفہ کا ایک شخص ملا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس سے حضرت ابوموسیٰ عامل کوفہ کے طرز عمل کے بارے میں استفسار کیا تو اس نے جواب دیا کہ اگر آپ صلح کا قصد رکھتے ہیں تو وہ آپ کی اطاعت کریں گے لیکن جنگ کی صورت میں الگ ہو جائیں گے۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر کسی حادثہ کا شکار نہ ہوا تو میرا صلح کے علاوہ اور کوئی قصد نہیں۔ فید سے روانہ ہو کر ثعلبیہ پہنچے اور وہاں سے روانہ ہوئے

تو ذیقار پہنچے۔ اسی مقام پر عثمان بن حنیف ملاقات کیلئے حاضر ہوئے۔

ان کی حالت دیکھ کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بہت دکھ ہوا۔ عثمان بن حنیف نے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا:

''آپ نے مجھے داڑھی کے ساتھ بھیجا تھا اور اب میں داڑھی کے بغیر حاضر ہوا ہوں۔''

امیر المومنین نے اسے دعا دی اور فرمایا: اسے اجر ملے گا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا طرز عمل:

امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابوبکر اور محمد بن جعفر کو اپنا ایک خط دے کر حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تھا، جب انہوں نے جنگ کی صورت میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے بھرپور تعاون اور عملی شرکت کا وعدہ لینا چاہا تو انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا: ''جنگ کیلئے نکلنا دنیا کی راہ ہے اور بیٹھ رہنا آخرت کی۔''

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی بات سن کر کوفہ والوں نے امیر المومنین کے نمائندوں سے تعاون کرنے سے انکار کر دیا۔ اس صورتحال کو دیکھ کر محمد بن ابوبکر اور محمد بن جعفر تشدد پر اتر آئے لیکن حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اپنے موقف سے سرمومنحرف نہ ہوئے اور فرمانے لگے اگر جنگ ضروری ہے تو مفسدین سے جنہوں نے تشدد کی راہ اختیار کرتے ہوئے معصوم حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ دونوں امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کوفہ کے حالات گوش گزار کیے۔ امیر المومنین نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور اشتر کو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس کوفہ بھیجا۔ اپنی بہترین صلاحیتوں کے باوجود وہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو اپنے موقف سے نہ ہٹا سکے۔ ان کی واپسی پر امیر المومنین نے اپنے صاحبزادہ حضرت امام حسن اور حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہم کو کوفہ بھیجا، ان کے آنے کی خبر پا کر حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لے

گئے، جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی آمد کا مقصد بیان کیا تو آپ نے جواب دیا:

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے: عنقریب فتنہ برپا ہوگا، اس میں بیٹھا ہوا شخص کھڑے ہوئے سے بہتر ہوگا۔ کھڑا ہوا شخص پیدل چلنے والے سے بہتر ہوگا اور پیدل چلنے والا سوار سے بہتر ہوگا۔ کل مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں، ان کا خون اور مال ایک دوسرے پر حرام ہے۔''

یہ تقریر سن کر حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ کو سخت غصہ آ گیا اور وہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنے لگے اور لعن طعن کرنے لگے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ تو خاموش رہے لیکن موقع پر موجود ان کے خیر خواہوں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا لیکن حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کو بچا لیا۔

اسی وقت زید بن صوحان حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور اہل کوفہ کے نام ام المومنین کا ایک خط لے کر پہنچا۔ لوگوں کے منع کرنے کے باوجود خط پڑھنا شروع کر دیا، وہاں امیر المومنین کے خیر خواہ بھی موجود تھے، انہوں نے زید پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ لوگوں کو لڑنے سے منع کرتے رہے۔

اشتر دوبارہ کوفہ آیا اور اس مرتبہ اس نے تشدد کا راستہ اختیار کیا۔ لوگوں نے ایک بڑے گروہ کے ساتھ دارالامارت پر چڑھ دوڑا اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے سامنے دو شرائط پیش کیں۔ (۱) یہ کہ ہر حال میں امیر المومنین کے ساتھ تعاون کریں اگر ایسا نہیں کر سکتے تو شام تک کوفہ سے نکل جائیں۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بلا ادنی تردد اسی وقت کوفہ چھوڑنے کیلئے تیار ہوگئے۔ اشتر کے ساتھ آئے ہوئے لوگوں نے ان کے مال و اسباب کو لوٹ لینا چاہا لیکن اشتر نے کچھ سوچ کر لوگوں کو اس اقدام سے منع کر دیا۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ اور اشتر کوفہ والوں کو لے کر ذی قار کے مقام پر امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

﴿ تاریخ ابن خلدون ﴾

حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ ام المومنین کی خدمت میں اور......مصالحت کی کوشش:

جب فریقین اپنی اپنی جمعیت کے ساتھ ہر طرح تیار ہو گئے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت قعقاع صحابی رسول ﷺ کو مصالحتی کوششوں کے سلسلہ میں ام المومنین کی خدمت میں بھیجا۔ ان کو مختلف امور کے بارے میں ضروری ہدایات دینے کے بعد اجازت دی کہ اگر دوران گفتگو کوئی نیا مسئلہ پیش آئے تو تمہیں اختیار حاصل ہوگا کہ اپنے اجتہاد کو کام میں لاؤ اور اس کا مناسب جواب دو۔ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ ام المومنین کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے:

حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ: ''اے ام المومنین! آپ کو کس چیز نے خروج پر آمادہ کیا ہے؟''

ام المومنینؓ: ''لوگوں کے اختلاف اور ان کی اصلاح کے خیال نے۔''

حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ: ''آپ حضرت طلحہ و حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کو بلوائیے تاکہ آپ کے سامنے ان سے گفت و شنید ہو سکے۔''

ام المومنین نے دونوں حضرات کو بلوا بھیجا، جب وہ تشریف لے آئے تو گفتگو کا آغاز کچھ یوں ہوا۔

حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ: ''میں نے ام المومنین سے سوال کیا تھا کہ کس چیز نے ان کو خروج پر آمادہ کیا۔ آپ سے بھی وہی سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔''

حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما: ''ام المومنین کا جواب ہی ہمارا جواب ہے۔''

میرا سوال یہ ہے کہ آپ اصلاح کیلئے کیا طریق کار اختیار کرنا چاہتے ہیں؟

حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما: ''ہم چاہتے ہیں کہ قاتلین عثمان سے قصاص لیا جائے، اگر ایسا نہ کیا گیا تو تعلیمات قرآنی کے خلاف ہوگا۔''

حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ: ''یہ حق بات ہے، ہم بھی اس سے اتفاق کرتے ہیں لیکن آپ نے جو طریق کار اختیار کیا وہ مناسب نہیں ہے۔ بصرہ کے جن چھ سو افراد کو آپ نے قتل کر ڈالا، وہ عثمان ذوالنورین کے قاتل نہیں تھے، اس طرح کی

کارروائیوں سے اختلاف امت کم نہیں ہوگا زیادہ ہوگا۔"

ام المومنینؓ: (قعقاع کو مخاطب کرتے ہوئے) "پھر تمہاری رائے کیا ہے؟"

حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ: آپ ام المومنین ہیں، ہمارے لیے خیر و برکت کی کلید ہیں۔ ہمیں اس خیر و برکت سے محروم کر کے فتنہ و بلا میں مبتلا نہ کریں، ورنہ خود آپ کو آزمائش میں سے گزرنا پڑے گا۔ آیئے مصالحت سے کام لیں مل کر اختلافات کی خلیج کو پاٹ دیں، جب فتنہ دم توڑ جائے تو مل کر قصاص لیں تاکہ تعلیمات قرآنی پر بھی عمل ہو اور مسلمانوں کو عافیت حاصل ہو۔"

حضرت ام المومنینؓ: "تمہاری رائے صائب ہے ہم اس کو قبول کرنے کیلئے تیار ہیں، بشرطیکہ علی بھی آمادہ ہوں۔"

حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ: "میں ابھی جا کر ان سے بات کرتا ہوں، مجھے یقین ہے کہ وہ نہ صرف اس کو قبول کریں گے بلکہ خوش بھی ہوں گے۔"

حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما: "اگر امیر المومنینؓ کو خوشی ہوگی تو اتحاد بین المسلمین سے یقیناً ہمیں بھی قلبی مسرت ہوگی۔"

مفسدین کی شرارت اور آغاز جنگ:

جنگ جمل وہ جنگ ہے جس کے تذکرہ سے تاریخ اسلام کا سینہ داغدار ہو گیا۔ فریقین جنگ میں سے ایک کی سربراہی وہ معزز و محترم خاتون کر رہی تھیں جن کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بے پناہ اعتماد حاصل تھا، جن کو ام المومنین ہونے کا شرف حاصل تھا۔ جن کے حجرہ میں ہادی برحق نے آخری ایام گزارے، جن کا حجرہ قیامت تک سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آرام گاہ قرار پایا۔ وہ خاتون ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ دوسرے فریق کی سربراہی اس مرد ذی وقار کے ہاتھ میں تھی جس نے زیر سایہ رسول مقبول پرورش پائی۔ جسے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لخت جگر فاطمہ بتول خاتون جنت کا رشتہ عطا فرمایا تھا۔ وہ [illegible]

حیدر کرار علی ابن ابی طالب تھے۔

- انہیں آپس میں لڑنا زیبا نہیں تھا......
- انہیں جنگ نہیں کرنا چاہیے تھی......
- انہوں نے کب آپس میں جنگ کی!

چشم زمانہ گواہ ہے ان فیض یافتگان بزم رسالت نے اپنی مرضی سے جنگ نہیں کی۔ انہیں جدال وقتال کی بھٹی میں دغابازی اور فریب کاری سے جھونک دیا گیا۔ مصالحانہ کوششیں بارآور ہو چکی تھی دونو فریق "پہلے اتفاق واتحاد اور اصلاح احوال اور پھر قصاص" کے فارمولہ پر متفق ہو چکے تھے لیکن اتحاد بین المسلمین شرپسندوں اور اسلام دشمنوں کو بھلا کب راس آتا تھا!

عبداللہ ابن سبا کے پیروکار۔ امیر المومنین عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے قاتل رات کی تاریکی میں سر جوڑ کر بیٹھ گئے اور یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اگر مصالحت ہوگئی تو ان پر عرصہ حیات تنگ ہو جائے گا۔ ان سے یقیناً قصاص لیا جائے گا۔ ان کی گردنیں ماردی جائیں گی۔ بھلا ان کو یہ سب باتیں کب گوارا تھیں۔ پس انہوں نے اپنے تحفظ کے لیے مکروفریب کا جال بچھا دیا جس میں صیدزبوں کی طرح پھنس کر ہزاروں مسلمان جانیں کھو بیٹھے۔ فریقین مہینوں کے تھکے ماندے مصالحت کی خوشی میں میٹھی نیند کے مزے لوٹ رہے تھے کہ فریب کاروں نے بیک وقت دونوں پر حملہ کر دیا۔ نیندیں اچاٹ ہوگئیں۔ خواب بکھر گئے۔ اٹھے شمشیر وسناں کی طرف لپکے اور جدال و قتال کی چکی میں پستے چلے گئے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گروہ نے یہ سمجھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حیدر کرار کے گروہ نے عہد توڑ ڈالا اور ام المومنین کے گروہ نے دوسرے گروہ کے بارے میں یہی خیال کیا۔

حضرت طلحہ وحضرت زبیر رضی اللہ عنہم نے تیروں کی بوچھاڑ دیکھی اور شوروغوغہ کی وجہ دریافت کی انہیں بتایا گیا کہ اہل کوفہ نے پو پھٹتے ہی حملہ کر دیا۔ دونوں یک

زبان ہو کر پکار اٹھے:

''افسوس! علی خونریزی کیے بغیر نہ مانیں گے۔''

دوسری طرف امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ شوروغل کر خیمہ سے باہر نکلے تو شرپسندوں کی طرف سے مقرر کیے گئے ایک فتنہ پرداز نے دہائی دیتے ہوئے کہا کہ بصرہ والوں نے حملہ کر دیا ہے اور ان کا گروہ تیر برساتا ہوا امڈا چلا آتا ہے۔

✿ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

''افسوس! طلحہ وزبیر خون ریزی کیے بغیر نہ مانیں گے۔''

اس کے بعد امیر المومنین اپنے گھوڑے پر سوار ہو گئے اور افسران لشکر کو میمنہ اور میسرہ پر مامور کرنے لگے۔ پھر جنگ چھڑ گئی اور ایسی شدت اختیار کی کہ کسی کو سننے سنانے یا سمجھنے سمجھانے کا موقعہ ہی نہ ملا۔ البتہ کعب رضی اللہ عنہ بن سور ام المومنین کی خدمت حاضر ہو کر عرض کرنے لگے:

''اے مومنوں کی ماں! جنگ پوری حشر سامانیوں کے ساتھ شروع ہو گئی ہے۔ مسلمانوں کی تلواریں مسلمانوں کی گردنیں کاٹ رہی ہیں مسلمانوں کے نیزے مسلمانوں کے سینے چاک کر رہے ہیں۔ اٹھئے! اور موقعہ جنگ پر تشریف لے چلئے ہو سکتا ہے آپ کو دیکھ اللہ مصالحت کی کوئی صورت پیدا کر دے۔''

ام المومنین کو ایک ہودج میں بٹھا کر اونٹ پر سوار کرایا گیا ہودج کو زرہیں پہنا دی گئیں اور آپ کی سواری کو ایک ایسے مقام پر لا کر کھڑا کیا گیا جہاں سے جنگ کا منظر بخوبی نظر آتا تھا۔ تھوڑی دیر جنگ جاری رہی اور بصرہ والوں کے پاؤں میدان جنگ سے اکھڑ گئے اور وہ پیچھے ہٹ گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کو تعاقب کرنے سے منع کر دیا۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت:

ابتدائی حملوں کے دوران ہی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں ایک تیر لگا جس

سے خون کی رگ کٹ گئی اور خون تیزی سے بہنے لگا خون کی کمی کی وجہ سے نقاہت بہت زیادہ ہوگئی۔ درد نے بے حال کر دیا۔ غلام آپ کو بصرہ لے گیا لیکن بصرہ پہنچتے پہنچتے بے ہوشی طاری ہوگئی اور جلد ہی خون زیادہ نکل جانے کی وجہ سے وفات پا گئے۔

﴿ تاریخ ابن خلدون ﴾

(کہا جاتا ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی حالت دیکھ کر حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور کہنے لگے ابومحراب! تم اپنا مقصد حاصل کرنے سے معذور ہو گئے ہو۔ بہتر ہے بصرہ چلے جاؤ۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس رائے کو پسند کیا اور اپنے غلام کے ساتھ بصرہ چلے گئے اور وہاں جا کر وفات پائی۔)

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت:

مفسدین کی فریب کاری اور فتنہ پردازی کے نتیجہ میں جب دونو لشکر یلغار کرتے ہوئے آمنے سامنے آگئے تو اس قدر قریب ہو گئے کہ گھوڑوں کی گردنیں ایک دوسرے کو چھونے لگیں۔ اس موقعہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب آنکھ اٹھا کر دیکھا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو اپنے سامنے پایا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بھی قریب ہی نظر آئے۔

✿ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

''تم لوگوں نے آلات حرب، سواروں اور پیادوں کو جمع کر کے میرے ساتھ عداوت کی ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس عداوت کی کوئی وجہ ہے؟

✿ کیا میں تمہارا دینی بھائی نہیں ہوں؟

✿ کیا تم پر میرا خون اور مجھ پر تمہارا خون حرام نہیں ہے؟

✿ کیا کوئی ایسا امر بتا سکو گے کہ جس کی وجہ سے میرا خون تم پر مباح ہو؟''

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ! کیا قاتلین عثمان تمہارے ساتھ نہیں مل گئے؟ کیا اس سے تم پر قتل کی سازش میں شریک ہونے کا الزام عائد نہیں ہوتا؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ: ''اللہ کی پناہ جو اپنے دین کو پورا کرنے والا ہے۔ میں قاتلین

عثمان پر لعنت بھیجتا ہوں۔ اللہ بھی ان پر لعنت بھیجے گا۔"

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ: "بے شک اللہ اپنے دین کو پورا کرنے والا ہے!"

حضرت علی رضی اللہ عنہ: "اے طلحہ! کیا تم نے میری بیعت نہیں کی تھی؟"

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ: بیعت کی تھی لیکن مشروط اور بحالت مجبوری۔ کیا آپ نے "قصاص" کی شرط پوری کی؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ: اے زبیر رضی اللہ عنہ! کیا تمہیں وہ دن یاد ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں فرمایا تھا "بے شک! تم ایک ایسے شخص سے لڑو گے جس پر زیادتی کرنے والے تم ہی ہو گے۔"

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ: "ہاں! مجھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ حکم یاد آ گیا۔ کاش مجھے پہلے یاد آ جاتا۔ اب میں ہرگز آپ کے ساتھ نہیں لڑوں گا"

اس گفتگو کے بعد دونوں لشکر پیچھے ہٹ گئے اور مصالحت کی گفتگو کی راہ کھل گئی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی علیحدگی کا اعلان کر دیا۔ اگرچہ ان کے گروہ کے بعض لوگوں نے انہیں طعن و تشنیع کا نشانہ بھی بنایا لیکن انہوں نے پرواہ نہ کی کیونکہ انہیں اپنے آقا کا فرمان یاد آ چکا تھا اور وہ اس سے برمو انحراف نہ کر سکتے تھے۔ وہ اپنے لشکر سے علیحدہ ہو کر "السباع" کی جانب چلے گئے۔ راستہ میں احنف بن قیس کے لشکر سے مڈبھیڑ ہو گئی اور کسی نے تعارض نہ کیا البتہ ایک کم ظرف، نصیب سوختہ، فتنہ پرور عمر بن الجرموز تعاقب میں روانہ ہو گیا۔ جب آپ نے اسے دیکھ لیا اور تعاقب کی وجہ پوچھی تو ایک مسئلہ پوچھنے کا بہانہ کر دیا۔

نماز کا وقت آیا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نماز کی ادائیگی کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ظالم نے عین حالت نماز میں حملہ کر کے شہید کر دیا۔ گھوڑا ہتھیار اور انگوٹھی لے کر چلتا بنا۔ جب احنف کو جا کر فخریہ انداز میں بتایا تو وہ کہنے لگا کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ تو نے اچھا کام کیا ہے یا برا۔

پھر وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خیمہ پر جا کھڑا ہوا اور کہلا بھیجا کہ زبیر (رضی اللہ عنہ) کا قاتل ملاقات کا طالب ہے۔

✿ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دربان کو فرمایا:

''اسے باریابی کی اجازت دے دو لیکن جہنم کی بشارت کے ساتھ۔''

حضرت کعب رضی اللہ عنہ شاہراہ شہادت پر:

حضرت کعب رضی اللہ عنہ ازراہ خلوص اہل ایمان کی جانوں کے اتلاف کو روکنے کے لیے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو عماری میں سوار کر کے میدان جنگ میں ایک نمایاں مقام پر کھڑے ہو گئے۔ مخالف گروہ کے آبرو باختہ گروہ (مفسدین) نے اپنے تیروں کا رخ ان کی طرف پھیر دیا۔

یہ دیکھ کر بصرہ والے جو دور پیچھے ہٹ گئے تھے لوٹ آئے اور ایسی گھمسان کی جنگ ہوئی کہ ہزاروں جانیں تلف ہو گئیں۔

✿ ام المومنین نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

''ناقہ کو چھوڑ دو اور قرآن لے کر صف لشکر سے نکل کر میدان میں جاؤ اور اس کے محاکمہ کی طرف لوگوں کو بلاؤ۔''

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے حکم کی تعمیل کی اور اللہ کے پاکیزہ ترین کلام کو ادب و احترام کے ساتھ سر سے بلند کیے میدان میں جا کھڑے ہوئے۔ مفسدین کو کب گوارہ تھا کہ قرآن کا فیصلہ مانا جائے اس طرح تو وہ ''قصاص'' میں دھر لیئے جاتے چنانچہ انہوں نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو تیروں کی باڑھ پر رکھ لیا اور وہ صحابی رسول ﷺ وہ خیر خواہ مت مسلمہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ خلوص نیت سے جنگ کے بھڑکتے ہوئے الاؤ کو ٹھنڈا کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے سوچا کہ جب تک ام المومنین کی ناقہ میدان میں موجود ہے جنگ نہیں رکے گی کیونکہ وہ دیکھ رہے تھے کہ لوگ پروانہ وار ناقہ کے سامنے جانوں

کے نذرانے پیش کر رہے تھے۔ انہوں نے ایک گروہ کو اس امر پر مقرر فرمایا کہ جانوں کی پرواہ کیے بغیر ناقہ کو بٹھانے کی کوشش کرو خواہ اس مقصد کے حصول کیلئے ناقہ کی کونچیں ہی کیوں نہ کاٹنا پڑیں۔

﴿تاریخ ابن خلدون﴾

جنگ کا خاتمہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان پا کر چند افراد نے ناقہ پر حملہ کر کے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ ناقہ چلا کر گر پڑا۔ ناقہ کے گرتے ہی جنگ کا زور ٹوٹ گیا اور آہستہ آہستہ جنگ ختم ہو گئی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ کے کہنے پر ایک شخص بجیر بن دلجہ نے ناقہ کی کونچیں کاٹ ڈالی تھیں۔ بہر حال یہ عمل مخاصمانہ نہیں مصلحانہ تھا اور اس کا مقصد جنگ کو روکنا تھا۔ جب ناقہ گر گیا تو ام المومنین کے بھائی محمد ابن ابو بکر اور حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ عماری کو اٹھا کر ایک ایسے مقام پر لے گئے جہاں کوئی شخص موجود نہ تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ عماری کے قریب تشریف لے گئے اور پوچھا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ: ''اے اماں! آپ کیسی ہیں؟''

ام المومنین: الحمدللہ خیریت سے ہوں''

حضرت علی رضی اللہ عنہ: ''اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے''

ام المومنین: ''اللہ تعالیٰ تمہاری بھی مغفرت فرمائے''

حضرت قعقاع نے بھی آگے بڑھ کر سلام عرض کیا جس کا آپ نے جواب دیا اور فرمانے لگیں:

ام المومنین: ''مجھے یہ زیادہ منظور و محبوب تھا کہ آج کے واقعہ سے بیس برس قبل میں مر گئی ہوتی''

حضرت علی رضی اللہ عنہ: (حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے جب ام المومنین کا یہ قول حضرت علی کو جا کر سنایا تو انہوں نے فرمایا) ''میرا بھی یہی خیال ہے''

ام المومنین کو بصرہ میں لے جا کر ٹھہرایا گیا اور سامان سفر درست کر کے رجب ۳۶ھ میں امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابو بکر اور روساء بصرہ کی چالیس خواتین کے ہمراہ آپ کو مکہ معظمہ روانہ کیا۔ مشایعت کے لیے خود چند میل ساتھ چلے اور ایک روز کی مسافرت تک حضرت حسن بن علی ساتھ گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مکہ تشریف لے گئیں۔ فریضہ حج ادا کیا اور پھر مدینہ منورہ چلی گئیں۔

مقتولین جنگ:

مقتولین جنگ جمل کی تعداد کے بارے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق دونو اطراف سے کم وبیش دس ہزار ۱۴ (چودہ) افراد موت کے منہ میں چلے گئے۔ ان میں انصار ومہاجرین کے علاوہ کوفہ، بصرہ اور مصر کے لوگ بھی شامل تھے۔ ان میں کئی صحابہ رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے۔

جنگ کے خاتمہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب میدان جنگ کا جائزہ لیا اور وہاں حضرت کعب بن سور عبدالرحمٰن بن عتاب۔ طلحہ بن عبید اللہ وغیرہ صحابہ کو شہداء میں شامل پایا تو پکار اٹھے:

"افسوس! لوگ یہ سمجھتے تھے کہ ہم پر فقط عوام الناس نے خروج کیا حالانکہ ان میں ایسے لوگ موجود ہیں۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دونوں فریق کے مقتولین کو ایک جگہ جمع کرنے کا حکم دیا اور ان کی نماز جنازہ ادا کی اور اپنی نگرانی میں دفن کروایا فریقین کے زخمیوں کو مقتولین سے علیحدہ کر کے شہر لے جایا گیا اور مرہم پٹی کا انتظام کیا گیا۔ تمام مال واسباب جمع کر کے شہر کی مسجد میں ڈھیر کر دیا گیا اور اعلان کر دیا گیا کہ جو چاہے اپنا سامان پہچان کر اٹھا لے جائے۔

جنگ جمل پر تبصرہ:

دو افراد یا دو گروہ جب آپس میں لڑ پڑتے ہیں تو ضروری نہیں کہ ان میں سے

ایک تو کلی طور پر راہ راست پر ہو اور دوسرا کلی طور پر گمراہ۔ جنگ جمل کے متحارب گروہوں کے متعلق بڑے حزم و احتیاط سے کوئی رائے قائم کرنا ہوگی۔ ایک گروہ کی سربراہی مسلمانوں کے منتخب امیر کے ہاتھ میں تھی۔ جو فہم و فراست کی اعلیٰ صلاحیتوں کا مالک تھا۔ جس کو رسول اللہ ﷺ نے شہر علم کا دروازہ قرار دیا تھا۔ جو حکمت و دانائی میں اپنی مثال آپ تھا۔ جس نے خلفاء ثلاثہ کے دور میں بڑے بڑے پیچیدہ اور گھمبیر مسائل کو خداداد صلاحیتوں کے بل پر اپنے ناخن تدبیر سے سلجھایا۔

دوسرے گروہ کی سربراہی جن تین شخصیات کو حاصل تھی ان کی دینداری۔ تقویٰ اور عقل و دانش بھی ہر شک و شبہ سے بالا ہے۔ جو ہونا مقدر ہو چکا تھا وہ ہو کر رہا اور اس کی کلی ذمہ داری متحارب گروہوں میں سے کسی ایک کے سر پر ڈالنا قطعی ممکن نہیں۔ وہ لوگ سہو و خطا سے معصوم نہ تھے۔ اجتہادی غلطیاں سرزد ہوئی ہوں گی ہمیں یہاں ان کی نشاندہی کرنے کی ضرورت نہیں۔ شرپسندوں اور فتنہ پردازوں نے حالات سے فائدہ اٹھایا۔

جو بات بلاخوف تردید کہی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ قاتلین عثمان ذوالنورین نے ہی آتش جنگ کو بھڑکایا۔ انہوں نے اپنی جانیں بچانے کے لیے ایسا کیا۔ انہیں یقین تھا کہ مصالحت کی صورت میں ان کی گردنیں ماردی جائیں گی۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ متحارب گروہوں کے سربراہان کی ایک دوسرے کے بارے میں رائے کا جائزہ لیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

> ''میں امید کرتا ہوں کہ ہمارا اور ان کا کوئی شخص قتل نہ کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کے دلوں کو صاف کر دیا ہے۔ اور اگر کوئی مقتول ہو گیا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔''

حضرت علی ابن ابی طالب نے یہ جواب ابوسلامہ دولانی کے سوال پر اس وقت دیا تھا جب مصالحت کی گفتگو ہو رہی تھی اور اس کی کامیابی کے امکانات بے حد روشن تھے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ لڑنے والوں کے بارے میں یوں فرمایا کرتے تھے:

''ہماری لڑائی اس وجہ سے نہیں ہوتی کہ وہ ہمیں کافر کہتے تھے یا ہم انہیں کافر کہتے تھے۔ وہ خود کو حق پر سمجھتے تھے اور ہم نے اپنے آپ کو حق پر سمجھا۔''

احنف بن قیس کا کردار:

احنف بن قیس بصرہ کے عمائدین میں سے تھے۔ جس وقت مفسدین نے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر رکھا تھا احنف بن قیس حج بیت اللہ کے ارادہ سے مکہ جا رہے تھے۔ انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت طلحہ و حضرت زبیر رضی اللہ عنہم سے اس خدشہ اظہار کیا تھا کہ حضرت عثمان شہید کر دیئے جائیں گے اور یہ بھی استفسار کیا کہ ان کے بعد کس کی بیعت کی جائے گی۔ انہیں جواب ملا تھا کہ حضرت علی کی۔

پس جب وہ بیت اللہ شریف کی زیارت سے لوٹے تو حضرت عثمان شہید کیے جا چکے تھے۔ احنف بن قیس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی اور بصرہ چلے آئے۔ جب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت طلحہ و حضرت زبیر رضی اللہ عنہم بصرہ پہنچے اور ''قصاص'' کے حصول میں احنف بن قیس سے تعاون کے طالب ہوئے تو وہ پریشان ہوئے اور پوچھنے لگے:

''میں نے آپ لوگوں کے کہنے پر ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی اب میں کس طرح ان کے خلاف خروج کروں۔''

حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم نے بتایا کہ انہوں نے حالت مجبوری میں مشروط بیعت کی تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شرط پوری نہیں کی۔ احنف بن قیس نے تعاون سے مجبوری کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وہ گوشہ نشین ہو جائے گا اور کسی کی بھی مدد نہیں کرے گا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ پہنچے ان کو بھی احنف نے وہی جواب دیا جو پہلے ام

المومنین کو دے چکا تھا پھر وہ قبیلہ تمیم اور بنوسعد کو ساتھ لے کر الگ ہو گیا۔

جنگ کے خاتمہ پر احنف بن قیس بنوسعد کو ساتھ لے کر امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا:

احنف بن قیس: "اے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ! میں حاضر ہوں۔ اب کوئی امر میرے لیے اطاعت سے مانع نہیں ہے"

امیر المومنین: "یہ تو تم نے سچ کہا"

احنف بن قیس: "اے امیر! میں نے وہی کچھ کیا جس میں بھلائی سمجھی اور جو کچھ کیا آپ کو بتا کر لیا"

امیر المومنین: "یہ تو تم نے سچ کہا"

احنف بن قیس: "امیر المومنین ابھی نرمی اختیار کیجئے۔ آپ جو نے راستہ اختیار کیا ہے وہ بہت کٹھن ہے کل کی نسبت آج آپ کو ہماری زیادہ ضرورت ہے۔"

امیر المومنین: "میں نے تمہاری بات کو سمجھ لیا اور قبول کر لیا"

احنف بن قیس: "آپ مجھے ہمیشہ غم گسار اور اطاعت شعار پائیں گے۔"

بصرہ کی امارت:

دوشنبہ کے دن امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ میں داخل ہوئے لوگ بیعت کے لیے ٹوٹ پڑے۔ آپ پہلے عبداللہ بن خلف خزاعی کے مکان پر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عافیت دریافت کرنے کے لیے گئے۔

راستہ میں آپ نے بعض لوگوں کو ام المومنین کے بارے میں ناشائستہ الفاظ کہتے ہوئے سنا تو حکم دیا کہ ان کو گرفتار کر کے کوڑے مارے جائیں۔ عبداللہ بن خلف جنگ جمل میں مارے گئے تھے۔ ان کو ماں اور چند دوسری خواتین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر سخت سست کہنا شروع کر دیا۔

جب آپ کے ہمراہوں میں سے کسی نے اس طرف توجہ مبذول کروائی تو امیر

المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''ہم تو مشرکہ عورتوں سے تعارض کرنے کو پسند نہیں کرتے اور منع کرتے ہیں چہ جائیکہ مسلمان عورتوں سے تعارض کریں۔ پھر عورتیں ناقص العقل اور ضعیف البیان بھی تو ہوتی ہیں۔''

یہاں سے فارغ ہوئے تو لوگ بیعت کے لیے جوق در جوق حاضر ہونے لگے جب عبدالرحمٰن بن ابوبکر بیعت کے لیے حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے ان کے چچا زیاد کے بارے میں دریافت کیا۔

جب اس نے بتایا کہ میرا چچا علیل ہے ورنہ بیعت کے لیے ضرور حاضر ہوتا تو آپ زیاد کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ اسے بصرہ کی امارت کا منصب پیش کیا۔ زیاد عرض کرنے لگا بہتر ہوگا آپ اپنے خاندان میں سے کسی کو بصرہ کا حاکم مقرر کریں جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میرا پرخلوص تعاون ہر وقت آپ کو اور حاکم بصرہ کو حاصل رہے گا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا عامل مقرر کیا گیا۔

﴿ماخوذ شاہکار شجاعت حضرت علی﴾

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا وصال

انقلاب روزگار کا دستور عاجلہ دیکھئے کہ جس نیک سیرت و نیک صورت خاتون اسلام، ام المومنین، اور محبوبہ احمد مختار ﷺ کی پیدائش کا حال ہم نے ابھی لکھا تھا۔ اور جس ارض طیبہ کی حور کا تذکرہ جمیل ابھی ابھی انہیں اوراق پر ہم نے کیا تھا آہ! اب اس کی وفات حسرت آیات کا سانحہ عظیم بھی لکھنا پڑا۔

وہ وقت آ گیا کہ حدیث نبویؐ کی بے نظیر حاملہ، اور عہد رسالت مآب ﷺ کی بے مثال یادگار، دنیا سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو جائے۔ اور وہ زمانہ آ پہنچا کہ خانہ رسول ﷺ کی محترم رازدار، اور بیت الرسول ﷺ کی قابل عزت زینت، زمین طیبہ کے سپرد کی جائے۔ آہ! فرشتے رو رہے تھے، قدسی مضطرب الحال ہو رہے تھے کہ آج وہ خاتون محترم و مکرم دنیا سے رخصت ہونے والی ہے جس نے دین رسول اللہ ﷺ کو زندہ کر دیا۔ جس نے شریعت بیضا کے قوانین و قواعد کو مضبوط کر کے ہمیشہ کے لیے غیر فانی بنا دیا۔ جس نے اپنی زندگی کو حضور نبی کریم ﷺ کی ہم راز کو بنایا۔ اور ملت حنیفہ کی آبرو کو جان و دل سے چاہا۔ افسوس! وہ ناطورہ تقدس مآب اس دنیا سے جانے والی ہے جس کی جگہ دنیا میں آج تک خالی ہے۔

بوقت وصال عاجزی:

جب ام المومنین، صدیقہ عرب، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپؓ عجز و انکسار کے ساتھ کہنے لگیں کہ اے کاش میں درخت کیوں نہ ہوئی کہ لوگ مجھ کو کاٹ ڈالتے، میں خاک کیوں نہ ہوئی۔ کاش میں دنیا میں پیدا ہی نہ ہوئی ہوتی۔

ایام مرض میں تلاوت قرآن:

ایام مرض میں اکثر تلاوت قرآن مجید آپؓ کا دستور تھا۔ اور ہر وقت ذکر و شغل آپؓ کا مشغلہ تھا۔ ایک مرتبہ آپؓ کلام اللہ شریف کی اس آیت پر پہنچیں:

و اخرون اعترفوبذ نوبھم خلطو اعملا صالحا واخر سیئا

تو فرمایا کہ میں بھی اس زمرہ میں ہوں۔

ایام مرض میں ابن عباس رضی اللہ عنہ ام المومنین کی خدمت میں:

مرض الموت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آپؓ کے پاس آنے اور ملنے کی خواہش کی۔ آپؓ کو خبر دی گئی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابن عم، اور ذی عزت صحابی آپؓ سے ملنے کے لیے آئے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے انہیں آنے کی اجازت دی۔ جب وہ آئے تو انہیں معلوم ہوا کہ شاید حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر خوف مرگ جاری ہے کہنے لگے اے ام المومنین آپؓ خوف وحراس کو بالکل دور کر دیجئے۔ کیونکہ آپؓ بخشش اور رزق کریم کے وعدہ پر جا رہی ہیں۔ پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی: "الطیبات للطیبین و الطیبون للطیبات" اور کہا کہ یہ آیت آپؓ ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ جس وقت یہ آیت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے پڑھی آپؓ فرط مسرت سے بیہوش سی ہو گئیں جب ہوش میں آئیں تو فرمایا کہ اے ابن عباس رضی اللہ عنہ! خدا نے مجھے نو چیزیں ایسی عطا فرمائیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بیوی کو نہیں ملیں۔

(۱) جبرئیل امین علیہ السلام نکاح سے پہلے میری تصویر لے کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اس حال میں شادی کی کہ میں ناکتخدا تھی۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال میرے ہی آغوش میں ہوا۔

(۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منورہ میرے ہی مکان میں بنی۔

(۵) میرے پاس رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوا کرتی تھی۔

(۶) میں رسول اللہ ﷺ کے یارِ غار اور رفیق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہوں۔

(۷) جب منافقوں نے مجھ پر تہمت لگائی تو میری بریت و عصمت کی شہادت خود اللہ تعالیٰ نے دی۔

(۸) میں خود پاک ہوں اور پاک بندے کے لیے پیدا ہوئی۔

(۹) اللہ تعالیٰ نے میرے لیے بخشش و رزق کریم کا وعدہ فرمایا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ام المومنین آپؓ سچ فرماتی ہیں۔

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ ام المومنین کی خدمت میں:

جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے تو حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ آئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ابھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے تھے اور میری تعریف کرتے تھے۔ میں اس بات کو دوست رکھتی ہوں کہ اللہ مجھے ہنسی خوشی اس دنیا سے اٹھا لے۔

دفن ہونے کے بارے میں وصیت:

جب وفات کا وقت قریب آیا تو لوگوں نے آپؓ سے دریافت کیا کہ آپؓ کو روضہ مبارک میں دفن کیا جائے یا کسی دوسری جگہ؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے (بالخصوص حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے) بطور وصیت فرمایا کہ مجھے حضور نبی کریم ﷺ اور شیخین (حضرت عمر اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم) کے پاس دفن نہ کرنا۔ بلکہ میں امہات المومنین ازواج رسول اللہ ﷺ کے پاس دفن کی جاؤں اور جنت البقیع میں میری قبر بنے۔ کیونکہ اگر میں گنہگار ہوں تو ان کے پاس دفن ہونے سے پاک نہیں ہوسکتی۔

اور ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے۔ کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا روضہ مبارک میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مزار ہے جن سے میں زندگی میں پردہ کیا کرتی تھی۔

اس لیے مرنے کے بعد بھی ان سے حجاب لازم ہے۔ وہاں میرا دفن ہونا مناسب نہیں۔

سن وصال:

آخر کار رمضان المبارک کی سترھویں تاریخ ۵۸ ہجری میں ۶۶ سال دنیا میں زندہ رہ کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے گلشن فردوس کی راہ لی۔ باختلاف روایات ۱۷ یا ۱۹ رمضان ۵۸ ہجری یا ۵۶-۵۷ ہجری بھی آپؓ کا سال وفات بیان کیا گیا ہے۔ لیکن مورخین کا اجماع ہے کہ آپؓ بروز سہ شنبہ فوت ہوئیں اس لیے علم ہندسہ کے رو سے منگل کا دن ۱۷ رمضان ۵۸ ہجری کو یا ۱۳ جولائی ۶۷۸ء کو تھا۔ اور یہی آپؓ کی تاریخ وفات ہے۔

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

نماز جنازہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور حسب ذیل پانچ اصحاب نے آپؓ کی میت کو قبر میں اتارا۔

(۱،۲) حضرت عبداللہ و عروہ پسران زبیر رضی اللہ عنہم

(۳) حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ

(۴) حضرت عبداللہ بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ

(۵) حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ

✿ آپ کا جنازہ بوقت شب حسب وصیت جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

............☆☆☆☆............

محمد عبدالاحد قادری

گوگڑاں، تحصیل و ضلع لودھراں

ماخذ

قرآن مجید
ترجمہ کنز الایمان
صحیح بخاری
صحیح مسلم
نسائی
ابن ماجہ
ترمذی مشکوٰۃ
ابوداؤد
مسند حسن بن سفیان
فضائل الاعمال (حافظ احمد المقدسی)
اسد الغابہ
طبقات ابن سعد
الاستیعاب
الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ
التاریخ الکامل
تہذیب التہذیب
تاریخ ابن خلدون
سیرت حلبی
احیاء العلوم
جامع المعجزات
خصائص الکبریٰ
مکتوبات امام ربانی
شاہکار شجاعت حضرت علیؓ

............☆☆☆☆............